سلسلۂ اشاعۃ العلوم نمبر (۲۳)

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب جامع محاسن امور دافع جملہ مفاسد و شرور

اعنی

مذہب منصور

مصنفہ فاضل اجل عالم بے بدل عارف معارف خفی و جلی

مولانا مولوی حاجی محمد منصور العلی خاں صاحب دامت برکاتہ صدر مدرس

مدرسۂ طبیہ سرکار آصفیہ

حسب الحکم

عالیجناب معلی القاب عارف باللہ محمدۃ الحاج مولانا حافظ مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی

باہتمام

مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

در محمود پریس واقع مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن مطبوع شد

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ [redacted] حبیبہ سید المرسلین [redacted] اگرامی ننانوے ہیں [redacted] ذات واحد کا علم اور نام ہے جو جمیع صفاتِ کاملیہ سے موصوف ہو۔ اور تمام عیوب اور نقصانات سے منزہ ہو۔ او

کلمہ لا الہ الا اللہ کے چند مراتب ہیں۔

ایک یہ کہ اوس کو منافق بدون تصدیق اور یقین کے زبان سے ادا کرے صرف اقرار زبانی کا یہ اثر ہے کہ منافق کی جان و مال اور اہل وعیال کی حفاظت کی جاتی ہے۔

اور دوسرا مرتبہ اس کلمہ کا یہ ہے کہ اوس کے ہمراہ اعتقاد قلبی بھی ہو لیکن محض بطور تقلید کے ہو۔ اس کلمہ کی صحت میں اختلاف ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ

Marfat.com

اعتقاد تقلیدی بھی درست اور صحیح ہے۔
اور تیسرا مرتبہ اس کلمہ کا یہ ہے کہ اوس کے ساتھ ایسا اعتقاد ہو جو علامات سے حاصل ہوا ہو۔ اکثر کے نزدیک یہ کلمہ معتبر ہے۔
اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اوس کے ساتھ اعتقاد یقینی بوجہ دلائل قطعیہ کے پایا جائے۔ یہ کلمہ بالاتفاق مقبول ہے۔
پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ کلمہ گو کو اس کلمہ کے معانی کا مکاشفہ بطور بصیرت کے ہوا ہو یہ مرتبہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔ لیکن اگر صرف اعتقاد قلبی ہو اور زبانی اقرار سے بوجہ معذوری گویائی معذور ہو تو یہ اعتقاد بھی دنیا و آخرت میں بالاتفاق نافع ہے اور جو بلا عذر کے اقرار نہو تو آخرت میں نافع نہیں لیکن امام غزالیؒ اور دیگر محققین کے نزدیک دنیا و آخرت میں مفید ہے مگر شرط یہ ہے کہ ایسے شخص سے اقرار نہ طلب کیا جائے۔ اور اگر اوس سے اقرار طلب ہو اور وہ انکار کر دے تو سب کے نزدیک کافر ہے۔
بعض کے نزدیک لفظ اللہ کی اصل سریانی زبان میں "لاہا" ہے جس کو عربی لفظ کر لیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ عربی ہے جو ذات خاص کیلئے وضع کیا گیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ لفظ اصل میں وصف ہے کیونکہ ذات من حیث ہو ہو عقل بشری میں نہیں آسکتی۔ پس وضع لفظ کرنا اور وہ لفظ بولکر اوس کی طرف اشارہ کرنا کیونکر ممکن ہے۔ لیکن یہ وصف ایسا غلبہ کر گیا ہے کہ بجز جناب باری کے دوسرے کے لئے مستعمل نہیں ہوتا اور مثل علم کے ہو گیا ہے۔ اسی لئے موصوف بھی واقع ہوتا ہے۔ اور صفت

Marfat.com

نہیں واقع ہوتا - اور معنی اس لفظ کے مستحق عبادت کے ہیں - اور بعض کہتے ہیں آلہ کے معنی معبود کے ہیں اور بعض کے نزدیک بمعنی محتجب اور مرتفع کے ہیں - کیونکہ اللہ تعالےٰ ادراک ابصار سے پوشیدہ ہے اور غیر لائق امور سے مرتفع اور عالی ہے - اور بعض کے نزدیک بمعنی تحیر کے ہے کیونکہ عقول اوس کی صفات کی معرفت میں حیران ہیں - چہ جائیکہ معرفتِ ذات کرسکیں - اور بعض کے نزدیک ذات بمعنی طمانیت کے ہے کیونکہ قلوب کو اوس کے ذکر سے اطمینان اور ارواح کو تسکین ہوتی ہے - یہ اسم اکثر علما کے نزدیک ننانوے ۹۹ اسماء میں اعظم ہے - کیونکہ یہ اسم جمیع صفات کمالیہ الٰہیہ پر دلالت کرتا ہے - اور حضرت قطب ربانی سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ اسم اعظم اللہ ہے لیکن اس شرط سے کہ کہنے والے کے قلب میں سوائے اللہ کے کچھ نہو اور بعض نے کہا ہے کہ عوام الناس کے لئے اس اسم کو زبان پر جاری کرنا اور خشیت اور تعظیم سے اس نام کو ذکر کرنا ہے - اور خواص کے واسطے یہ ہے کہ اوس کے معنی میں غور کریں اور جانیں کہ اس کلمہ کا نہیں اطلاق کیا جاتا - مگر ایسے موجود پر جس کا انعام اور جود عام ہے اور وہ سب صفات الوہیت کا جامع اور اوصاف ربوبیت سے موصوف ہے - اور واسطے خواص الخواص کے ... میں ایسا مستغرق ہوجائے کہ ... نہو اور امید اور خوف کسی امر میں سوا اوس کے کسی کا نہ رہے -

Marfat.com

الرحمٰن الرحیم - یہ دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں واسطے مبالغہ کے اور رحمت کے معنی لغت میں رقت قلب اور مہربانی کے ہیں جو فضل اور احسان کو اوس شخص پر مقتضی ہیں جس کے واسطے قلب میں رقت آئی ہے - اور اسماء و صفات خداوندی باعتبار غایات کے جوکہ افعال ہیں ہوا کرتے ہیں نہ باعتبار مبادی کے جوکہ انفعالات ہیں یعنی رقت قلب انفعال ہے جو مبداء فعل کا ہے اور فعل تفضل واحسان ہے - پس اللہ تعالیٰ میں انفعال کے معنی لینا جائز نہیں - بلکہ ہر صفت کے معنی فعل کے ہی لئے جائیں گے جو شایان خداوندی ہیں - اور بہرہ عارف کا ان دونوں ناموں سے یہ ہے کہ وہ بالکل جناب قدس کی طرف متوجہ ہوا اور اوسی پر توکل کرے اور اوسی سے التجا کرے اور اپنے باطن کو اوسی کے ساتھ مشغول رکھے اور اوسی سے ہر کام میں مدد چاہے - پس جب وہ اوسکو منعم حقیقی اور ولی نعمت تمام دنیوی و اخروی نعمتوں کا سمجھیگا تو بندگان خدا پر اوسکو ترحم آئے گا اور مظلوم کی اعانت کرے گا اور ظالم کو ظلم سے حسب استطاعت اپنی باز رکھیگا اور غافل کو تنبیہ کرے گا اور گنہگار کو نظر رحمت سے دیکھے گا اور اون کو حقیر نہ جانے گا - اور موانعات شرعیہ کے دفع کرنے میں سعی کرے گا اور محتاجوں کی حاجت بقدر طاقت خود پوری کرے گا - پس بندوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم کرنا یا تو بمعنی ارادۂ انعام کے اون پر اور دفع ضرر کے اون سے ہے - اس صورت میں یہ دونوں اسم صفات ذاتیہ سے ہوں گے - یا بمعنی نفس انعام اور دفع کے ہے - اس

Marfat.com

حالت میں یہ دونوں صفات افعالیہ کی طرف راجع ہیں۔ اور فرق یہ ہے کہ صفت ذات کا عدم اوس کے نقصان کا موجب ہے اور صفت افعال کا عدم ایسا نہیں۔ اور لفظ رحمٰن میں بہ نسبت رحیم کے معنی زیادہ ہیں کیونکہ لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لئے رحمٰن الدنیا والآخرۃ یا رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرۃ کہتے ہیں۔ کیونکہ آخرت کی سب نعمتیں کامل ہیں اور دنیوی نعمتیں بڑی اور حقیر اور قلیل اور کثیر اور تام اور غیر تام ہیں اور معنی رحمٰن کے منعم حقیقی تام الرحمۃ عمیم الاحسان کے ہیں۔ اسی لئے یہ لفظ غیر اللہ پر بولنا جائز نہیں۔

الملک ۔یعنی پورے ملک کا مالک ہے اور ایجاد و اختراع پر قدرت رکھتا ہے۔ اس صورت میں یہ اسم اسمار صفات سے ہوگا۔ چنانچہ لفظ خالق ہے۔ پس سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی مالک نہیں کیونکہ بندہ وجود میں اللہ تعالےٰ کی طرف محتاج ہے اور احتیاج ملک کے منافی ہے۔ لہذا بندہ کی مطلق ملک نہیں بلکہ بندہ کی طرف ملک کی نسبت بطور مجاز کے ہے اور چونکہ ایسا وصف ذکر کیا گیا جس سے تشبیہ کا گمان پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے متصل اگلی صفت لائی گئی۔

القدوس ۔ یہ لفظ بھی اوزان مبالغہ سے ہے۔ یعنی وہ پاک اور منزہ اپنا [illegible] ت نقصان سے ہے۔ پس عارف جب [illegible] وہ ذات سب سے مستغنی ہے اور کل مخلوق [illegible] وجود اور بقا میں اوسی کی محتاج ہے اور اوسی کے حکم و قضا کی مسخر

تو عارف تمام آدمیوں سے مستغنی ہو جاتا ہے اور صرف اپنی ملک خاص میں جو قلب اور قالب ہے تصرف کرتا ہے اور اپنے لشکر اور رعایا پر جو قویٰ اور اعضا ہیں تسلط کرتا ہے اور اون کو اون کاموں میں استعمال کرتا ہے۔ جن میں دونوں جہان کی بھلائی ہو اسیوجہ سے کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کا مالک ہو وہ حر اور آزاد ہے اور غلام وہ شخص ہے جس کی ہوا و ہوس اوسکی مالک ہو۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو قدوس جانے گا تو اوس کی ہمت بلند ہو جائیگی یہاں تک کہ اوس کو اللہ تعالےٰ اوس کے عیبوں اور آفتوں سے پاک کر دیگا اور گناہوں سے اوسکو ہر حال میں محفوظ رکھے گا لہذا وہ کدورات سے اپنے اوقات کو صاف کر دیگا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رجوع کر کے مدد چاہیگا پس جس شخص کی زبان کو اللہ تعالیٰ غیبت سے پاک کرے گا اوس کے دل کو بھی غیبت سے پاک کر دیگا۔

السلام۔ یہ لفظ مصدر ہے بطور مبالغہ کے اس کو صفت میں لاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ ہر آفت سے باعتبار ذات اور صفات اور افعال کے سلامت والا ہے۔ پس اوس کی ذات عیب اور حدوث سے اور اوس کی صفات نقص سے اور اوس کے افعال شر محض سے پاک ہیں اس حالت میں یہ اسم تنزیہ ہوگا۔ اور بعض نے اس کے معنی (بندوں کو سلامت رکھنے کے خوف وہلاکت سے) لئے ہیں جو قدرت کی طرف رجوع کرتے ہیں اس صورت میں یہ اسم صفات ذات سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مومنین پر بہشت میں اللہ تعالےٰ سلام کرے گا اسوقت مرجع اس

Marfat.com

اسم کا کلام قدیم ہوگا - اور بعض نے اسم سلام اور اسم قدوس میں یہ فرق کیا ہے کہ قدوس دلالت کرتا ہے اوپر بری ہونے شے کے اوس نقص سے جسکو ذات مقتضی ہو کیونکہ قدوس پاک ہونا شے کا ہے اپنی ذات میں اور سلام دلالت کرتا ہے اوپر منزہ ہونے شے کے اوس نقص سے جو عروض آفت سے عارض ہوا ہو اور اسی فرق کے قریب ہے جو بعض نے کہا ہے کہ قدوس باعتبار لم یزل کے اور سلام باعتبار لایزال کے ہے اور وظیفہ عارف کا اس اسم سے یہ ہے کہ ایسا ہوجائے کہ قلب اوس کا کینہ اور حسد خیانت اور ارادہ شر سے اور اعضا اوس کے ارتکاب ممنوعات ومعصیات سے سالم رہیں اور اہل اسلام کے حق میں مسلم بنجائے اور ہر شخص سے خواہ اوس سے ملاقات ہو یا نہو سلامٌ علیک کیا کرے - اور بعض عارفین کہتے ہیں کہ سلیم بندہ وہ ہے جو مخالفات سے پوشیدہ اور علانیہ سلامت رہے اور ظاہر و باطن میں عیوب سے پاک ہو - اور اس اسم کے آداب سے یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ کی طرف قلب سلیم لیکر جاوے اور آداب تخلق اس اسم سے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اس شخص کے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہو بلکہ اون پر زیادہ شفیق ہوجائے کہ اپنے سے بڑی عمر والے کو دیکھکر اپنے سے بہتر سمجھے اور کہے کی اس کی عبادت مجھ سے زیادہ ہے اور ایمان اور معرفت میں مجھ سے سابق تر ہے اور اگر اپنے سے چھوٹے کو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے گناہ بہ نسبت میرے کم کئے ہیں اور جب کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اوس کے

Marfat.com

عذرات تلاش کرے ورنہ اپنے ہی نفس پر ملامت کرے اور کہے کہ تو برا شخص ہے کہ اس قدر عذر بھی اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے نہیں قبول کرتا۔

المؤمن - یعنی وہ کہ اپنی مخلوق کو دفع مضرت کے آلات دیکر امن دے یا نیک بندوں کو فزع اکبر یعنی قیامت سے امن دے۔ یا اپنے بندونکو ظلم سے امن دے بلکہ جو اون کے ساتھ معاملہ کرے وہ فضل یا عدل ہو۔ پس یہ لفظ مومن کا اماں سے مشتق ہے اور مرجع اوس کا اسماء افعال کی طرف ہے یا اپنے انبیاء کی معجزات سے تصدیق کرے۔ پس رجوع اسکا کلام کی طرف ہوگا۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ موافقت اسمی اس امر کی مقتضی نہیں کہ مشابہت ذاتی یا صفاتی بھی ضرور ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کے مومن ہونے سے بندہ اور حق کی مشابہت لازم نہیں آتی کیونکہ دونوں ایمان میں بونِ بعید ہے۔ اور عارف کا بہرہ اس سے یہ ہے کہ وہ حق کی تصدیق کرے اور اوس کے اثبات میں سعی کرے اور ضرر نا ور ظلم سے بچے اور ایسا ہو جائے کہ لوگ اُس کے مفاسد سے امن میں رہیں بلکہ دفع خوف وضرر میں اوسکو اپنا مددگار سمجھیں۔

المہیمن - یعنی بڑا نگاہبان پس یہ اسم اسماء افعال سے ہوگا۔ یا شہید بمعنی عالم کے ہے جسکے علم سے کوئی ذرہ مخفی نہیں۔ پس اب یہ اسم اسماء صفات سے ہوگا۔ یا ہر نفس پر شہادت دینے والا اسکے کسب کی پس قول کیطرف رجوع کریگا۔ یا بمعنی قائم امور مخلوق کے ہے جو

Marfat.com

جو اعمال اور ارزاق اور اوقات اور اخلاق اون کے ہیں۔ پس طرف قدرت کے رجوع کرے گا۔ یا بمعنی امین صادق الوعد کے ہے پس کلام کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور عارف کا حصہ اس میں یہ ہے کہ اپنے قلب کی نگہداشت کرے اور اوس کے احوال درست کرے اور قوی اور اعضاء کو ایسے شغل سے بچا دے جو اوس کے قلب کو حق تعالیٰ کی طرف سے پلٹ دے اور اوس کے اور حق کے درمیان حائل ہو جائے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کو مہیمن جانتا ہے وہ اوس کے جلال کے نیچے ہر حال میں خضوع کرتا ہے۔

العزیز ۹ - یعنی غالب یا بمعنی عدیم المثال کے ہے جس کا مرجع تنزیہ کی طرف ہے۔ یا وہ جس کے وصف کا احاطہ کرنا متعذر ہو۔ اور عارف کا حصہ یہہ ہے کہ اپنے نفس کو عزیز رکھے اور مطالب دنیویہ میں اوس کو ذلیل و خوار نہ کرے اور آدمیوں کا محتاج نہ رہے بلکہ اپنے نفس کو ایسا کر دے کہ لوگوں کو اوس کی طرف حاجت پڑے اور بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ میں نے عزت کو نہ دیکھا جب تک کہ مخلوق سے اپنی ہمت کو نہ اُٹھالیا اور بعض نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہی شخص عزیز سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور طاعت کو عزیز سمجھتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو حقیر سمجھا اوس نے اللہ تعالیٰ کو عزیز نہ جانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزت اللہ اور اوس کے رسول اور مومنین کیلئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

الجبار ۱۰ - صیغہ مبالغہ کا جبر سے مشتق ہے جسکے معنی اصلاح شی کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ امور عباد کا مصلح ہے اس فراتیں یہ اسم اسماء افعال سے ہے۔

Marfat.com

اور بعض نے کہا کہ وہ برتر ہے اس سے کہ اوس کو کسی کا مکر و فریب پہونچے
اب یہ اسم تنزیہ کی طرف راجع ہے اور بعض کے نزدیک معنی اوس کے یہ
ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور قہر سے تمام افعال و اخلاق بندوں کے پیدا
ہوتے ہیں پس یہ صفات ذات سے ہوگا۔ اور عارف کا حصہ اس اسم
سے یہ ہے کہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوکر اوس کو تحصیل فضائل کی
طرف آمادہ کرے اور نقصانات کی تلافی کمالات سے حاصل کرے اور
رذائل سے نفس کو بچاتا ہے اور اوس کی خواہشوں کو اقسام اقسام کی ریاضات
سے توڑتا ہے اور سوائے حق کے کسی طرف ملتفت نہو۔ اور سکینہ اور وقار
سے ایسا متصف ہو کہ بوجہ حوادث زمانہ کے ذرا بھی لغزش نہ کرے بلکہ
انفس و آفاق میں ارشاد اور اصلاح کی تاثیر کرسکے۔ فرمایا امام قشیری نے
جو اسم کہ چند معنی کا احتمال رکھے جو اوصاف ہونے کی قابلیت رکھتے ہوں
پس جو شخص اللہ تعالیٰ کو اوس اسم سے یاد کرے گا تو اوس نے ان جمیع معانی
سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ اور امام غزالی نے کہا ہے کہ بندوں میں
وہ بندہ جبار ہے جو متبوع ہو اور تابع نہو اور ایسا عالی مرتبہ ہو کہ خلق اوسکی
سیرت اور صورت اور عادت اور خصلت کی اقتدا پر مجبور ہو پس وہ خلق کو
فائدہ دے اور اون سے فائدہ حاصل نکرے اور اون میں تاثیر کرے
اور خود اون سے متاثر نہو اور یہ مقام انبیا میں بجز ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ
و آلہ وصحبہ وسلم کے کسی کو کامل طور سے حاصل نہیں ہوا اسی وجہ سے آپ
فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اس وقت زندہ ہوتے تو میری اتباع کے

Marfat.com

سوا اون کو کوئی چارہ نہوتا۔

المتکبر[11] - یعنی صاحب کبریائی یا صفات خلق سے برتر یا کامل الذات یا وہ کہ اپنے غیر کو بہ نسبت ذات کے حقیر دیکھے اور غیر کی طرف ایسی نظر کرے جیسے ملک اپنے غلام پر نظر کرتا ہے۔ اور اس اسم کا بجز حق تعالیٰ کے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ عظمت اور کبریائی میں ہر شئے کی نسبت یکتا ہے اسی لئے اس لفظ کا دوسروں پر اطلاق نہیں ہوتا مگر بطور مذمت کے۔ کہا امام قشیری رح نے جو شخص اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور علو کو پہچانے گا وہ تواضع اور تذلل کا طریقہ لازم پکڑے گا اور آدمی کا بہرہ اس اسم میں یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے تو اپنی شہوات اور مالوفات سے بیزار ہو جاتا ہے کیونکہ بہائم بھی اوس کے ان اشیاء میں شریک ہیں۔ بلکہ ہر شئے سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہو نفرت کرتا ہے اور تمام لذات دنیا و آخرت کو سوائے وصول الی اللہ کے حقیر سمجھتا ہے اور جمیع دعوے کبر و غرور کے اوس سے زائل ہو جاتے ہیں۔

الخالق[12] خلق کے حقیقی معنی ٹھیک اندازہ کرنے کے ہیں اور بمعنی ابداع و ایجاد شئے کے بھی مستعمل ہوتا ہے اور بمعنی تکوین بھی آتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وتخلقون افکا ای تقدرون کذبا یعنی تم جھوٹ بنا لاتے ہو اور فرمایا خلق السمٰوات والارض یعنی اوس نے آسمان اور زمین کی ایجاد جدید کی اور فرمایا خلق الانسان من نطفہ یعنی اوسنے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا

البارئ[13] - یعنی وہ ذات جس نے خلق کو بلا تفاوت کے پیدا کیا۔

Marfat.com

المصور - یعنی صور مخلوقات کا ابداع کرنے والا اور زینت دینے والا اور ترتیب کرنے والا اور بعض نے کہا کہ مصور وہ ہے جو شے کو ایسی ہیئت عنایت کرے جس سے اوس کے خواص و افعال پورے ہوں۔ اور طیبی نے کہا کہ وہ خالق ہر شے کا ہے یعنی تقدیر اور ایجاد اصل سے یا بدون اصل کے کرنے والا ہے اور باری ہر شے کا ہے موافق اوس کے کہ حکمت اوسکی تقاضا کرے اور کلمہ اوس کا سبقت کرے بدون تفاوت اور خلل کے اور مصور اشیا کا ہے ایسی صورت سی کہ جس سے اوس کے خواص ظاہر اور کمل ہوں۔ پس یہ تینوں اسم اسمار افعال سے ہوے۔ اور عارف کا بہرہ ان اسمار سے یہ ہے کہ جس شے کو دیکھے اور جس شے کا تصور کرے اوس میں اللہ کی قدرت اور عجیب صنعت کا ضرور غور کرے اور مخلوق سے خالق کی طرف اور مصنوع سے صانع کی طرف ترقی ایسی کرے کہ جس شے پر نظر ڈالے اوسکے نزدیک اللہ تعالے کو پاوے اور کیونکر وہ شخص تواضع نکریگا جو جانتا ہے کہ اول وہ نطفہ تھا اور آخر میں مُردہ ہوگا اور فی الحال بھوک سے عاجز اور شکم سیری کا قیدی ہے۔ پس انسان میں وہ نقصانات ہیں کہ اگر اون میں غور کرے تو اپنے رب کا جلال اور عظمت پہچان جائے۔

الغفار - یعنی وہ کہ عیب اور گناہ کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں عتاب اور عذاب نہیں کرتا۔ اور غفر کے اصلی معنی ستر کے ہیں۔ پس اسمار افعال سے ہوا۔ اور انسان کا حصہ اس اسم میں یہ ہے کہ بالیقین معلوم کرے کہ گناہوں کو بجز اوس کے کوئی نہیں بخشتا اور اللہ تعالے

Marfat.com

سے کے بندوں کی پردہ پوشی کرے اور ہمیشہ استغفار کرتا رہے خصوصاً صبح
کے وقت میں۔ کہا امام قشیری رح نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یعمل سوءً
او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً۔
لفظ ثم تراخی کو چاہتا ہے گویا فرماتے ہیں جس شخص کی عمر لغزشوں میں گزری
اور اپنی حیات کو مخالفات میں فنا کر دیا اور جوانی کو لغویات میں ختم کیا پھر قبل
موت کے نادم ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی گناہوں کا مستحق ہے
اور عجب ہے کہ فعل برا کیا جائے اور استغفار قولی سے رضا حاصل ہو کیونکہ
بندہ نے غفران طلب کیا اور اوس کو اللہ تعالیٰ مل گیا۔

القہار [۱۶]۔ یعنی وہ کہ ہر موجود اوس کی تحت قدرت میں مغلوب ہے اور اوسکی
قضا و قدر کا مسخر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ذات جس نے بڑے بڑے
سرکشوں کو ذلیل کیا اور ہلاک کر کے اون کی کمر توڑ ڈالا پس اول معنی اسم صفت
اور ثانی اسم فعل ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے نفوس عابدین کو حقوق عبودیت سے وابستہ کر دیا
اور قلوب عارفین کو تقرب کے مقام میں رکھا اور ارواح واصلین کو کشف
حقیقت سے ممتاز کیا۔ پس عابد آدمی بلا نفس ہے کیونکہ اوس پر افعال الٰہیہ
کا غلبہ ہے اور عارف بلا قلب ہے اس لئے کہ توجہ الٰہی کا اوس پر غلبہ ہے
اور واصل بلا روح ہے۔ اس واسطے کہ کشف جمال و جلال الٰہی کا
اوس پر غلبہ ہے۔

الوہاب [۱۷]۔ یعنی بہت نعمت ہمیشہ دینے والا اور ہبہ حقیقی وہی ہے جو اغراض

Marfat.com

و اعراض سے خالی ہو کیونکہ کسی غرض سے عطا کرنے والا مبادلہ کرنے والا ہوتا ہے اور واہب نہیں ہوتا۔ لہذا اسمار افعال سے ہوگا۔

الرزّاق - یعنی رزق اور اون اسباب کا خالق ہے جن سے فائدہ حاصل ہو رزق کے معنی فائدہ مند شئے کے ہیں خواہ وہ مباح ہو یا ممنوع ہو اور رزق دو قسم پر ہے ایک ظاہر ابدان کے لئے جیساکہ قوت اور متاع اور دوسرا باطن ہے واسطے قلوب اور نفوس کے جیسے علوم اور معارف اور عارف کا بہرہ اس اسم سے یہ ہے کہ اس کے معنی کی ایسی تحقیق کرے کہ اوسکو یقین کامل ہو جاوے کہ صفت رزاقی کا مستحق سوائے حق تعالی کے کوئی نہیں پس رزق کا انتظار اور توقع اوسی سے کرے اور اپنے کاروبار اوسی پر تفویض کرے اور اوسی پر بھروسہ کرے اور اپنے ہاتھ کو اپنے پروردگار کا خزانہ اور زبان کو وسیلۂ رزق روحی اور جسمی کا درمیان اللہ تعالی اور مخلوق کے صرفِ مال و تعلیم و ارشاد و دعائے خیر میں گردانے کہا امام قشیری نے جس نے پہچان لیا کہ اللہ تعالی ہی رزاق ہے تو اوس کی طرف قصد کرتا ہے اور اوسی پر توکل کرکے تقرب حاصل کرتا ہے۔ کسی نے کسی بزرگ سے سوال کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں فرمایا جب سے میں نے اپنے خالق کو پہچانا ہے کبھی اپنی روزی میں شک نہیں کیا۔ کسی عارف سے پوچھا گیا قوت کیا شے ہے۔ فرمایا ذکر الٰہی۔ اور کبھی بعض کاملین ادنی شے کا سوال کرتے ہیں تاکہ اعلی شے عطا کریں۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے۔ کون جو اللہ تعالی کو قرض حسنہ دے شیخ شبلی نے کسی امیر سے کہلا بھیجا کہ اپنی دنیا میں

Marfat.com

سے کچھ ہماری طرف بھیجدے اوس نے جواب میں لکھا کہ دنیا کو اپنے مولی
سے طلب کرو افرمایا دنیا حقیر چیز ہے اور تو بھی حقیر ہے۔ اس لئے حقیر کو حقیر
سے مانگتا ہوں اور اپنے مولی سے تو سوائے مولی کے کچھ نہ مانگونگا۔ اور یہ
بات اوس کے مخالف نہیں جو وارد ہوا ہے کہ اے موسی مجھ سے سوال کر
حتی کہ آٹے کے واسطے نمک بھی مجھ سے طلب کر۔ کیونکہ مخلوق سے سوال کرنا
اس اعتبار سے ہے کہ اون کے ہاتھوں سے ملتا ہے اور حق تعالی سے
سوال کرنا اس اعتبار سے ہے کہ وہی اسباب وصول کو آسان کر دیتا ہے۔
الفتاح۔ یعنی حاکم درمیان خلائق کے فتح کی معنی حکم کے ہیں کیونکہ حکم امر
متعلق کو دو خصم کے درمیان کھول دیتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے امر
حق کو بیان کر دیا اور باطل کو بھی بتلا دیا رسول اور کتاب اور حجت نقلی و عقلی سے
اس کا مرجع علم کی طرف ہے۔ اور بعض نے کہا جو کہ خزائن رحمت کو
مخلوق پر کھول دیتا ہے۔ یا وہ کہ اپنا انعام بوجہ گناہ کے بند نہیں کرتا اور
اپنی رحمت کو بوجہ نسیان کسی کے ترک نہیں کرتا۔ یا وہ کہ قلوب عارفین کو معرفت
سے کھول دیا اور گنہگاروں پر دروازے مغفرت کے کھولا۔ یا وہ کہ نفوس
پر باب توفیق کو اور اسرار پر باب تحقیق کو کھولا۔ اور حصہ انسان کا
اس میں یہ ہے کہ سعی کرے احسان میں لوگوں پر اور مظلومین کی نصرت
کرے اور اوس شئی کے آسان کرنے میں اہتمام کرے جو مخلوق پر ضروری
امور میں دشوار ہو۔ اور امام قشیری رح نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی
کو فتاح ابواب اور آسان کرنے والا اسباب کا اور اصلاح کرنے والا

Marfat.com

کاموں کا۔ اور کافی واسطے حضور کے جاننے گا اوس کا دل غیر سے متعلق نہوگا اور اوس کی فکر دوسری طرف مشغول نہ ہوگی۔ اور آداب شخص واقف سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم کا اچھا انتظار کرے اور ہمیشہ اوس کے لطف و احسان کا امید وار رہے اور اوس کے حکم کا مطیع رہے اور یقین کرے کہ کوئی اوسکے موخر کو مقدم کرنے والا اور اوس کے مقدم کو موخر کرنے والا نہیں۔ ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موذن تھا آپ کی جاریہ سے کہا کہ مجھکو تجھ سے محبت ہے اوس نے حضرت علی رضؓ سے ذکر کر دیا آپنے فرمایا تو اوس سے کہدے کہ مجھکو بھی تجھ سے محبت ہے پھر مطلب کیا ہے۔ اوس جاریہ نے اوس موذن سے کہدیا اوس نے کہا اب ہم صبر کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان کوئی حکم کرے اوس جاریہ نے یہ مقولہ حضرت علیؓ سے عرض کر دیا آپنے اوس کو بلا کر دریافت فرمایا تو اوس نے سچ سچ عرض کر دیا آپنے فرمایا تو اس جاریہ کو لیجا وہ تیری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں میں حکم کر دیا۔ پس یہ اسم اسماء افعال سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ فتح اور نصرت پیدا کرنے والا اور انہیں معنی میں اِنَّا فتحنا لک فتحا مبیناً ہے

العلیم ۔ یعنی وہ عالم جس کا علم نہایت کامل ہو اور تمام اشیا کے ظاہر و باطن دقیق و جلیل کلیات و جزئیات کا محیط ہو اور یہ اسم صفات ذات سے ہے۔ پس حق تعالیٰ اپنی ذات اور صفات اور اسماء کو جانتا ہے۔ اور اوس شے کو جانتا ہے جو ہوگئی اور جو آئندہ ہوگی اور کسطرح ہوگی اور جو شخص معلوم کرلے کہ اللہ تعالیٰ اوس کے تمام احوال کو جانتا ہے تو اوس کی آزمائش پر صبر کرتا ہے

Marfat.com

اور اوس کی عطا پر شکر کرتا اور اپنی خطا پر استغفار کرتا ہے۔ اور کہا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو شخص اللہ تعالیٰ کو پوشیدہ امور کا علیم جانے اور دلوں کے خطرات کا خبیر سمجھے اور یہ کہ کوئی شے اوس پر حوادث سے کسی حال میں مخفی نہیں تو اوس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرے اور اوس کی ستاری دیکھکر غرہ میں نہ آجائے۔ اور بعض کتابوں میں ہے کہ اگر تم کو نہیں جانتے کہ میں تمکو دیکھتا ہوں تو تمھارے ایمان میں خلل ہے اور اگر جانتے ہو کہ میں تمکو دیکھتا ہوں پس مجھکو اپنے دیکھنے والوں میں کمتر کیوں تصور کرتے ہو۔

القابض۔ الباسط۔ یعنی تنگ کرنے والا رزق وغیرہ کا جس کے جس قدر چاہے اور جس طرح چاہے اور وسیع کرنے والا اوس کا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ قبض کرنے والا ارواح کا ہے موت کے وقت اور اُٹھانے والا اون کا حیات کے وقت۔ یہ دونوں صفات افعال ہیں۔ اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ وہ دلوں کو کبھی قبض کرتا ہے اور کبھی بسط کرتا ہے۔ ساتھ گمراہی اور ہدایت کے اور کبھی خوف اور امید دلاتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ جب جلال سے تجلی کرتا ہے تو تجھکو فنا کر دیتا ہے اور جب جمال سے تجلی فرماتا ہے تو تجھکو غنی کر دیتا ہے۔ اور ان دونوں صفت کا اطلاق ملکر اچھا ہے تاکہ کمال قدرت اور استحکام حکمت پر دلالت کریں۔ اور انسان کا حصہ اس میں یہ ہے کہ دونوں حال کو غور کر کے کسی مخلوق کو معیوب نہ بتلائے اور کسی سے کسی حالت میں

Marfat.com

تسکین نہ پاوے اور کسی بلا میں مایوس نہ ہو جائے اور عطا پر مامون نہوا
اور قبض کو عدل اوس کا سمجھے، اور بسط کو فضل اوس کا جانے اور صبر و
شکر کرتا رہے۔ پس حال و مآل میں راضی بقضائے الٰہی رہے۔ کہا امام
قشیری رح نے کہ یہ دونوں صفتیں عارفین کے قلوب پر پیچھے بعد دیگر آتی ہیں
پس جب خوف غلبہ کرتا ہے تو قلب منقبض ہوتا ہے۔ اور جب امید
غلبہ کرتی ہے تو انشراح خاطر ہوتا ہے اور بندہ کو چاہیئے کہ وقت
قبض تنگ سینہ نہوا اور انبساط اور بے ادبی و بسط کے وقت ترک کرے۔
اَلْخَافِضُ۔ اَلرَّافِعُ ۔یعنی پست کرتا ہے حصہ کو یا بلند کرتا ہے
اوس کو۔ یا پست کرتا ہے کفار کو۔ رسوا اور خوار کرکے اور بلند کرتا
ہے مومنوں کو نصرت اور اعتبار پیدا کرکے۔ یا پست کرتا ہے اپنے
دشمنوں کو بدبخت کرکے اور بلند کرتا ہے اپنے دوستوں کو نیکبخت کرکے
اور حصہ انسان کا اس اسم سے یہ ہے کہ اپنے احوال میں سے کسی حال
پر اور اپنے علوم اور اعمال سے کسی شئے پر اعتماد نکرے۔ اور پیروی
ان دونوں اسم کی یہ ہے کہ انسان اوس شئے کو پست کردے کہ جس
کے پست کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسے نفس اور ہوا
و ہوس اور اوس شئے کو بلند رکھے جسکے بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم
دیا ہے جیسے قلب اور روح ایک شخص کو کسی نے ہوا میں اڑتا ہوا دیکھکر
دریافت کیا کہ یہ بات کیونکر حاصل ہوئی اوس نے جواب دیا کہ میں نے
اپنی ہوا و ہوس کو اپنے قدموں کے نیچے کر دیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

ہوا کو میرے لئے مسخر کر دیا۔

اَلْمُعِزُّ۔ اَلْمُذِلُّ - یعنی وہی عزت دینے والا ہے اور وہی ذلت دینے والا اور اعزاز حقیقی یہ ہے کہ آدمی کو ذلت حاجت اور اتباع شہوت سے خلاصی دیجائے اور اوس کو اپنے نفس پر غالب کر دیا جائے - اور نصیبہ انسان کا ان دونوں اسم سے یہ ہے کہ غیر اللہ سے عزت کا طالب نہو اور سوائے حق تعالےٰ کے کسی کے روبرو ذلیل نہ بنے اور حق اور اہل حق کی عزت کرے اور باطل اور اہل باطل کو ذلیل سمجھے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی بندہ کو ایسی عزت نہیں دی جیسی اوس بندہ کو جس کو نفس کے ذلیل کرنے پر رہنمائی کی ہے اور کسی کو ایسا ذلیل نہیں کیا جیسا کہ اوس بندہ کو جو اپنی عزت کو توہمات سے قائم کیا ہو۔

اَلسَّمِیْعُ۔ اَلْبَصِیْرُ - یعنی بڑا ہی سننے والا اور بڑا ہی دیکھنے والا ہے۔ یہ دونوں صفت منجملہ آٹھ صفات کے ہیں جو ذاتیہ ہیں اور سمع اور بصر علم کے غیر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں صرف سموعات اور مبصرات سے متعلق ہیں۔ اور علم ان دونوں اور ان کے غیر کو بھی شامل ہے۔ ہر چند یہ دونوں صفت علم کی طرف راجع ہیں۔ اور علم سے زائد نہیں ہیں۔ مگر چونکہ علم اجمالی کا بیان کرنا ان دونوں کو تفصیلی علم سے مستغنی نہیں کرتا اس لئے موافق کتاب وسنت کے ان پر بھی ایمان ضرور ہے اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ دونوں صفت باریتعالیٰ میں بذریعۂ کان اور آنکھ کے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو

Marfat.com

آلات کی احتیاج نہیں مخلوق کو ہے۔ اس لئے کہ مخلوق کا علم یقینی جب کامل ہوتا ہے کہ حواس کی طرف منتہی ہو جو شخص نہیں چکھا نہ پہچانا مشہور ہے لیکن علم باریتعالیٰ تمام اشیار کو بلا تفاوت محیط ہے اور وہ کسی آلہ اور حس کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ اور انسان کا حصہ ان دونوں اسم سے یہ ہے کہ بالیقین جانے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے دیکھنے اور سننے کے مقام میں ہے اور اللہ تعالیٰ اوسکو دیکھتا ہے اور اوسکی تمام اصول پر مطلع ہی پس انسان کو ڈرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اوسکو ایسے مقام اور حال میں دیکھے جس سے اوس نے منع فرمایا ہے۔

۲۹ الحکم۔ یعنی وہ ایسا حاکم ہے کہ کوئی اوس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں اور نہ کوئی اوسکے حکم کو تاخیر کرنے والا ہے۔ پس جب انسان نے معلوم کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر تو اوسکی حکم اور امر کا مطیع اور منقاد ہوگا کیونکہ اگر آدمی اپنے اختیار سے راضی بقضا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور قضا کو اوس میں جبراً جاری کرتا ہے اور اگر بخوشی راضی بقضا ہو تو اوس پر اللہ تعالیٰ پوشیدہ طور پر مہربانی فرماتا ہے اور وہ انسان راضی اور مرضی ہو کر زندگانی میں عیش کرتا ہے اور دوسرے کے حکم کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ اوسکو حکم الٰہی پر رضا حاصل ہے جاننا چاہیے کہ چار قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک اصحاب سوابق ہیں جن کی فکر ہمیشہ امور سابقہ میں منحصر رہتی ہے وہ جانتے ہیں کہ حکم ازلی بندہ کے کسب سے متغیر نہیں ہوتا۔ اور دوسرے اصحاب عواقب ہیں جن کی فکر انجام پر منحصر ہے کہ آئندہ کیا ہوگا کیونکہ اعتبار امور کا خاتمہ پر ہوتا ہے اور خاتمہ کا حال پوشیدہ رہتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان صفائی اوقات کے غرہ میں نہ آئے کیونکہ اوسکے

Marfat.com

تحت میں آفات مخفی ہیں۔ اور بعض مریدین ایسے بھی ہوئے جن پر انوار و برکات ارادت روشن ہوئے اور آثار سعادت ظاہر ہونے لگے اور شہرت اون کی آفاق میں پھیلنے لگی اور انہوں نے اپنے آپ کو منجملہ اولیاء اللہ تصور کر لیا یکایک اون کی وہ حالت صفائی کدورت سے بدل گئی۔ اور تیسرے اصحاب وقت ہیں جو سابق اور لاحق کے افکار میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ اپنے وقت کی مراعات رکھتے ہیں اور اوس شئے کو ادا کرتے ہیں جس کا اونکو حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عارف ابن وقت ہے کیونکہ وہ وقت اور حال کو سخت پکڑے ہوئے ہے اور پابند اوقات ہتا ہے۔ اور چوتھی قسم اصحاب شہود کی ہے جن پر ذکر حق کا غلبہ ہے پس وہ مشاہدہ حق میں رعایت اوقات نہیں کر سکتے اون کو اتنی فرصت نہیں کہ وقت و زمان کا لحاظ رکھیں اور شہود حق کو چھوڑ کر شہود اوقات میں مبتلا ہوں۔

العدل ۔ یعنی عدالت میں کامل ہے اور وہ وہ ہے کہ وہی کام کرے جس کا کرنا چاہیئے۔ لفظ عدل اصل میں مصدر ہے قائم مقام صفت کے کیا گیا کیونکہ اطلاق مصدر میں بہ نسبت مشتق کی زیادہ مبالغہ ہے پس صفات افعال سے یہ اسم ہوگا۔ اور بعض نے کہا عدل وہ ہوگا کہ اپنے احکام میں ظلم سے بری اور اپنے افعال میں جور سے منزہ ہو۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل ہونے پر سچی شہادت دے اور اوس کے احکام سے جزع و فزع نہ کرے اور اوس کے کاموں سے دل تنگ نہو

Marfat.com

بلکہ اوس کے احکام اور افعال کے روبرو تسلیم خم کرونے اور اُسی پر توکل اور اعتماد رکھے اور جو کچھ اوس سے صادر ہوا اوس کو حق اور انصاف سمجھے اور جس کی شرع نے اجازت دی ہے اوسی کا استعمال کرے اور اوس کے عدل سے خوف کرتا رہے اور فضل کی امید رکھے اور کبھی نا امید نہ ہو۔ ۹

نا امیدی را خدا گردن زدہ است　　چوں گنہ مانند طاعت آمدہ است

اور افراط و تفریط سے اجتناب کرتا رہے اور اوساط امور کا لحاظ رکھے پس افعال شہوانیہ میں حد شرع سے تجاوز نہ کرے اور افعال غضبیہ میں تہور اور جبانت سے بچتا رہے بلکہ عفت اور شجاعت اور حکمت سے جس کو عدالت کہتے ہیں متصف رہے تاکہ امت وسط میں شامل رہے۔

اسم **اللطیف** ۔ یعنی احسان کرنے والا بندوں پر ایسی اشیاء کا جو دنیا اور دین میں کار آمد ہیں اور مہیا کرنے والا بندوں کے واسطے اون چیزوں کا جن سے اون کی اصلاح ہو ایسے طریق سے کہ بندوں کو علم نہیں ہوتا پس یہ اسم اسمار افعال سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ پوشیدہ اور لطیف امور کا جاننے والا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ ادراک سے خفی ہے اور ابن عطا نے کہا کہ جو شخص گمان کرے کہ اوس کا لطف زائل ہو جاتا ہے پس یہ گمان اوس کے قصور فہم و نظر کا نتیجہ ہے۔ اور اس اسم کے ساتھ تخلق پیدا کرنا یہ ہے کہ مخلوق پر انسان مہربانی رکھے اور اون کو حق کی طرف ہدایت کرے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے لطف سے بندوں پر یہ ہے کہ اون کو زیادہ کفایت سے عطا کیا اور طاقت سے کم تکلیف دیا

137343

Marfat.com

اور یہ بھی لطف الٰہی ہے کہ طاعات پر توفیق دیا اور عبادات کو
سہل کر دیا اور توحید کو قلوب میں محفوظ رکھا اور اوس کو عیوب سے بچایا۔
الخبیر[۳۲] ۔ یعنی باطن اشیاء کا جاننے والا ہے۔ انسان کو چاہیئے
کہ جب وہ معلوم کرے کہ اللہ تعالےٰ اوس کے بھیدوں پر مطلع ہے اور
اوس کے باطن کا بھی علیم ہے تو اوس کے علم پر اکتفا کرے اور اوس کے
مقابل میں دوسرے کا ذکر بھول جائے اور تقویٰ کی باگ مضبوط پکڑ لے اور
گمراہی کے طریق سے ہٹ جائے۔ اور ریا کاری کو ترک کرے اور
اور اخلاص کو لازم پکڑے تاکہ خاصان حق تعالےٰ کے مقام پر داخل ہو
اور اپنے باطن احوال سے غفلت نہ کرے بلکہ اون کی اصلاح میں مشغول
ہو اور قبائح سے اون کو پھیر کر فلاح وصلاح کی طرف لائے اور امور دینی
ودنیاوی سے خبردار رہے اور واجب اور مستحب سے واقف ہو۔
الحلیم[۳۳] ۔ یعنی وہ کہ مومنین پر عذاب جلد نہیں کرتا بلکہ تاخیر کرتا ہے تاکہ
وہ توبہ کر لیں یا وہ کہ غضب اور غیظ اوس کو جلد عقوبت پر برانگیختہ نہیں کرتا
پس مومن کو چاہیئے کہ اوس کی منت کا جو حلم سے ہوی ہے شکر کرے لیکن
اوس کے کرم پر غترہ نہ کر بیٹھے اور چاہیئے کہ غیض وغضب کی
آگ کو حلم سے بجھاوے اور کمال حلم یہ ہے کہ جس نے برائی کی ہو
اوس پر احسان کرے۔
العظیم[۳۴] ۔ یعنی وہ بڑی عظمت والا ہے جس کو عقل وبصیرت ادراک
نہیں کر سکتی۔ پس مرجع اس کا طرف تنزیہ کے ہے پس جب آدمی کی نظر میں

Marfat.com

عظمت الٰہی سما جاتی ہے تو اوس کی نظر میں ہر شے صغیر معلوم ہوتی ہے مگر وہ شئے جس کو تعظیم الٰہی سے نسبت ہے۔ اور نفس اوس کا حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے جبکہ وہ بالکل اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

۳۵ **الغفور**۔ یعنی بہت مغفرت کرنے والا مغفرت کے معنی بندے کی حفاظت کرنیکے ہیں اُس شئے سے جو مستحق عذاب کا کرے بسبب تجاوز کرنے اوس کے گناہوں سے یہ اسم غفر سے مشتق ہے جو بمعنی ستر اور لباس کے آتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ رات اور دن اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب کیا کرے بخصوصاً وقت سحر کے اور اوس شخص کو معاف کیا کرے جو اوس کو ایذا دیتا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ غفار بہ نسبت غفور کے بوجہ زیادتی ایک حرف کے مبالغہ پر دال ہے اور بعض نے کہا ہے کہ غفور میں باعتبار کیفیت کے مبالغہ ہے اور غفار میں باعتبار کمیت کے اور مبالغہ کے معنی کمال کے ہیں جیسا کہ اردو میں مبالغہ خلاف واقعہ زیادتی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں کمال ہے کسی قسم کا نقصان نہیں جیسا کہ صفات مخلوق میں نقصان ہوتا ہے۔

۳۶ **الشکور**۔ یعنی وہ کہ امر قلیل پر اجر جزیل عطا فرماتا ہے۔ پس یہ اسم صفات افعالیہ سے ہے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص نے کسی کو خواب میں دیکھکر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اوس نے کہا میرا حساب ہوا تو حسنات کا پلہ ہلکا تھا۔ یکایک اوس میں ایک پوٹلی گری جس سے وہ پلہ بھاری ہو گیا۔

Marfat.com

میں سے نے دریافت کیا کہ یہ کیا شے ہے جواب ملا کہ یہ خاک کی مٹھی ہے
جو تو نے کسی مسلمان کی قبر پر بوقت دفن ڈالی تھی اور بعض سے نے کہا ہے
کہ شکور کے معنی مطیعین پر نثار کرنے کے ہیں۔ اس حالت میں یہ اسم
صفت کلام کی طرف رجوع کرے گا۔ اور بندہ کا بہرہ اس میں یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر ادن کا حق ادا کرے اور ہمیشہ شکر اور
اطاعت میں مشغول رہے۔ اور آدمیوں کے احسان کا بھی شاکر اور قدردان
ہو کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اوس شخص نے اللہ تعالیٰ کا شکر
نہ کیا جس نے آدمیوں کا شکر نہ کیا۔ غرض منعم حقیقی اللہ تعالےٰ کے سوا
کوئی نہیں البتہ واسطہ کی تعظیم اور شکریہ بھی ضرور ہے اور شکر کی تعریف
یوں مشہور ہے کہ بندہ کا صرف کرنا حسب الحکم تمام خدا کی نعمتوں کو اوس میں
جس کے واسطے وہ مخلوق ہوئیں۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندے مشکور کم ہیں یعنی وہ بندے کم ہیں جو میری نعمت کا اقرار
اور شہادت صادق دیں کیونکہ حقیقت شکر کی یہ ہے کہ شہود منعم میں شہود
نعمت سے غائب ہو جائے۔

العلی ۳۶ - یعنی وہ بڑا ہی عالی رتبہ ہے کہ دنیا کے تمام رتبے اوس کے
رتبہ سے کم ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ علی وہ ہے جس کی ذات ادراک سے
عالی ہو اور اوس کی صفات تصور سے بڑی ہوں اور بعض نے کہا کہ علی
وہ ہے کہ قلوب اوس کے جلال میں حیران ہوں اور عقول اوس کے
وصف کمال سے عاجز ہوں اور انسان کا حصہ اس میں یہ ہے کہ جب وہ

Marfat.com

علوالٰہی کا مشاہدہ کرے تو چاہئیے کہ اوس کی ہمت اوسی کی طرف بلند ہو اور ہر حال میں اپنی ہمت کو اوسی طرف قائم کردے اور اپنے نفس کو اوسکی طاعات اور عبادات ظاہرہ و باطنہ میں ذلیل کرے اور اپنی روح کو علم اور عمل میں صرف کرے تاکہ کمالات انسانی اور حالات قدسیہ اور مراتب علیہ پر فائض ہو کہا امام قشیری رحمۃ اللہ نے کہ اللہ تعالیٰ کا علو ایسا ہے کہ بندوں کی تکبیر اور تعظیم سے بڑائی اوس میں نہیں آتی بلکہ تعظیم الٰہی سے خود بندہ قابل تعظیم ہوجاتا ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت اور علو کو پہچانے گا وہ اوس کی مخلوق کے سامنے ذلیل نہ ہوگا بلکہ تواضع کرے گا۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے واسطے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوس کو ابنا رجنس پر فوقیت دیتا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مومن کو تکبر نہیں مگر عزت ہے اور ذلت نہیں مگر تواضع ہے۔

۳۸ **الکبیر**۔ یعنی بڑے رتبہ والا یا اکمل موجودات کیونکہ وہ قدیم ازلی غنی مطلق ہے اور ماسوا اوس کے حادث ہے اور اوس کی طرف محتاج ہے ایجاد و امداد میں یا وہ مشاہدہ حواس اور ادراک عقول سے برتر ہے۔ پس دونوں صورت میں اسمار تنزیہ سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ اکبر کے معنی یہ ہیں کہ وہ زیادہ برتر اس سے ہے کہ اوس کو اکبر کہا جاوے یا دوسرا اوس کی حقیقت کو معلوم کرسکے اور انسان کا حصہ اس میں یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اوس کی کبریائی کا مشاہدہ کیا کرے یہانتک کہ غیروں کی کبریائی کو بھول جاوے اور علم و عمل میں ایسی کوشش کرے کہ نفس کی تکمیل حاصل ہو

Marfat.com

اور اوس کا کمال دوسروں کی طرف متعدی ہو پس انسان کو چاہیئے کہ
تواضع اختیار کرنے اور انقیاد و احترام کرکے سوء ادب سے احتراز کرے
الحفیظ ۔ یعنی مخلوقات کی نہایت حفاظت کرنے والا کہ جس مدت تک
وہ چاہے اون میں زوال اور خلل نہیں آتا۔ یا وہ بندوں کے اقوال
واعمال کا حافظ ہے اور بندہ کا حصہ اس میں یہ ہے کہ اپنے اعضاء کو
معصیت سے اور اپنے باطن کو ملاحظہ اغیار سے محفوظ رکھے اور تمام
امور میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور حسن قضا و تقدیر پر راضی رہے اور بعض نے
کہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اعضا کی حفاظت کرے گا اللہ
تعالیٰ اوس کے قلب کو محفوظ رکھیگا اور جو کوئی اپنے قلب کی حفاظت
کرے گا تو اللہ تعالیٰ اوس کی کیفیات و اسرار برقرار رکھیگا۔
المقیت ۔ یعنی پیدا کرنے والا قوت بدنی اور رزق معنوی کا اور
اوسکو اجسام وارواح کی طرف پہونچانے والا اور عطا کرنے والا ہے
پس صفات افعال سے ہوگا یا بمعنی مقتدر ہے یا بمعنی شاہد اور مطلع کے
ہے۔ پس صفات ذات سے ہوگا اور بندہ کا حصہ اس میں یہ ہے کہ
مقیت کو پہچان کر قوت کو بھول جائے چنانچہ سہل رضی اللہ عنہ سے
قوت کے معنی دریافت کیئے گئے فرمایا کہ وہ حی لایموت ہے شاید
انہوں نے سبب سے سبب پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کیا پھر
اون سے کہا گیا کہ ہم قوام بدن سے سوال کرتے ہیں فرمایا قوام علم ہے
گویا اونہوں نے قوام جسم سے قوام روح کی طرف رجوع کیا کیونکہ ہر بدن کے

وہی ٹھکانہ ہے جو اوس میں ہے۔ پھر اون سے عرض کیا گیا کہ ہم طعام جسمانی کو دریافت کرتے ہیں۔ فرمایا تجکو جسم کی کیا فکر ہے جس نے اوس کی اول پرورش کی وہی اوس کی آخر میں بھی پرورش کرے گا دیکھو جب کوئی شئے عیب دار ہو جاتی ہے تو اوسے کاریگر کو دیتے ہیں کیونکہ وہی اوسکی اصلاح سے واقف ہوتا ہے گویا وہ اس طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ہم اصلاح باطن کا حکم دئے گئے ہیں اور اصلاح ظاہر مہتم بالشان اس قدر نہیں گو مصلح حقیقی وہی اللہ تعالےٰ ہے۔ حدیث شریف میں بھی وہی وارد ہے کہ آدمی اوس وقت خوب و بہتر ہوتا ہے کہ وہ لایعنی امور کو ترک کر دے پس انسان کو چاہیئے کہ قوت اور قوۃ کا بجز اپنے مولا کے کسی سے طالب نہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شئے نہیں، مگر کہ اوس کے بہت خزانے ہمارے پاس موجود ہیں اور ہم اوس کو نازل نہیں کرتے مگر بقدر معلوم اور یہ بھی انسان کو چاہیئے کہ قوت اوسی کو دی گئی جو اوس کا مستحق ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اول اپنی ذات پر صرف کر پھر عیال کو دے غرض انسان کی عادت نفع رسانی اور ہدایت اور بھوکے کو کھانا کھلانا اور گمراہ کو راستہ بتانا ہونی چاہیئے۔

الحسیب [۱۲]۔ یعنی کفایت کرنے والا یا بندوں کو بقدر کفایت عطا کرنیوالا یا اون کے امور میں کافی اور حسیب مطلق بجز جناب باری کے کوئی نہیں کیونکہ وجود اور بقا اور کمال جسمانی اور روحانی کسی شئے کا بجز حق تعالےٰ کے کسی سے نہیں ہو سکتا۔ پس مرجع اس کا

Marfat.com

طرف فعل کے ہوا - اور بعض نے شرافت اور سرداری دینے والا معنی بتلاے ہیں - پس اس صورت میں اس کا مرجع اسم صفت کی طرف ہے - اور بعض نے بمعنی محاسب کے کہا ہے یعنی حساب لینے والا بندوں سے دن قیامت کے اور بعض نے حسیب کے معنی میں کہا کہ اگر اللہ تعالےٰ تیرے ساتھ ہے تو پھر کس سے توڑتا ہے اور اگر نہیں تو کس سے امید رکھتا ہے - کہا امام قشیری رح نے کہ کفایت اللہ تعالیٰ کی بندہ کے لئے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اوس کے جمیع احوال و اشغال سے کفایت کرے اور بڑی کفایت یہ ہے کہ بندہ کو ارادہ شے کا عطا نہ کرے اور جو شخص جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اوس کو کافی ہے وہ مخلوق کے اعراض سے وحشتناک نہیں ہوتا کیونکہ اوس کو اعتماد اور یقین ہے کہ جو شے اوس کی قسمت میں ہے وہ فوت نہ ہوگی - اگرچہ لوگ اوس سے اعراض کریں اور جو شے اوسکی قسمت میں نہیں وہ اوسکو نہیں ملیگی اگرچہ لوگ اوس کی طرف توجہ کریں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مولائی کو کافی سمجھا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اوسکو راضی کردے گا پھر اوس کی یہ حالت ہوجاوے گی کہ بے سامانی کو سامان پر اور فقر کو غنا پر اختیار کرے گا اور عدم اسباب سے راحت پاویگا بسبب مشاہدہ کرنے تصرف اپنے مولیٰ کے ۔

نقل ہے کہ حضرت فتح موصلی رح رات کو اپنے گھر آئے اور نہ کھانا تھا نہ چراغ پس بہت ہی اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے لگے کہ بلا سبب اور بلا وسیلہ اور بدون استحقاق کے یا اللہ تو نے میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو اپنے دوستوں سے

Marfat.com

کرتا ہے۔

الجلیل ۔یعنی وہ جو کامل طور سے حاوی اور متصف ہے تمام صفات جلالیہ کا اس طرح پر کہ کوئی اوس کے قریب بھی نہیں چہ جائیکہ برابر ہو اور امام فخرالدین رازی رحمۃ نے کہا ہے کہ صفت کمال صفات کی طرف راجع ہے جیسا کہ کبیر عظم ذات کی طرف راجع ہے اور عظیم دونوں کی طرف لیکن ظاہر یہ ہے کہ جلیل موصوف بصفات جلال اور مختص اون کے ساتھ ہے جیسے منتقم اور قہار اور شدید العقاب چنانچہ آیت ذوالجلال والاکرام بھی اسپر دلالت کرتی ہے کیونکہ جلال واکرام میں مقابلہ ہے پس کریم اور عفو اور غفور وغیرہ صفات جمال سے ہیں اور کمال الہی یہ ہے کہ جمال اور جلال کی دونوں صفت کو جامع ہو پس جب انسان کو اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر ہو جائے گا تو ہر عالم میں اوس پر اوس کا اجلال بھی ظاہر ہوگا۔ پس ہیبت اور محبت اور انس اللہ تعالےٰ کے ساتھ زیادہ ہوگا اور اوس کی کتاب اور اوس کے احباب کا احترام کرے گا پس بندہ کو جبکہ وہ اوس اسم سے تقرب حاصل کرنا چاہے تو سوائے اللہ تعالی کے کسی کو اپنا محبوب نہ کرے اور کسی سے بجز حق تعالےٰ کے خوش نہو۔ اور اپنے نفس کو دنارت وزالت سے خالی کرے کیونکہ اجل مخلوقات ہے۔

الکریم ۔یعنی بہت جود وعطا کرنے والا جسکی عطا ختم نہوا ور جس کا خزانہ فنا نہ ہو وہی کریم مطلق ہے اور بعض نے کہا کہ وہ بلا سوال اور بلا وسیلہ کے احسان کرنے والا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ تجاوز کرنے والا ہے

جو عذاب اور عتاب میں انتہا نکرے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ باوجود قدرت کے معاف کرنے والا اور وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور جب عطا کرے تو زیادہ آرزو سے دیوے اور نہیں پروا کرے کہ کسقدر عطا کیا اور کسکو دیا اور جب اوس کے غیر سے حاجت طلب کی جاوے تو وہ راضی نہو اور بعض نے کہا کہ وہ نقصانوں سے منزہ اور خوبیوں سے موصوف ہے اور بندہ کا حصّہ اس اسم سے یہ ہے کہ ایسی ہی عادت اختیار کرے اور بغیر وعدہ کے بھی دیا کرے اور باوجود قدرت انتقام کے معاف کیا کرے اور اخلاق مذمومہ اور افعال موذیہ سے بچا کرے۔

الرّقیب - یعنی حفاظت کرنے والا اشیار کا اسطرح سے اکوئی ذرہ زمین و آسمان میں اوس سے نہ چھوٹے اور بعض نے کہا کہ جو بندوں کے احوال وافعال کا جاننے والا ہے اور سانس اور اوقات عباد کو محیط اور شمار کرنے والا ہے۔ پس مرجع اس کا صفت ذات کی طرف ہوا پس بندہ کو چاہیئے کہ ہر حال میں اوس کا مراقب رہے اور دوسرے کی طرف التفات نکرے اور صرف اپنے اہل وعیال ومتعلقین کی نگاہبانی کرے پس مراقبہ یہ ہے کہ بندہ پر ذکر الٰہی صدق دل سے غالب آجائے اور اوس کو یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اوس پر مطلع ہے۔ لہٰذا بہ حالہا بہ اوسکی طرف رجوع کرے اور اوس سے ڈرتا رہے اور جو شخص اپنے قلب کی نگاہداشت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے انفاس یاد کیا کرے گا اور کوئی سانس بدون یاد الٰہی کے ضائع نکرے یہ نہ ہو کہ ایک لحظہ

اوس کی طاعت سے خالی نہ رہے گا اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ تم لوگ اپنے نفس کا محاسبہ قبل حساب قیامت کرلو۔

المجیب[۴۵] ۔ یعنی وہ کہ بندہ کی دعا قبول کرتا ہے جبکہ وہ دعا کرے اور مضطر کی حاجت روائی موافق استدعا اور تمنا کے کرتا ہے پس بندہ کا حصہ اور تخلیق اس اسم سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کے امر ونہی کی اجابت کرے اور بندگان الہی کے سوال کو پورا کرے اور مہربانی اور نرمی سے اون کو جواب دے امام قشیری رح نے کہا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حیا کرتا ہے اس بات سے کہ بندہ کو خالی ہاتھ لوٹا دے اور جب اللہ تعالے اپنے کسی دوست کی حاجت سے مطلع ہوتا ہے تو اوس کو پورا کر دیتا ہے قبل اس کے کہ وہ اپنی زبان سے سوال کرے اور بسا اوقات خاص بندوں کو اس قدر تنگ حالی ہوی کہ ناامیدی اور یاس کے قریب پہونچ گئی اور گمان کرلیا کہ دعا قبول نہوگی فوراً امداد الہی ایسی ہوی کہ تلافی مافات کردیا مگر بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے جو شے بندہ کے واسطے اختیار کرنا چاہے اوس میں بندہ کی دعا مقبول ہوتی ہے یہ نہیں کہ بندہ کے نفس کی خواہش کے مطابق دعا قبول ہوا کرتی ہے۔ اور اوس وقت میں دعا قبول ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالے چاہے نہ یہ کہ جب بندہ چاہے اوسیوقت دعا قبول ہو پس بندہ کو چاہیے کہ بجز اوس کے کسی شے کا سوال نکرے اور جو شے طلب کرے اوسی سے مانگے حتی کہ آٹے کے واسطے نمک بھی اوسی سے

Marfat.com

طلب کرے اور امام احمد رح کی دعا یہ تھی کہ یا اللہ جس طرح تو نے میرے
چہرہ کو غیر کے سجدہ سے بچایا ہے ایسی ہی میرے مونھہ کو اس سے
بچا کہ میں غیر سے سوال کروں اور حدیث صحیح میں ہے کہ تم اللہ تعالےٰ سے
اوس حال میں دعا کرو کہ تم کو قبولیت دعا کا یقین ہو کیونکہ اجابت دعا ضرور
ہے خواہ فی الحال ہو یا آئندہ ہو اور اس اسم سے تخلق یہ ہے کہ دعوت
کی اجابت کی جاوے اور بلا عذر معقول شرعی کے اوس کو رد کرنا نچاہیئے
الواسع - یعنی کرسی اوس کی زمین و آسمانوں کی وسعت رکھتی ہے اوسکی
رحمت ہر شئے کو پہونچتی ہے اور وہ بڑی رحمت اور عطا والا ہے کہ کوئی شئے
اوس کی عطا سے مستغنی نہیں نہ مبدا میں اور نہ منتہا میں وہی تمام موجودات
اور معلومات اور کلیات اور جزئیات پر حاوی ہے اوس کا علم سب کو
محیط ہے اوس کی برہان بے نہایت ہے ۔ اوس کے غلبہ کی غایت نہیں
اوس کے احسان کی کوئی حد نہیں ، پس انسان کو چاہیئے کہ کشادہ دست
اور غنی نفس ہو اور کسی شئے کے فوت سے اوس کا دل تنگ نہو اور
تحصیل حاجات میں زیادہ اہتمام نکیا کرے اور کہا امام قشیری رح نے کہ بندہ
پر یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جمیع انعام صرف اسباب دنیا کا انتظام
اور دنیوی آرزو کا پورا ہونا اور ہوا و ہوس کا وصول نہیں بلکہ الطاف الٰہی اوس سے
زیادہ ہیں جس سے ترک دنیا نصیب ہو اور بندہ کا تقرب اللہ تعالےٰ
سے بقدر اوس کی دوری کے ہے دنیا سے اور بعض کتابوں میں ہے
کہ سب سے ادنیٰ معاملہ جو اوس عالم کے ساتھ کیا جاتا ہے جو دنیا کی طرف

Marfat.com

مائل ہو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوس کے قلب سے لذت مناجات اور طاعات کو سلب کر لیتا ہے۔

الحکیم[۴۷]۔ یعنی صاحب حکمت اور حکمت کی معنی کمال علم اور مستحکم عمل کے ہیں یا حکیم کے معنی بڑے حاکم کے ہیں یا محکم اور مضبوط اشیاء پیدا کرنے والا پس آدمی کو چاہیئے کہ تکمیل قویٰ علمیہ اور استکمال عملیہ میں سعی کرے اسطرح کہ معرفت الٰہی حاصل کرے اور نفس کو رذیل باتوں سے خالی کرے اور عمدہ خصائل سے آراستہ کرے تاکہ درجات اعلیٰ اور قرب مولیٰ سے مستفیض ہو کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے "یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا" یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس شخص کو حکمت دی گئی گویا اوسکو خیر کثیر عطا کیا گیا اور حکمت عبارت ہے علم کتاب وسنت سے نہ کہ علوم فلاسفہ سے۔

الودود[۴۸]۔ یعنی وہ کہ جمیع مخلوق کی خیر کو پسند کرے اور بعض نے کہا ودود وہ ہے جو اپنے دوستوں کا محب ہو اور یہی اظہر ہے اور بعض نے ودود بمعنی مودود یعنی محبوب لیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ قلوب مخلوق میں محبوب ہے اور جمیع مصنوعات میں مطلوب ہے۔ چنانچہ اہل شہود کے نزدیک بھی یہ ہے کہ عالم میں اوس کے غیر کا وجود نہیں۔ پس وہی محب اور وہی محبوب ہے جیسا کہ وہی حامد اور وہی محمود ہے اور وہی شاہد اور وہی مشہود ہے کوئی دار میں سوائے اوس کے دیّار نہیں۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ خلق کیلئے وہی ارادہ جو اپنے حق میں کرتا ہے اور بقدر قدرت اپنی وسعت کے اونکی

Marfat.com

طرف احسان کرے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ شئے پسند نکرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔ کہا امام قشیری رحمۃ نے معنی ودود کے اوصاف الٰہیہ میں یہ ہیں کہ وہ مومنین سے محبت رکھتا ہے اور مومنین اوس سے محبت رکھتے ہیں اور بندوں سے محبت رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ اونپر رحمت کرتا ہے اور اون کے لئے خیر کا ارادہ کرتا ہے اور اون کی تعریف فرماتا ہے۔ اور بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اوس کے امر کی اطاعت کرتے ہیں اور اوس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اوس سے ڈرتے ہیں یہ سب اوسکی محبت کا ثمرہ ہے جو قلوب عباد میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ وہ تعلق ہے جو کسی کے ساتھ نہیں۔ اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سب سے زیادہ دوست میرا وہ ہے جو میری عبادت بغرض انعام نکرتا ہو بلکہ اس لئے عبادت کرتا ہو کہ ربوبیت کا حق ادا کرے۔

المجید ۴۹ - یعنی وہ وسیع الکرم ہے جس کے کرم کی وسعت نہیں معلوم ہوسکتی اور جس کے احسان اور انعام لگاتار کی انتہا نہیں۔ کہا امام قشیری رحمۃ نے کہ بڑا انعام اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر یہ کیا ہے کہ اون کے توحید اور دین کی محافظت کیا۔ اگر اوس کا لطف واحسان نہوتا تو اوس کے بندے گمراہ ہو جاتے اور یہ بھی بڑا احسان اوس کا ہے کہ دلوں کو محفوظ رکھتا ہے اور اوقات کو پاک صاف رکھتا ہے کیونکہ بڑی نعمت نعمت قلبی ہے

Marfat.com

جیسا کہ بڑی آفت اور محنت آفت قلبی ہے۔ یا مجید یعنی اعلیٰ ذات اور احسن صفات والے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ یعنی عظیم رفیع القدر کے ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ لوگوں سے معاملہ ساتھ کرم وحسن خلق کے کیا کرے تاکہ اون میں معظم ہو اور حق تعالیٰ کے پاس اجر ملے۔

الباعث ۵۰ - یعنی رسولوں کو احکام اور حکمت دیکر امتوں کی طرف بھیجنے والا یا وہ کہ بندوں کو قبور سے واسطے حشر ونشر کے اٹھانے والا ہے اور بعض نے کہا کہ باعث وہ ہے جو اپنے بندہ کی طرف رزق بھیجتا ہے ایسے طریق سے کہ اوس کو گمان بھی نہیں ہوتا اگرچہ وہ کسب نکیا ہو اور بعض نے کہا کہ وہ ہمتوں کو میدان توحید کیطرف برانگیختہ کرتا ہے اور صفات عبد کو ظلم سے پاک کرتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ اول اوس کے جملہ معانی پر ایمان لائے پھر ہمہ تن اوس کے طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اصلاح معاد ہو اور چاہیئے کہ نفوس جاہلہ کو تعلیم اور نصائح کیا کرے اور امور دنیوی سے نفرت دلایا کرے اور امور اخروی کی طرف ترغیب وتحریص دلایا کرے پس اول اپنے نفس سے ابتدا کرے پھر اپنے اقارب واعزہ کو فہمائش کرے۔

الشہید ۵۱ - یعنی وہ علیم ہے ظاہر اشیاء کا اور جن کا مشاہدہ ممکن ہے جیسا کہ خبیر وہ ہے جو باطن اشیاء کا اور جن کا مشاہدہ ممکن نہیں اون کا عالم ہو یا وہ خلائق پر شاہد ہے۔ دن قیامت کے کہا امام قشیری رح نے اہل معرفت بجز اللہ تعالےٰ کے کسی دوسرے مونس کے طالب نہیں بلکہ اوسی کے

Marfat.com

ساتھ راضی ہیں جو اون کے احوال اور امور اور افعال کو جانتا ہے اور کیسے نہ ہوں حالانکہ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ امر کو جانتا ہے اور سرگوشی کو سنتا ہے اور بلا و ضرر کو دفع کرتا ہے اور بھلائی پر بڑا اجر دیتا ہے اور آفت و ہلاکت کو ہٹاتا ہے اور اوسی کے لئے اول اور آخر ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اوس کا بڑا لحاظ رکھے یعنی کبھی اوسکو مقام ممنوع میں نہ دیکھے بلکہ اوس مقام میں دیکھے جہاں اوس نے حکم دیا ہے اور اوس کے علم و مشاہدہ پر اکتفا کرے یعنی دوسرے کی طرف اپنے حوائج کو نہ لیجاوے اور نہ غیر کی طرف مائل ہو اور سچا شاہد بنجائے تاکہ قابل شہادت ہو۔

الحق[۵۲]۔ یعنی وہ جو ثابت ہے اور جس کے وجود کا تیقن ہے اور اوس کے غیر کا تحقق نہیں مگر اوسی کے کہ اوس کے وجود سے۔ اور حق کی ضد باطل ہے جس کے معنی معدوم کے ہیں یا ایسے موجود کے ہیں جو بمقابلۂ حق کے بمنزلۂ موہوم ہے کیونکہ ثابت مطلق حق تعالیٰ ہے اور تمام موجودات اپنی حد ذات میں ممکن ہیں اور بالذات اون کا ثبوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس تمام اشیاء جو سوا اوس کے ہیں اس حیثیت سے باطل ہیں کہ بالذات اون کی کوئی حقیقت نہیں چہ جائیکہ ثبات اور صفات اونکی ہوں پس یہ ان معنی سے صفت ذات ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حق کے معنی محق کے ہیں یعنی ظاہر کرنے والا امر حق کا یا ایجاد کرنے والا اشیاء کا موافق تقاضائے حکمت کے پس یہ اس صورت میں صفت فعل ہے اور

Marfat.com

بندہ کا حصہ اس میں یہ ہے کہ جب وہ معلوم کرلے کہ وہی حق ہے تو اوسکے مقابل میں ذکر خلق کو بھول جائے اور تمام اقوال اور افعال اور احوال میں لازم حق رہے۔

الوکیل ۵۲ - یعنی وہ جو بندوں کے مصالح کا متکفل ہے۔ اور بعض نے وکیل بمعنی موکول الیہ کہا ہے۔ یعنی بندوں کی تمام تدابیر اوس کی طرف سپرد کردی گئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہی ہر شئے کا وکیل اور قائم رکھنے والا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بندے اپنے تمام کام کرنے سے عاجز ہیں کیونکہ کوئی اپنے کام کو دوسرے کی سپرد نہیں کرتا۔ مگر جبکہ خود نہ کرسکے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اون کے حال کو جانتا ہے اور اون کی حوائج پر قادر ہے اور اون پر رحیم ہے تو بیشک وہ وکیل ہوسکتا ہے۔ ورنہ جسمیں یہ صفات نہوں وہ ہرگز وکیل نہیں بن سکتا۔ اور حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وکیل ہونے میں کافی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو اور فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اوسکو وہ کافی ہے پس انسان کو چاہیئے کہ اوس کے بندوں کی حوائج اور مطالب میں مستعد رہے۔

القوی ۵۳ - قوت کا اطلاق چند معنی پر ہوتا ہے ایک قدرت تامہ کاملہ پر اس معنے سے اللہ تعالیٰ قوی ہے اور دوسرے کو قوت نہیں مگر اوسی کی وجہ سے پس بندہ کو چاہیئے کہ تدبیر کو ساقط کردے اور تقدیر سے جھگڑا نہ کرے کیونکہ تقدیر میں تغیر نہیں ہوتا ۔ اور نہ دعوے کرے

Marfat.com

اور افکار دنیا کی پروا نکرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قوت پر اعتماد کرکے قوی رہے اور کسی کی ملامت کا اللہ تعالیٰ کے احکام میں خوف نکرے۔

المتین - یعنی شدید القوۃ پس اللہ تعالیٰ باعتبار کمال اور دوام قدرت کے قوی ہے اور باعتبار شدت قوت کے متین ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ متین بمعنی مستحکم ہے جو دوسرے میں اثر کرے اور دوسرے کا اثر قبول نکرے اور بمعنی غالب ہے جو دوسرے سے مغلوب نہو اور اللہ تعالیٰ اپنی قوت میں کسی مادہ اور سبب کا محتاج نہیں۔ پس بندہ کو اوسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیئے۔

الولی - یعنی اپنے دوستوں سے محبت کرنے والا اور اون کی مدد کرنے والا اون کے دشمنوں پر جو کہ نفس اور ہوا اور منہیات ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ جمیع امور خلق کا متولی ہے جو چاہے اپنی حکمت سے اون میں حکم دے یا فعل پیدا کرے یا اپنے خاص بندوں کا متولی امور ہے کہ اون کو برگزیدہ اور سعید کرتا ہے۔ پس جب بندہ نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ولی مومنین ہے تو دوسرے کو اپنا متولی نہ جانے اور اوس کے غیر مرضی و غیر محبوب سے تعلق قلبی نہ پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ کی ولایت جس بندہ سے ہو اوس کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ اوسکو نیک کاموں کی توفیق ہو اور اگر کبھی کسی بُرے کام کا ارادہ یا قصد بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اوس کو اوس کے ارتکاب سے محفوظ رکھے اور اگر کسی طاعت میں قصور کرنے کی طرف مائل ہو تو اوسکو اللہ تعالیٰ اوس طاعت پر توفیق دیوے

Marfat.com

اور اس کی تائید کرے یہی علامت سعادت ہے اور اوس کے خلاف علامت شقاوت ہے اور ابو علی دقاق رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی کسی شہر کی طرف گزر کرتا ہے تو شہر والوں کو اوس کی برکت پہونچتی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اون کی مغفرت کرتا ہے پس اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے مولے کی عزت اور شوکت میں مستغرق رہتے ہیں اور خصوصیت ولایت سے یہ ہے کہ اہل ولایت ذلت سے پاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اوس کا کوئی کام ذلت سے نہیں ہوتا۔

الحمید - یعنی محمود اور مستحق ثنا کیونکہ وہی ہر کمال سے موصوف ہے اور ہر بخشش کا مولیٰ ہے اور ہر فعل اوس کا قابل تعریف ہے پس وہی محمود مطلق ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اپنی ثنا کی ہے اور بندوں کو بھی ثنا کا الہام کیا ہے پس ہمیشہ مستحق حمد وہی ہے بلکہ حقیقت میں وہی حامد ہے اور وہی محمود، چنانچہ صیغہ فعیل کا ہے جو بمعنی فاعل اور مفعول کے آتا ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ ثناء الٰہی میں ایسا مشغول ہو کہ اپنے نفس کے شکریہ سے بھی غافل ہو جاوے اور حقوق الٰہی میں ایسا مصروف ہو کہ اپنے نفس کے حقوق بھی بھول جاوے اور جمیع احوال میں حمد الٰہی کیا کرے اور صفات حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے حاصل کرنے میں سعی کرتا رہے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ حمد خدا کی جو شکر الٰہی ہے چاہیئے کہ مشاہدہ منعم پر ہو کیونکہ حقیقت شکر ایہ ہے کہ مشاہدہ منعم میں مشاہدہ نعمت کا باقی نہ ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام

Marfat.com

سے نے اپنی مناجات میں عرض کیا کہ الٰہی میں کیسے تیرا شکر کروں کیونکہ میرا شکر کرنا بھی تیری نعمت ہے مجھ پر ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اون کی طرف وحی کی کہ اب تو نے میرا شکر ادا کیا ۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ شکر سے عاجز ہونا شکر ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ درک ادراک سے عاجز ہونا ادراک ہے پھر بہت بندے ایسے ہیں کہ وہ توہم کرتے ہیں کہ ہم ایسی نعمت میں ہیں کہ شکر اوس کا واجب ہے حالانکہ وہ درحقیقت ایسی محنت و مشقت میں ہوتے ہیں کہ صبر اوس پر ضرور ہے کیونکہ حقیقی نعمت یہ ہے کہ انسان کو منعم کی طرف پہونچا دے نہ یہ کہ منعم سے بے پروائی کر دے پس نعمت نہیں ہوتی مگر دینی ۔ ہاں اگر اوس کے ساتھ راحت دنیوی بھی ہو تو نور علیٰ نور و سرور علیٰ سرور ہے چنانچہ سید شاذلی رح کی دعا یہ ہے کہ اے اللہ ہمارے امور کو سہل کر اور ہمارے قلوب اور ابدان کو راحت دے ۔ پس اگر بندہ کو اوس نعمت کے صرف کرنے کی اوس میں توفیق دی جائے جس کے واسطے وہ نعمت پیدا کی گئی ہے تو کیا کہنا ، بہت اچھا ہے ۔ ورنہ وہ نعمت بلا و آفت ہے ۔

المحصی ۔ یعنی جاننے والا اور شمار کرنے والا معلومات کا اور احاطہ کرنے والا موجودات کا اور ضبط کرنے والا اوس شئے کا جسکو اجمالاً یا تفصیلاً ضبط کرتا ہے اگرچہ بندہ بعض ممکنات اور بعض معدودات کا ضبط کر سکتا ہے ۔

لیکن وہ اکثر شے کے ضبط و شمار سے عاجز ہے پس بندہ کا جہل اوس کے

Marfat.com

علم سے زیادہ ہے تو بندہ کو چاہیئے کہ اپنے اعمال نفسانی کا ضبط کرے
اور قبائح اعمال کی تلافی کرے اور بعض سلف نے کہا کہ معنی اوس کے قادر
کے ہیں جس سے کوئی مقدور نہ چھوٹے پس مرجع اس صفت کا طرف
صفت علم یا صفت قدرت کے ہوگا۔ بندہ کو چاہیئے کہ ہر سکون و حرکت
میں اور ہر لحظہ اور لمحہ میں اوس سے غفلت نکرے اور اپنے نفس کا جمیع انفاس
میں محاسبہ کیا کرے اس طرح سے کہ کوئی نفس یعنی دم بلا طاعت آلہی بر آمد
نہو کیونکہ وارد ہوا ہے کہ اہل جنت کو یہی حسرت ہوگی کہ فلاں ساعت ذکر آلہی
سے کیوں خالی رہی۔ اور چاہیئے کہ جب دنیا بھی ایک ساعت ہے تو
اوس میں طاعت کرلے اور اللہ تعالی کی نعمتوں کو جو بندہ پر ہیں شمار کیا کرے
تاکہ اپنے عجز و قصور کا اوس کے شکریہ میں قائل ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ
اگر تم اللہ تعالی کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو اُن کا شمار نکرسکوگے یعنی تم
اون کے شمار کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔ چہ جائیکہ شکر اون کا ادا کرسکو
اور بندہ کو چاہیئے کہ اوقات گزشتہ پر جو غفلت میں منقضی ہوئے ہیں افسوس
کرے کیونکہ وقت سے زیادہ نفیس کوئی شئے نہیں، اس لئے کہ ہر نفیس
شئے کا عوض ہوسکتا ہے۔ مگر وقت کا بدلہ نہیں ہوسکتا، اور وقت مثل
سیف کے ہے اگر اوس کو انسان قطع نکرے تو وہ اسکو قطع کردے گا یعنی
اگر وہ اوسکو عبادت میں نہ گزارے تو وہ اسکو بطالت میں مبتلا کردیگا۔
المُبْدِیُ ۶۹ ۔ یعنی ظاہر کرنے والا کائنات کا عدم سے وجود کی طرف
پس یعنی خالق کے ہوگا، یا ایجاد کرنے والا اشیاء کا بغیر مثال سابق کے

Marfat.com

اور یہ معنی اسم آئندہ کے ساتھ زیادہ مناسب ہیں۔
المُعِیدُ ۔یعنی اعادہ کرنے والا خلق کا بعد حیات کے ممات کی طرف دنیا میں اور بعد ممات کے حیات کی طرف آخرت میں۔ اور کیفیت اعادہ میں اختلاف ہے۔ فرقہ کرامیہ کی ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ جواہر معدوم نہیں ہوتے بلکہ متفرق ہو جاتے ہیں اون کو اللہ تعالےٰ جمع کرکے پہلے طریق پر مرکب کر دیتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جواہر بھی معدوم ہو جاتے ہیں مگر بعض اجزا باقی رہ جاتے ہیں پھر اونکا اعادہ بعینہا ہوتا ہے۔ اور امام غزالی رح نے اعادہ معدوم کے مسئلہ کو ظنی کہا ہے، اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اعادہ معدوم کا بعینہ، اور جمع کرنا متفرق کا حق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر جسد انبیاء کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح شہید بھی زندہ ہیں۔ پس اون کی نسبت اعادہ کے یہ معنی ہیں کہ اون کے ارواح اون کے اجسام میں عود کریں گے۔ اور مبدئ اور معید میں ایسا علاقہ ہے کہ جدائی نہیں جیسا کہ خافض اور رافع معز اور مذل یا محیی اور ممیت اور قابض اور باسط مقدم اور موخر وغیرہ صفات متقابلہ میں۔ پس بندہ کو جب معلوم ہو کہ وہی مبدئ اور معید ہے تو ہر حال میں اوسی کی طرف رجوع کرے کیونکہ ہر شے کی ابتدا اوسی سے ہے اور اوسی کی طرف عود کرنے والی ہے اور وہی ہر موجود کے ظہور سے مقصود ہے۔ اور ہر شے میں اوس کی دلیل دلالت کرتی ہے کہ وہ

Marfat.com

واحد و یکتا ہے - پس بندہ کو چاہیئے کہ اپنی ابتدا کو غور کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو اسی واسطے کہا گیا ہے کہ انتہائی درجہ ابتدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔

المحی[۶۱] **الممیت**[۶۲] - یعنی زندہ کرنے والا اور مارنے والا یہ دونوں اسم صفات افعال سے ہیں۔ جب حضرت عکرمہ بن ابوجہلؓ مشرف باسلام ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو دیکھکر فرمایا یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی یہ اشارہ اس طرف ہے کہ وہی اللہ تعالےٰ جو دلوں کو جہالت، گمراہی، طغوٰ اور باجوں سے مارتا ہے انکو ایمان اور اسلام اور علوم اور معرفت سے زندہ بھی کرتا ہے۔ کہا امام طیبیؒ نے کہ معنی احیار کے پیدا کرنا حیات کا ہے جسم میں، اور معنی امات کے دور کرنا حیات کا ہے جسم سے۔ پس اگر کہا جائے کہ موت عدم حیات ہے اور عدم فاعل کا محتاج نہیں تو جواب یہ ہے کہ عدم اصلی فاعل کو نہیں چاہتا لیکن عدم اضافی اور مقید اور متجدد کے واسطے فاعل کا ہونا ضروری ہے لیکن فاعل عدم کو نہیں کرتا بلکہ اوس شے کو جو عدم کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تم اموات تھے پس اوس نے تم کو زندہ کیا پھر تمکو ماردیگا۔ اس میں دوسری موت کو اپنے فعل کی طرف نسبت کیا اور اول موت کو جس سے مراد عدم اصلی ہے اپنے فعل کی طرف اسی لئے نسبت نہ کیا پس بندہ کو چاہیئے کہ حیات اور موت کی فکر نکرے بلکہ اللہ تعالےٰ کے امر اور قضا و قدر پر سپرد کرے۔

الحی[۶۳] - یعنی حیات ازلی وابدی والا - طیبی نے کہا ہے کہ اکثر ہمارے

اصحاب اور معتزلہ اس طرف گئے ہیں کہ حیات ایک صفت حقیقی ہے جو ذات الٰہی کے ساتھ قائم ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بالذات علم و قدرت ہے اور دوسروں نے کہا کہ معنی حیات کے یہ ہیں کہ اوس سے جاننا اور قدرت رکھنا ممنوع نہ ہو یہ باریتعالیٰ کے حق میں ہے اور ہمارے حق میں تو حیات سے مراد اعتدال مزاج مخصوص بحیوان ہے۔ اور بعض کے نزدیک حیات ایک قوت ہے جو تابع ہے اعتدال مزاج کے اور آمادہ کرنیوالی ہے حس و حرکت ارادیہ پر پس بندہ کا حصہ اس اسم میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مرتے دم تک زندہ رہے کیونکہ اولیاء اللہ نہیں مرتے ہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مت گمان کرو تم اون لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں۔ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں کہا امام قشیری رح نے کہ جب بندہ نے معلوم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ وہ حی ہے جس کو موت نہیں اور عالم اور قدیر بھی ہے تو اب بندہ کا توکل اوس پر صحیح ہوا اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توکل کر تو ایسے زندہ پر جو مرتا نہیں پس تقرب بندہ کا اس اسم کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسا ہو جاوے جیسا کہ مردہ غسال کے روبرو ہوتا ہے اور تخلیق و عادت بندہ کی ایسی ہونی چاہئے کہ قلوب کو انوار معرفت سے اور ارواح کو اسرار مشاہدہ سے زندہ کرے۔

القیّوم ۔ یعنی قائم بالذات اور غیر کو قائم رکھنے والا یہ بمعنی عموم و اطلاق کے سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے پر صادق نہیں آتا کیونکہ قوام اوسکا

بالذات ہے دوسرے پر کسی طرح موقوف نہیں، اور قوام ہر شئے کا اوسی کی بدولت ہے، اس لئے کہ اشیاء کا وجود اور بقا اللہ تعالیٰ ہی کے وجود سے ہے، اور بندہ کا دخل اس میں صرف بقدر استغناعن الغیر وامداد خلق ہے اور مفہوم اس کا لغت جلالی ہے اور صفت فعلی سے مرکب ہے۔ کہا امام قشیری رحہ نے جس نے جان لیا کہ وہی قیوم ہے تو تدبیر اور مشاغل کے کد وتعب سے راحت پایا اور آرام سے زندگانی بسر کیا اور اوس کے قلب میں دنیا کی قیمت زیادہ نہ رہی۔ کہا امام سہروردی رح نے کہ قیوم کو زیادتی اور نقصان اور تغیر عارض نہیں ہوتا اس لئے کہ زیادتی میں غایت کا قصور ہے اور نقصان میں نہایت کا خلاف ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی خالق غایات و نہایات ہے۔

الواجد یعنی پانے والا ہر شے کا اسطرح پر کہ جب ارادہ کرے کسی شئے کا یا طلب کرے اس کو تو وہ اس سے فوت نہیں ہوسکتی۔ اور بعض نے کہا کہ معنی اوس کے غنی کے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ دوسرے معنی پہلے معنی سے عام تر ہیں۔ کہا امام نوری رح نے کہ وجد ایک شعلہ ہے جو اسرار میں پیدا ہوتا ہے۔ پس اعضار خوشی یا حزن سے بوجہ اوس وارد کے مضطرب ہوجاتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وجد وجود نسیم حبیب کا ہے، چنانچہ صوفیوں کی زبان پر یہ حدیث مشہور ہے ہاگرچہ کہ میں نے کتب حدیث میں اسکو نہیں دیکھا ہے کہ میں نسیم رحمٰن کو جانب یمن سے پاتا ہوں۔

Marfat.com

الماجد - مجد سے مشتق ہے جو بمعنی وسعت کرم اور نہایت شرف کے آتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ صفات الٰہی غایت کمال میں ہیں، خواہ صیغہ مبالغہ کا اونمیں ہو، جیساکہ مجید اور علیمؔ، یا نہو، جیساکہ ماجد اور عالم، پس یہ کہنا مناسب نہیں کہ ماجد بمعنی مجید ہے - لیکن مبالغہ مجید میں زیادہ ہے - اور کسی اسم میں تکرار لینا بھی مناسب نہیں. بلکہ پہلے اسم کے مقابل اسکو لایا گیا ہے

الواحد - یعنی وہ اپنی ذات میں متجزی نہیں، اور اوس کی صفات میں کوئی اوس کا نظیر نہیں، اور اوس کے افعال میں کوئی اوس کا شریک نہیں، اور جامع الاصول میں بعد لفظ واحد، کے لفظ احد، بھی موجود ہے - لیکن جامع ترمذی میں یہ لفظ نہیں ہے - اور بعض نے واحد بمعنی متفرد بالذات، اور احد بمعنی متفرد فی الصفات، کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ واحد کا اکثر اطلاق عدم تجزی و انقسام پر ہے اور کبھی بمقابلہ تعداد اور کثرت کے بھی بولا جاتا ہے - لیکن احد کا اطلاق ان معنی پر کثیر ہے - بس اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے کہ وہ برتر ہے اس سے کہ اوس کا مثل ہو اور اوس کی ذات سے تعداد اور اشتراک ہو، احد ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ منزہ ہے ترکیب اور مقدار سے - اور نہیں قبول کرتا تجزی اور انقسام کو واحد ہے، واللہ اعلم - اور کہا طیبیؔ نے کہ واحد اور احد دونوں لفظ وحدت سے مشتق ہیں کیونکہ احد کی اصل وحد ہے واؤ کو ہمزہ سے بدل کر لیا گیا ہے اور فرق لفظی دونوں میں کئی وجوہ سے ہے - اول یہ کہ لفظ احد اثبات میں غیر اللہ پر نہیں استعمال کیا جاتا بس

Marfat.com

اللہ احد کہتے ہیں اور زید احد نہیں کہتے۔ ہاں زید واحد کہتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ احد نفی عام میں مستعمل ہے اور واحد کی نفی کبھی عام نہیں ہوتی چنانچہ لیس فی الدار واحد کہہ سکتے ہیں جس سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ گھر میں ایک نہیں بلکہ دو ہیں اور لفظ احد میں یہ مراد صحیح نہیں ہوسکتی۔ اور تیسرا فرق یہ ہے کہ لفظ واحد سے عدد کا شمار شروع ہوتا ہے اور لفظ احد سے نہیں ہوتا۔ اور چوتھا یہ کہ واحد میں تار تانیث لاتے ہیں احد میں نہیں لاتے۔ اور باعتبار معنی کے بھی دونوں میں چند وجوہ فرق ہے۔ اول یہ کہ لفظ احد میں بہ نسبت واحد کی زیادہ مبالغہ ہے اسلئے کہ احد صیغہ صفت مشبہ کا ہے جو بمعنی ثبات لی جاتی ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ وحدت کا اطلاق کبھی عدم تجزی پر ہوتا ہے اور کبھی عدم مثل ونظیر پر ہوتا ہے۔ چنانچہ وحدت شمس ہے اور واحد کا اطلاق اول معنی پر کثیر ہے۔ اور احد کا استعمال دوسرے معنی میں غالب ہے اسی لئے احد کی جمع نہیں آتی۔

کسی نے احمد بن یحیی سے سوال کیا کہ آحاد جمع احد کی ہے؟ فرمایا معاذ اللہ احد کی جمع نہیں آتی۔ البتہ احاد کو واحد کی جمع لینا بعید نہیں۔ چنانچہ اشہاد جمع شاہد کی ہے اور عدد کی ابتدا احد سے نہیں اور اسی طرف اشارہ کیا ہے جس نے کہا کہ واحد وصل کے لئے ہے اور احد فصل کیلئے پس بندوں کو نعمت پہونچنا واحد کی طرف سے ہے اور عذاب اور تکلیف کا اون سے دور ہونا احد کی طرف سے ہے۔ شاید اسی وجہ سے اس مقام میں

Marfat.com

لفظ واحد پر اکتفا کیا گیا کیونکہ تکلیف کا دور کرنا بھی انعام کا پہونچانا ہے
تیسرا فرق یہ ہے کہ واحد باعتبار ذات کے ہے اور احد باعتبار صفات
کے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ دریائے توحید میں غرق ہوجاوے حتیٰ کہ سوائے
واحد احد کے ازل سے ابد تک کچھ نہ دیکھے۔ اور جنید ی رحمہ نے
فرمایا ہے کہ توحید عبارت ہے قدم کو حدوث سے علیحدہ کرنا۔ اور
بعض نے کہا ہے کہ توحید ساقط کرنا اضافات کا ہے بوجہ ظہور حق کے
اور چاہیئے کہ اپنے قلب کو اللہ تعالےٰ کے واسطے خاص کرلے کیونکہ
حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو محبوب رکھتا ہے
بعض نے کہا ہے کہ وتر سے یہاں قلب منفرد مراد ہے جو خاص اللہ تعالےٰ
کے واسطے ہو، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے کہ جب تیرا محبوب حسن میں یکتا
ہو، اگر تو اوس سے محبت رکھتا ہے تو اوس کے حب میں تو بھی
یکتا بن جا۔

الصمد ۔ یعنی وہ سردار جس کی طرف سرداری کی انتہا ہو۔ اور
بعض نے کہا ہے کہ صمد وہ ہے جس کے جوف اور شکم نہو، جو کہ دوسروں کو
طعام عطا کرے اور خود محتاج طعام نہو۔ اور بعض نے بمعنی معتمد کے
کہا ہے۔ یعنی وہ کہ جس کی طرف قصد کیا جائے۔ مرغوبات میں اور
جس پر اعتماد کیا جائے حوادث میں، اور جو شخص توحید میں راسخ
ہوا اور دینداری میں مستقل رہا کہ کسی شبہ اور کسی بلا سے اوسکو لغزش
نہوئی تو اوسکو اس اسم سے حصہ مل گیا۔ امام قشیری رحمہ نے کہا ہے

Marfat.com

کہ جس کو معرفت الٰہی اس اسم سے نصیب ہو وہ اپنے نفس کو فانی اور زائل جانتا ہے اور مخلوق کو بھی فانی اور قابل انتقال سمجھتا ہے پس دنیا کو ترک کرتا ہے اور حلال میں بھی رغبت نہیں کرتا۔ پھر حرام میں کیونکر کرے گا اور جو شخص اللہ تعالےٰ کو غذا دینے والا یقین کرتا ہے وہ اپنی حاجات کو اوسی کی طرف لیجاتا ہے اور جمیع حالات میں اوپر سچا توکل کرتا ہے۔ پس اپنے رزق میں چنداں اہتمام نہیں کرتا اور جیساکہ حق تعالےٰ نے خلق میں کسی سے مدد نہیں لی۔ ایساہی رزق دینے میں بھی کوئی اوس کا شریک نہیں۔

القادر۔ المقتدر۔ معنی ان دونوں اسم کے ذوالقدرۃ کے ہیں، مگر مقتدر میں زیادہ مبالغہ ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مراد دونوں سے نفی عجز ہے۔ جناب باری سے اوس شئے میں کہ چاہئے اور ارادہ کرے اور قدرت مطلقہ کے ساتھ غیر اللہ کا موصوف ہونا محال ہے۔ اگرچہ اطلاق اس لفظ کا کسی پر ہو مگر قدرت مطلقہ دوسرے کی ہرگز مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بالذات قادر اور مقتدر جمیع ممکنات پر ہے اور اوس کے ماسوا کو بعض اشیا پر بعض احوال میں بوجہ قدرت دینے اللہ تعالیٰ کے قدرت حاصل ہے۔ پس چاہئیے کہ غیر کو قادر نکہا جائے مگر مقید کرکے یا بقصد تقئید۔

المقدم۔ المؤخر۔ معنی دونوں کے قریب کرنیوالے اور بعید کرنیوالے کے ہیں۔ اور جس کو اللہ نے قریب کیا وہ مقدم ہوا اور جسکو اوس نے بعید

Marfat.com

کیا وہ مؤخر ہو گیا اور بعض نے کہا ہے کہ مقدم وہ ہے جو اشیار کے بعض کو بعض پر مقدم کرے یا بالذات مثل تقدیم بسائط کی مرکبات پر یا بالوجود مثل تقدیم اسباب کی مسببات پر یا بالتقرب مثل تقدیم انبیار اور صالحین کی۔ ان کے ماسوا پر یا بالمکان مثل تقدیم اجسام علویہ کی سفلیہ پر یا بالزماں مثل تقدیم بعض قرون کی بعض پر۔ اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ مقدم وہ ہے کہ ابرار کو طرح طرح کی خوبیوں میں مقدم کرے اور موخر وہ ہے کہ فاجروں کو ساتھ اغیار کے مشغول رکھے۔ اور بندہ کا حصہ اس میں یہ ہے کہ اوس کے حکم کا اہتمام اس طرح پر رکھے کہ زیادہ ضروری کو ضروری پر اور ضروری کو غیر ضروری پر مقدم کرے اور درمیان خوف و رجا کے رہے۔

الاول - یعنی وہ کہ جس کی اولیت کی ابتدا نہو۔

الآخر - یعنی وہ کہ بعد فنا اپنی مخلوق کے باقی رہے۔ اور اوسکی آخریت کی انتہا نہو پس اوسی سے ابتدا ہوی اور اوسی کی طرف عود ہے اور وہی مراتب وجود میں مقصود ہے۔

الظاہر۔ الباطن - یعنی وہ کہ جس کے وجود کا ظہور دلائل یقینیہ سے ظاہر ہے اور اس کی ذات کی کنہ عقول ما ہوسے مخفی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہر وہ ہے جس کے دلائل وجود بوجہ خلق آسمان و زمین اور درمیانی اشیا کے ظاہر ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہر وہ ہے کہ ہر شے پر فوق اور عالی ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ

Marfat.com

ظاہر وہ ہے جو بطریق استدلال عقلی کے اس کے آثار افعال وصفات سے پہچانا جائے اور باطن وہ ہے جو خلق کی بصر اور عقل کی نظر سے بوجہ حجاب کبریائی کے مخفی ہو۔ پس اوسکو بصر ادراک نہیں کرتی اور وہم اوس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ باطن اور مخفی شئے کا عالم ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ اپنی نعمت کی وجہ سے ظاہر ہے، اور رحمت کی وجہ سے باطن ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ایک قوم پر ظاہر ہے اس لئے وہ قوم قائل توحید آلہی ہوی، اور ایک قوم سے باطن ہے اسی لئے وہ اوس کے منکر ہو گئے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ اول ہے یعنی ہر شئے کے قبل ہے، اور آخر ہے یعنی ہر شئے کے بعد رہے گا۔

وہ ظاہر ہے ساتھ قدرت کے اور باطن ہے فکر سے اور بعض نے کہا کہ وہ ظاہر ہے بلا قرب کے اور باطن ہے بلا حجاب کے۔ اور شاید آیت میں واو عاطفہ سے مرتبہ جمعیت کی طرف اشارہ ہو تاکہ وہم تناقض رفع ہو جائے۔ اسی لئے بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بوجہ شدت ظہور کے مخفی ہو گیا ہے پس ظہور اوس کا اوس کے بطون کا باعث ہوا اور خود نور اوس کا اوس کے نور کا حجاب ہوا اور جو شئے کہ اپنی حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو اپنی ضد پر منعکس ہوتی ہے۔

اَلْوَالِی۔ یعنی وہ کہ امور اور اون کے آثار کا ساتھ حزن و سرور کے متولی ہے۔

Marfat.com

المتعالی - یعنی علی کے ہے مگر اس میں زیادہ مبالغہ ہے اور بعض نے کہا کہ وہ علو میں منتہی اور نقائص سے پاک ہے۔

البر - یعنی محسن جو کمال احسان کرنے والا ہو کہا امام قشیری رح نے جس پر اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے اوس کی نفس کو مخالفت کرنے سے بچاتا ہے اور اوس کے انس کو طرح طرح کے لطائف سے باقی رکھتا ہے اور اوس کی مراد کو حاصل کراتا ہے اور قلب کو پاک کرتا ہے اور تقویٰ کو اوس کا توشہ کرتا ہے اور اپنے فضل سے تمام مشکلات سے اوسکو بیفکر کرتا ہے۔ پس وہ شخص ایسا بادشاہ ہوتا ہے جو لشکر اور کثرت کا محتاج نہو اور ایسا غنی ہو جاتا ہے جو مال و سامان سے متمول نہو۔

التواب - یعنی وہ کہ ہر گنہگار پر جو ساتھ طاعت کے رجوع کرے ساتھ انعام کے رجوع کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ گنہگاروں کے واسطے اسباب توبہ کے آسان کر دیتا ہے اور اون کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ توبہ کو بار بار قبول فرماتا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ قبول توبہ پر اعتماد رکھے اور نزول رحمت سے ناامید نہو اور مجرموں کی معاف کرے اور عذر کرنے والے کا عذر قبول کرے۔ کہا امام قشیری رح نے کہ توبہ اللہ تعالےٰ کی بندہ پر اوس کو توفیق دینا ہے۔ توبہ پر پس ابتداء توبہ اور اصل توبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اسیطرح توبہ کی تمامی اور انتظام حال و مآل میں اوسی کی جانب سے ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بندہ پر رجوع نکرتا تو اوسکو توبہ کب نصیب ہوتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

Marfat.com

کہ پھر رجوع کیا اون پر اللہ تعالےٰ نے تاکہ وہ رجوع کریں۔
المنتقم ۔ یعنی عاصیوں کو برے فعلوں پر عذاب دینے والا۔ اور بندہ سے انتقام محمود نہیں، مگر جبکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو، اور اوس کے دشمنوں سے ہو۔ اور بڑا دشمن قابل انتقام نفس انسان ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنے نفس سے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے یا طاعت کو ترک کرے انتقام لیا جائے، اسطرح پر کہ اوسکو اوس کے خلاف پر تکلیف دیجائے۔
العفو ۔ یعنی وہ کہ سئیات کو محو کرتا ہے اور گناہوں سے درگذر کرتا ہے اور یہ اسم غفور سے زیادہ ابلغ ہے۔ کیونکہ غفران بمعنی ستر کے ہے اور عفو محو کے معنی دیتا ہے اور اصل عفو کی بمعنی قصد ہے کسی شے کے لینے کا اور چونکہ محو کردہ شے کے ازالہ کا قصد کیا جاتا ہے اسلئے عفو کے معنی محو کیلئے گئے۔ کہا امام قشیری رحہ نے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو عفو جانتا ہے تو اوس سے طلب معافی کرتا ہے اور جو اوس سے معافی چاہتا ہے وہ اوس کے خلق سے معاف کرتا ہے چنانچہ تعلیم باری عزاسمہ بھی یہی ہے وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ یعنی چاہیئے کہ معاف کریں اور روگردانی کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالےٰ تمھاری مغفرت کرے۔
الرؤف ۔ یعنی صاحب رافت اور مہربانی کا۔ رافت کے معنی نہایت رحم کے ہیں اور رحیم سے رؤف ابلغ ہے۔

Marfat.com

نقل ہے کہ ایک شخص اپنے پڑوسی پر جو مر گیا تھا نماز جنازہ نہیں پڑہا کیونکہ وہ شریر تھا اوسکو کسی نے خواب میں دیکھکر کہا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اوس نے جواب دیا کہ بخشدیا اور فرمایا کہ فلاں سے یہ کہدے لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذاً لامسکتم خشیۃ الانفاق یعنی اگر تم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو خوف صرف سے روک لیتے۔

مالک الملک[۸۴] یعنی وہ کہ اپنی مشیت اور ارادہ کو اپنے ملک میں جسطرح چاہے جاری کرے خواہ ایجاد کرے، خواہ معدوم کرے، خواہ باقی رکھے خواہ فنا کردے، کوئی اوس کے حکم کو رد کرنے والا نہو۔ کہا شاذلی رح نے کہ تو ایک دروازہ پر وقفہ کر مگر نہ اس غرض سے کہ تجھپر بہت دروازے کشادہ ہو جائیں، اور ایک بادشاہ کے روبرو خضوع و خشوع کر مگر نہ اس لئے کہ دوسروں کی گردنیں تیرے لئے نیچی ہو جائیں۔

ذوالجلال والاکرام[۸۵] یعنی وہ کہ ہر شرف اور ہر کمال اوسی کے لئے ہو۔ اور ہر خوبی اور بزرگی اوسی کی جانب سے ہو، پس جلال اوسکی ذات میں ہے، اور اکرام اوس کا اوسکی مخلوقات پر فائض ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ یا ذوالجلال والاکرام پڑہا کرو، بعض نے کہا اس لئے کہ وہ اسم اعظم ہے جب اس سے دعا کی جائے اللہ تعالےٰ قبول کرتا ہے۔

المقسط[۸۶] یعنی عدل وانصاف کرنے والا، اور جور وستم کو دور کرنیوالا

Marfat.com

اور مظلوم کا بدلہ ظالم سے لینے والا، اور ضعیفوں سے ظالموں کی سختی کو دفع کرنے والا۔

الجامع [۸۷] ۔ یعنی جمع کرنے والا حقائق مختلفہ اور متضادہ کو عالم انفس وآفاق میں۔ اور بعض نے کہا کہ وہ جامع ہے تمام اوصاف حمد وثنا کا۔ پس جو شخص علم وعمل کو جمع کیا اور کمالات نفسانیہ کو آداب جسمانیہ سے موافق کر لیا اوسکو اس اسم میں سے حصہ ملگیا۔ امام قشیری رح نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلوب اولیاء اللہ کو طرف مشاہدہ تقدیر کے جمع کیا، تاکہ اون کو اسباب تفرقہ سے خلاصی دے اور زندگانی اون کی تلخ نہو کیونکہ مومن کا عیش و راحت بجز لقاء الٰہی کے کچھ نہیں پس وہ واسطوں پہ نظر نہیں کرتا۔ اور حادثات کو تقدیر سے دیکھتا ہے پس نعمت ہوں تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اونکا معطی ہے، اور اگر تکالیف ہوں تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اون کا دور کرنے والا ہے۔

الغنی [۸۸] ۔ یعنی وہ اپنی ذات اور صفات میں ہر شئے سے مستغنی ہے۔

المغنی [۸۹] ۔ یعنی وہ کہ جس بندہ کو چاہے غنی کر دیوے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ غنی کرنے والا خاص بندوں کا ہے ماسوا سے باینطور کہ اون کو بجز اوس کے کسی کی طرف حاجت نہیں۔ کہا امام قشیری رح نے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو بعض سے درحقیقت غنی کرتا ہے کیونکہ احتیاج بجز اوس کے کسی طرف نہیں۔ پس جو شخص حق تعالیٰ

Marfat.com

کی طرف اشارہ کرے پھر حوائج میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرے، تو اللہ تعالیٰ اوسکو احتیاج الی الخلق میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اون کے دل سے ترحم کو نکال لیتا ہے۔ اور جو شخص اپنی احتیاج کو خدائے تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہو اور صدق دل سے اسی کی طرف رجوع کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اوسکو اوس کے گمان سے زائد غنی کرتا ہے اور اوس کے امید سے زیادہ کے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندوں کو غنی کرنا دو قسم کا ہے ایک یہ کہ اونکو زیادتی مال کی وجہ سے غنی کردے، دوسرے یہ کہ اون کو صفائی احوال کی وجہ سے غنی کرے۔ اور غنی حقیقی وہی لوگ ہیں جن کا دل غنی اور حال صاف ہو۔

المانع یعنی دفع کرنے والا اسباب ہلاک ونقصان کا بدن اور دین میں، یا حفاظت کرنے والا اپنے اولیاء کا، اور مدد کرنے والا مقبول بندوں کا یا وہ کہ منع کرے اوسکو جو مستحق منع ہے۔ کہا امام قشیریؒ نے کہ منع وصف باری میں بمعنی منع بلا کے ہے۔ اپنے اولیاء سے یا بمعنی منع عطا کے ہے جس سے چاہے، خواہ دوست ہوں، یا دشمن اور وہ کبھی آرزو اور خواہش کو نفوس عوام سے منع کرتا ہے، اور ارادہ اور اختیار کو قلوب خواص سے منع کرتا ہے۔ اور یہ بڑی نعمت ہے جسکے ساتھ مقربان بارگاہ الٰہی مخصوص ہیں۔

الضار۔ النافع۔ یہ دونوں بمنزلہ وصف واحد کے ہیں یعنی وہ قدرت جو ضرر اور نفع کو شامل ہو، یا وہ پیدا کرنے والا

Marfat.com

ضرر اور نفع کا ہے، یا وہ کہ جس سے ضرر اور نفع بالواسطہ یا بدون
واسطہ صادر ہو۔ کہا امام قشیریؒ نے کہ دونوں وصف کے معنی میں اشارہ
طرف توحید کی طرف ہے، یعنی وہ ایسا ہے کہ اوس کے ملک میں کوئی
شے حادث نہیں ہوتی، مگر اوس کی حکمت اور ارادہ اور مشیت سے
پس جس نے اوس کا حکم تسلیم کرلیا وہ آرام سے زندگانی کیا، اور
جس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا وہ ہر آفت اور بلا میں پڑگیا۔ اور
حدیث قدسی ہے کہ میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں، مگر میں جس نے
میرا حکم مانا اور میری بلا پر صبر کیا، اور میری نعمت پر شکر کیا، وہ
میرا سچا بندہ ہے۔ اور جس نے میرا حکم نہ مانا، اور میری بلا پر صبر
نکیا، اور میری نعمت کا شکر نہ بجالایا، اوسکو چاہیئے کہ دوسرا
رب میرے سوا طلب کرلے۔

النور ۹۳ - یعنی وہ جو خود ظاہر اور اپنے غیر کو ظاہر کرنے والا ہے
اور بعض نے کہا کہ نور وہ ہے جس کے نور سے نابینا بینا ہو۔

الھادی ۹۴ - یعنی وہ کہ ہر شے کی خلقت کو عطا کرے، پھر خاص
خلق کو اپنی ذات کی معرفت کیطرف ہدایت کرے اور وہ اوس کی وجہ سے مصنوعات
کو شناخت کریں۔ پس اول معرفت اونکی ساتھ حق تعالے کے ہو
پھر غیر اللہ کو اوس کی معرفت سے معلوم کریں۔ اور عام مخلوق کو
اپنی مخلوقات کی طرف ہدایت کیا تاکہ اوسکی ذات وصفات کو پہچانیں
پس اول معرفت اون کی ساتھ افعال کے ہے پھر افعال سے ترقی

Marfat.com

کر کے فاعل کی معرفت تک پہونچتے ہیں، یہ دوسرا شخص مرید کہلاتا ہے، اور پہلے کو مراد کہتے ہیں۔

البدیع ۹۵ - یعنی مبدع جو ایسی شے ایجاد کرے جس کی مثل پہلے نہوئی ہو، یا وہ کہ اشیاء کو عدم سے وجود میں لایا، یا وہ کہ جس کا مثل نہو، پس وہ مطلقاً بدیع ہے۔ کیونکہ اوس کا کوئی مثل ذات میں نہیں اور نہ کوئی اوس کی نظیر صفات میں ہے اور بعض نے کہا کہ جو شخص اپنے نفس پر طریق مسنون کا حکم کرے قول اور فعل میں وہ حکمت کا گویا ہو جاتا ہے، اور جو اپنے نفس پر خواہش نفسانی کا قول و فعل میں حکم کرے وہ بدعت کا گویا ہو جاتا ہے۔ کہا امام قشیری رح نے کہ اصول ہمارے مذہب کے تین ہیں۔ ایک اقتدا کرنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاق اور افعال میں، دوسرا اکل حلال اور صدق مقال، تیسرے اصل اخلاص نیت ہے تمام اعمال میں۔ اور فرمایا کہ جو شخص بدعتی کے ساتھ مداہنت اور موافقت کرے، اللہ تعالیٰ سنت کی لذت اور حلاوت اوس کے عمل سے سلب کر لیتا ہے، اور جو شخص بدعتی کو دیکھکر خوش ہوا وس کے قلب سے اللہ تعالےٰ نور ایمانی نکال دیتا ہے۔

الباقی ۹۶ - یعنی دائم الوجود جو فنا کو قبول نکرے، کہا امام قشیری رح نے حقیقت باقی کی وہ ہے کہ جس کے لئے بقا ہو، اور نہیں جائز ہی کہ باقی ساتھ بقائے غیر کے باقی ہو، اور یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ

Marfat.com

مخلوق کا موصوف بصفات حق تعالیٰ ہونا جائز نہیں۔ پس نہیں جائز ہے کہ بندہ عالم بعلم حق، اور قادر بقدرت حق۔ اور سمیع بسمع حق اور بصیر بہ بصر حق ہو، اور نہ باقی بہ بقائے حق ہو سکتا ہے، کیونکہ صفت قدیمہ کا قیام ساتھ ذات حادث کے جائز اور ممکن نہیں جیسا کہ نہیں جائز ہے کہ صفت حادث ساتھ ذات قدیمہ کے قائم ہو، اور اس مضمون کا یاد رکھنا اصل توحید ہے۔ اس لئے کہ بہت آدمی جنکو علم اور تحقیق حاصل نہیں یہ کہتے ہیں کہ بندہ ساتھ بقائے حق کے باقی، اور ساتھ سمع حق کے سمیع، اور ساتھ بصر حق کے بصیرا ہو جاتا ہے، حالانکہ ایسا خیال اور دعوے دین و اسلام سے بندہ کو بالکل خارج کر دیتا ہے۔ وہ لوگ اس بیہودہ کلام کی تائید میں اکثر وہ حدیث لاتے ہیں جو مروی ہے کہ جب میں بندہ سے محبت کرتا ہوں، تو اوس کا سمع اور بصر ہو جاتا ہوں، پس وہ بندہ میرے سبب سے سنتا ہے، اور میرے سبب سے دیکھتا ہے۔ مگر اون کی حجت ظاہر حدیث سے نہیں نکلتی کیونکہ حدیث میں یہ نہیں آیا ہے کہ میری سمع سے بندہ سنتا ہے، اور میری بصر سے بندہ دیکھتا ہے، بلکہ بی یسمع و بی یبصر فرمایا ہے۔ کہا علامۂ نصر آبادی نے کہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اپنی بقار سے بندہ باقی ہوتا ہے ابقار الٰہی سے اور یہ کلام اُنکا نہایت محققانہ ہے۔

۹۵ **اَلْوَارِث** ۔ یعنی باقی بعد فنائے عباد و خراب بلاد کے، جبکہ

فرمائے گا لمن الملک الیوم لِلّٰہ الواحد القہار ہ پس
تمام املاک بعد فنائے مالکین اوسی کی طرف رجوع کرینگی یہ کلام
عوام الناس کے سمجھانے کا ہے ، ورنہ حقیقت میں وہی بادشاہ اور
مالک علی الاطلاق ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ایسا وارث ہے
جو بلا توریث کسی کے وارث ہو اور وہ ایسا باقی ہے جس کے ملک
کی انتہا نہو۔

الرشید ۹۸ - یعنی وہ کہ جس کی تدابیر بلا مشورہ دوسرے کے نہایت
مقصود کو پہونچ جائیں - پس اوسی نے خلق کو اون کے مصالح کی
طرف ہدایت کی - پس رشید بمعنی مرشد ہوگا اور اللہ تعالےٰ کا ارشاد
بندہ کے حق میں ہدایت کرنا اوس کے نفس کا ہے ، اپنی طاعت
کی طرف اور اس کے قلب کا ہے ، اپنی معرفت کی طرف اور اسکی
روح کا ہے اپنی محبت کی طرف ، اور اس کے سر کا ہے ،
اپنے قرب کی طرف اور جسکو اللہ تعالےٰ اصلاح نفس کی ہدایت
کرتا ہے اوسکی علامت یہ ہے ، کہ اوسکو توکل کرنے پر الہام کرتا ہے
کہ وہ اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کیطرف تفویض کر دیتا ہے -

الصبور ۹۹ - یعنی وہ کہ گنہگاروں کے مواخذہ اور عذاب میں جلدی
نکرے اور یہ معنی قریب ہیں معنی حلیم سے اور فرق یہ ہے کہ گنہگار کو
صبور کے عذاب سے امن نہیں ہوتا جیسا کہ صفت حلیم میں امن ہوتا ہے
اور بعض نے کہا کہ صبور وقت کے پہلے فعل میں جلدی نہیں کرتا اور فرق

Marfat.com

دونوں میں یہ ہے کہ صبور جانتا ہے کہ آخرت میں عذاب دے گا برعکس حلیم کے اور صبر سے مراد مطلق درنگ ہے۔

یہ جملہ ننانوے اسمار الہٰی ہیں جو ترمذی اور دعوات کبیر اور مستدرک اور صحیح ابن حبان میں روایت کئے گئے ہیں۔ اور ابن ماجہ نے بھی اونکو روایت کیا ہے، لیکن دونوں روایت میں تقدیم و تاخیر اور تبدل و تغیر کا فرق ہے اسی لئے حفاظ نے اختلاف کیا ہے کہ ان اسمار کی ترتیب اور تعداد راوی کی طرف سے ہے، یا مرفوع ہے، اور راوی کی طرف سے تعداد اسمار کا درج ہونا راجح ہے۔ لیکن روایت موقوف جو قیاسی نہو، حکم مرفوع میں ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ کوئی اسم ان اسمار مذکورہ سے نہیں مگر کہ کتاب اللہ اور حدیث صحیح میں اوس کا ثبوت ہے سوائے لفظ صبور کے کہ وہ سوائے اس حدیث کے کہیں نہیں پایا گیا، البتہ ایک حدیث میں وارد ہے، کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر نہیں اوس ایذا پر جو مخلوق سے سنتا ہے۔ حضرت امام جعفر رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سورۂ فاتحہ میں پانچ اسم ہیں، یا اللہ[1] یا رب[2] یا رحمٰن[3]۔ یا رحیم[4]۔ یا مالک[5] اور سورۂ بقر میں تینتیس (۳۳) اسم ہیں۔ یا محیط[1] یا قدیر[2] یا علیم[3] یا حکیم[4] یا علی[5]۔ یا عظیم[6]۔ یا تواب[7]۔ یا بصیر[8]۔ یا ولی[9]۔ یا واسع[10]۔ یا کافی[11]۔ یا رؤف[12] یا بدیع[13]۔ یا شاکر[14]۔ یا واحد[15]۔ یا سمیع[16]۔ یا قابض[17]۔ یا باسط[18]۔ یا حی[19]۔ یا قیوم[20]۔ یا غنی[21]۔ یا حمید[22]۔ یا غفور[23]۔ یا حلیم[24]۔ یا الٰہ[25]۔

Marfat.com

یا قریب۔ یا مجیب۔ یا عزیز۔ یا نصیر۔ یا قوی۔ یا شدید۔ یا سریع
یا خبیر۔ اور آل عمران میں چھ اسم ہیں یا وھاب۔ یا قائم۔ یا صادق۔
یا باعث۔ یا منعم۔ یا متفضل۔ اور سورۂ نساء میں چھ اسم ہیں
یا رقیب۔ یا حسیب۔ یا شہید۔ یا مقیت۔ یا وکیل۔
یا کبیر۔ اور سورۂ انعام میں چار اسم ہیں۔ یا فاطر۔ یا قاھر۔ یا لطیف
یا برھان۔ اور اعراف میں دو اسم ہیں۔ یا محیی۔ یا ممیت۔ اور
انفال میں دو۔ یا نعم المولیٰ۔ یا نعم النصیر۔ اور سورہ
ہود میں چار ہیں۔ یا حفیظ۔ یا مجید۔ یا ودود۔ یا فعال لما یرید
اور رعد میں دو۔ یا کبیر۔ یا متعال۔ اور سورۂ ابراہیم میں دو۔
یا منان۔ یا وارث۔ اور سورۂ حجر میں ایک اسم ہے۔ یا خلاق
اور سورۂ مریم میں ایک ہے۔ یا فرد۔ اور سورہ طٰہٰ میں ایک ہے۔
یا غفار۔ اور سورۂ قد افلح میں ایک ہے یا کریم۔ اور سورۂ نور میں
دو ہیں۔ یا حق۔ یا مبین۔ اور فرقان میں ایک ہے۔ یا ھادی
اور سبا میں ایک ہے یا فتاح۔ اور زمر میں ایک ہے۔ یا عالم۔ اور
غافر میں چار ہیں۔ یا غافر۔ یا قابل التوب۔ یا ذا الطول۔ یا رفیع
اور ذاریات میں تین ہیں۔ یا رزاق۔ یا ذا القوۃ۔ یا متین۔
اور طور میں ایک ہے۔ یا بر۔ اور اقتربت میں دو ہیں۔ یا ملیک
یا مقتدر۔ اور سورۂ الرحمن میں پانچ ہیں۔ یا ذا الجلال والاکرام
یا رب المشرقین والمغربین۔ یا باقی۔ یا مہیمن۔ اور سورۂ

Marfat.com

حدید میں چار ہیں۔ یا اوّل۔ یا آخر۔ یا ظاہر۔ یا باطن۔ اور حشر میں دس ہیں۔ یا ملک۔ یا قدوس۔ یا سلام۔ یا مومن۔ یا عزیز۔ یا جبار یا متکبر۔ یا خالق۔ یا باری۔ یا مصور۔ اور بروج میں دو ہیں یا مبدی۔ یا معید۔ اور فجر میں ایک ہے۔ یا وتر۔ اور اخلاص میں دو ہیں۔ یا احد۔ یا صمد۔ جاننا چاہیے کہ علمائے اسلام کا اسپر اتفاق ہے، کہ ایسے اسمار اور صفات کا اطلاق، باریتعالیٰ پر جائز ہے۔ جن میں شارع کی طرف سے اذن اور اجازت ہے، اور اون اسما، اور صفات کا اطلاق منع ہے۔ جن میں ممانعت کی گئی ہے اور جہاں اذن اور منع نہو۔ اوس میں اختلاف ہے۔ بشرطیکہ جناب باریتعالے اون معنی سے موصوف ہو۔ اور اون اسما سے بھی نہوں جو سب زبانوں میں جناب بارے تعالیٰ کے واسطے موضوع ہیں کیونکہ ان کے جواز اطلاق میں کسی کو کلام نہیں، اور نہ اون کا اطلاق موہم نقص ہے، بلکہ اون سے مدح ظاہر ہوتی ہے۔ پس جمہور اہل حق نے اسکو مطلقاً منع کیا ہے، کیونکہ اس میں خطرہ ہے۔ اور معتزلہ نے جائز رکھا ہے، اور قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ جو لفظ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو کہ وہ معنی حق تعالے میں ثابت ہوں تو اوس کا اطلاق جائز ہے۔ بشرطیکہ اوس میں ایسے معنی کا وہم نہوتا ہو، جو حق تعالے کے لائق نہوں۔ اور امام غزالی رح نے صفت کا اطلاق جائز رکھا ہے اور اسم کا اطلاق منع کیا ہے، اور متاخرین رح نے مذہب جمہور اختیار کیا ہے

اور کہا ہے کہ جیسا اسم وارد ہوا اُس میں تغیر کرنا روا نہیں۔ مگر تعریف و تنکیر میں خواہ اسمیں ایہام ہو، جیسے صبور و شکور و جبار، یا ایہام نہو جیسے قادر و عالم غرض جس صفت اور اسم کی نسبت کتاب و سنت صحیحہ اور اجماع وارد ہوا اُس کا اطلاق جائز ہے۔ چنانچہ صانع و موجود و واجب و قدیم و علت کا اطلاق بالا جماع ہے اور بعض نے صانع و قدیم کو سمعی کہا ہے مثل حنان و منان کے لیکن فعل اور مصدر کا وارد ہونا اطلاق وصف کے لئے کافی نہیں، اس وجہ سے لفظ حارث و زارع و رامی، و ستہزی، و منزل، و ماکر، کا اللہ سبحانہ پر اطلاق جائز نہیں۔ اور بعض اسمار ایسے ہیں جن کا اطلاق غیر پر جائز نہیں۔ جیسے اللہ اور رحمن، اور بعض کا غیر پر بولنا جائز ہے۔ جیسے رحیم، اور کریم۔ اور بعض اسمار ایسے ہیں جنکا ذکر تنہا تنہا جائز ہے۔ بلکہ اکثر اسما اسیطرح ہیں اور بعض کا ذکر تنہا جائز نہیں، جیسے ممیت، اور ضار، کیونکہ یا ممیت اور یا ضار، کہنا درست نہیں۔ بلکہ یا محی یا ممیت، اور یا نافع یا ضار، کہنا مضائقہ نہیں۔ لیکن ایک کم سو ۹۹ میں اسمائے الٰہیہ کا حصر نہیں، البتہ ننانوے ۹۹ اسمار ایسے ہیں، جن کو یاد رکھنے سے اور مقتضائُن کے اپنا حال کرنے سے جنت کا وعدہ ہے بلکہ بعض نے ہزار اسم، اور بعض نے چار ہزار اسم باری تعالیٰ بتلائے ہیں۔ اور بعض صوفیہ سے غیر تناہی ہونا منقول ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسمائے الٰہیہ توقیف خاص پر موقوف نہیں، بلکہ بدون اس کے بھی اطلاق جائز ہے، بشرطیکہ غور و تامل کر لیا جائے اور نہایت سعی کی جائے کہ ایسے الفاظ ہوں جن سے غایت درجہ کی تعظیم نکلتی ہو، اور نقص اور عیب کے

Marfat.com

وہم سے محفوظ ہوں۔ کیونکہ ہمکو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے کا اقوال اور افعال میں حکم دیا گیا ہے، اور کوئی حد ہمارے لئے اوس میں نہیں لگائی پس جبکہ اطلاق میں تعظیم باریتعالےٰ ہو تو اس کا اذن سمجھنا چاہیئے۔ اور تکلیف بقدر طاقت و وسعت ہے لہذا تعظیم میں حتی الامکان سعی کرنے سے رفع حرج ہوجاتا ہے، اور یہ اسمار مذکورہ ترمذی کی روایت کے بمنزلہ اجماع شدہ کے ہیں لہذا دعا وغیرہ میں انکو لانا بہت مناسب ہے۔ یہ سب اسمار حسنیٰ میں داخل ہیں، اور جو معنی ان کے باری تعالیٰ کے واسطے لئے جاتے ہیں وہ معنی غیر اللہ پر اطلاق کرنے سے ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ اس میں اور اُس میں سواد و بیاض کا فرق ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا علم ایسا ہے، کہ خلق کے علم کو اُس علم سے کچھ مناسبت نہیں، اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کمالات کی معرفت کما ینبغی نہیں کرسکتا بلکہ عارفین کی معرفت کی انتہا یہ ہے کہ معرفت سے عاجز ہیں، اور معرفت اُن کی درحقیقت یہ ہے کہ ان کو پوری معرفت حاصل نہیں پس جب اس امر کا انکشاف انکو ہوگیا عارف بن گئے اور مقام انتہا پر پہنچگئے جو مخلوق کو معرفت الٰہی میں ہونا چاہیئے اور انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء اللہ کو مدارج معرفت میں تفاوت بسبب وقوف عجائب ملکوت آسمان و زمین و خلق ارواح و اجسام کے ہے، اوسوقت معرفت میں اسماء و صفات کے متفاوت ہوسکتے ہیں مثلاً یہ جاننا کہ زید عالم ہے اُس جاننے کے برابر نہیں جسمیں علوم زید مفصل معلوم ہوں البتہ باعتبار اطلاق کے بعض اسما مختص اور بعض غیر مختص ہوگئے ورنہ باعتبار معنی فرد کامل کے کل اسما مختص ہی ہیں پس لات کو لفظ اللہ سے اور عزے کو لفظ عزیز سے مشتق کرنا اور بتوں کا نام رکھنا الحاد اور کفر ہے۔

Marfat.com

فصل اول بحث وجود میں

جاننا چاہئے کہ ہر اہل وجود کے نزدیک نفس وجود قطع نظر دوسرے اوصاف کے وجود خارجی اور وجود ذہنی کے غیر ہے کیونکہ یہ دونوں مطلق وجود کے انواع مین سے ہیں۔ پس نفس وجود قید اطلاق اور تقیید سے منزہ ہے۔ بلکہ نفس وجود نہ کلی ہے نہ جزئی، نہ عام ہے، نہ خاص، اور نہ واحد ہے اس وحدت کے ساتھہ جو ذات سے علاوہ ہو، اور نہ وہ کثیر ہے۔ بلکہ یہ اشیاء اس وجود کو باعتبار اسکے مراتب اور مقامات کے لازم ہین، جنپر اس قول مین متنبہ کیا گیا ہے، رفیع الدرجات ذوالعرش۔ پس وہ وجود مطلق بھی ہوجاتا ہے، اور مقید بھی، اور کلی، اور جزئی، اور عام، اور خاص، اور واحد، اور کثیر بھی مگر کوئی تغیر اُس کی ذات اور حقیقت مین حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ وجود جوہر نہیں، کیونکہ جوہر وہی جو خارج میں موجود ہو، اور محتاج محل نہو یا جوہر ایسی ماہیت ہے کہ اگر خارج میں پائی جائے تو محل کی محتاج نہو، اور نفس وجود ایسا نہیں ہے۔ ورنہ وہ مثل دوسرے جواہر کے ہوتا، جو وجود زائد، اور لوازم وجود کے محتاج ہیں، اور نہ وہ وجود عرض ہے کیونکہ عرض وہ ہے جو خارج مین کسی محل مین موجود ہو، یا عرض ایسی ماہیت ہے کہ اگر خارج مین پایجائے تو محل کی محتاج ہو، اور وجود توان معنون سے موجود نہیں۔ کہ اُس کے لئے وجود زائد ہو۔ چہ جائیکہ وہ وجود کسی محل مین ہو، بلکہ وجود کی موجودیت بوجہ عین اسکے اور ذات اس کے ہے، نہ بوجہ دوسرے امر کے جو اُس وجود کے مغائر ہو عقل مین، یا خارج میں۔ اور نیز اگر وہ وجود عرض ہوتا، تو محل کیساتھہ قایم ہوتا، اور محل قبل وجود موجود ہوتا، پس تقدم شئے کا اپنے نفس پر لازم آتا جو کہ محال ہے۔ اور نیز وجود

Marfat.com

جوہر و عرض کا جوہر و عرض پر زائد ہے اور وجود اپنی ذات پر زائد نہیں ہوسکتا، اور نیز وجود تعریف جوہر و عرض میں آتا ہے، کیونکہ وہ ان دونوں سے زیادہ عام ہے تو بھی وجود ان کے مغائر ہوا۔ اور نہ وجود امر اعتباری ہے جیسا کہ بعض نافہم اس طرف گئے ہیں اس لئے کہ وجود کا تحقق اپنی ذات میں ہے، خواہ اعتبار کرنے والے موجود نہوں چہ جائیکہ اعتبارات اُن کے خواہ وہ عقول ہوں، یا غیر عقول چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ تھا، اور اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی، رہا یہ امر کہ کوئی حقیقت بشرط شئے کے مرتبہ میں امر اعتباری ہوجاوے، اس کو مستلزم نہیں کہ لابشرط شئے کے مرتبہ میں بھی اسی طرح ہو۔ اور وجود باعتبار اپنے عموم اور انبساط کے ماہیت پر کل اشیا سے عام تر ہے حتیٰ کہ وہ عدم مطلق اور عدم مضاف کے مفہوم کو ذہن میں عارض ہوتا ہے، جبکہ ان دونوں کا تصور کیا جاوے۔ اس لئے دونوں میں عقل امتیاز کا حکم دیتی ہے، کہ عدم مطلق کو محال بتلاتی ہے، اور عدم مضاف کو ممکن کہتی ہے۔ کیونکہ جس شئے کا وجود ممکن ہوگا اسکا عدم بھی ممکن ہوگا۔ اور وجود تحقق اور وجودیت میں ہر شئے سے زیادہ ظاہر ہے حتیٰ کہ وجود کو بدیہی کہا گیا ہے، اور وجود باعتبار ماہیت اور حقیقت کے جمیع اشیاء سے مخفی تر ہے اسلئے دعائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہے، کہ ہم نے تجھکو کما ینبغی جو حق معرفت ہے نہیں پہچانا۔ اور کوئی شئے عقل اور خارج میں تحقق نہیں پاتی، مگر وجود سے، پس وجود جمیع اشیاء کو اپنی ذات سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور قوام اور حقیقت اشیا کی وجود ہی کی وجہ سے ہے کیونکہ اگر وجود نہوتا کوئی شئے عقل و خارج میں نہوتی۔ پس وجود ہی مقوم اشیاء ہے۔ بلکہ

Marfat.com

عین اشیاء ہے کہ اپنے مراتب میں تجلی کرتا ہے، اور صور اور حقائق اشیاء کے ساتھ ذہن اور خارج میں ظاہر ہوتا ہے۔ پس ذہنی وجود کا نام ماہیت اور خارجی وجود کا نام اعیان ثابتہ ہے، اور وجود و عدم میں کوئی واسطہ نہیں، جیسا کہ موجود اور معدوم مطلق میں واسطہ نہیں ہے۔ ماہیت حقیقی واسطہ ہے درمیان اپنے وجود خاص اور عدم کے اور ماہیت اعتباری کا نفس الامر میں کوئی تحقق نہیں۔ اور کلام اس میں ہے جسکے لئے تحقق ہو۔ اور وجود کیلئے ضد اور مثل نہیں۔ کیونکہ ضدین اور مثلین باہم مخالف یا مساوی ہوتے ہیں اور وجود اپنی ذات میں واحد ہے، اُس کے مقابل میں دوسرے وجود کا تحقق ممکن نہیں۔ پس وجود تمام حقائق کے مخالف ہوا۔ کیونکہ حقائق کیلئے اضداد ہیں، اور وجود کیلئے کوئی ضد نہیں۔ بلکہ ضدین اور مثلین کا تحقق اور قوام وجود ہی سے ہے۔ بلکہ وہ وجود بصورت ضدین وغیرہ ظہور کرتا ہے اور وجود ہی سے جمع بین النقیضین لازم آتا ہے۔ کیونکہ ہر نقیض دوسرے نقیض کے سلب کو مستلزم ہے۔ اور اختلاف وجہت کا صرف باعتبار عقل ہے۔ ورنہ وجود میں کل جہات کا اتحاد ہے۔ اس لئے کہ ظہور اور بطون اور جمیع صفات وجودیہ متقابلہ عین وجود میں مستہلک اور فانی ہیں، لہٰذا متغائرت نہیں مگر باعتبار عقل کے اور صفات سلبیہ جن کے مفہوم میں عدم داخل ہے باوجود عدمی ہونیکے ایک وجہ سے وجودی بھی ہیں۔ اور ہر جہت جہات متغائرہ میں سے باعتبار وجود عقلی کے باقی جہات کی عین ہے۔ اور چونکہ دونوں عین وجود میں مجتمع ہیں عقل میں بھی مجتمع ہیں اسلئے اگر دونوں کا وجود عقل میں نہ ہوتا تو مجتمع نہ ہوتے۔ اور وجود خارجی میں دونوں کا مجتمع نہ ہونا اجتماع کو نفس وجود میں منافی نہیں۔ کیونکہ وجود خارجی ایک نوع ہے انواع وجود مطلق سے

Marfat.com

اور وہ وجود خارج اور عقل میں قابل انقسام اور تجزی نہیں کیونکہ بسیط ہے۔ پس وجود کے لئے جنس اور فصل اور حد نہیں ہوسکتی۔ اور وہ وجود شدت اور ضعف قبول کرنیکی اپنی ذات مین قابلیت نہیں رکھتا کیونکہ شدت وضعف حال مجتمع میں ہوتے ہیں جیسے سیاہی اور سپیدی جو و محل مین عارض ہو، یا حال غیر مجتمع میں ہوتے ہیں جو متوجہ کسی غایت کیطرف ہوتا ہے جیسی حرکت۔ لیکن شدت وضعف اور زیادتی و نقصان وجود پر باعتبار اس کے ظہور وخفاء کے اپنے بعض مراتب میں واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جسم میں جو مجتمع الذات ہے، اور حرکت اور زمان میں جو غیر مجتمع الذات ہیں۔ اور وہ وجود خیر محض ہے، اور جو شئے خیر ہو وہ اسی وجود سے ہے۔ اور اس کے ساتھ ہے اور قوام وجود کا بالذات ہے اور اپنی ذات کیلئے ہے۔ کیونکہ وجود ایسے امر کا محتاج نہیں جو اس کی ذات سے خارج ہو۔ پس وہ وجود اپنی ذات سے قیوم اور ثابت ہے۔ اور غیر کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور وجود کے واسطے ابتدا نہیں ورنہ اسوقت بوجہ امکان اپنے کے علت موجودہ کا محتاج ہوتا۔ اور نہ وجود کے واسطے انتہا ہے ورنہ عدم اس کو عارض ہوتا پس وجود کا اپنی ضد کے ساتھ موصوف ہونا لازم ہوتا یا انقلاب لازم آتا۔ پس وہ وجود ازلی اور ابدی ہے اور وہی آخر اور وہی ظاہر وہی باطن ہے۔ کیونکہ جو شئے عالم شہادت میں ظاہر ہوئی ہے، اور جو شئے عالم غیب مین باطن ہے، اوسی وجود کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور وہ وجود ہر شئے کا جاننے والا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے تمام اشیا کو محیط ہے۔ اور ہر عالم کو اوسی وجود کے واسطہ سے حصول علم ہوتا ہے، تو وہ وجود بدرجہ اولے عالم ہوگا۔ بلکہ وجود کو جمیع کمالات لازم ہیں اور وجود ہی سے

Marfat.com

تمام صفات مثل حیات، وعلم، وارادہ، قدرت وسمع، وبصر، وغیرہ قائم ہیں۔ پس وہی وجود حی، علیم، مرید، قادر، سمیع، بصیر، بالذات بدون واسطہ غیر کے ہے۔ اس لئے کہ وجود ہی کے باعث کل اشیاء کو اُن کے کمالات لاحق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ وجود کی اُن کمالات کی صورتوں میں جلوہ گر ہے جو ذوات کے تابع ہیں کیونکہ ذوات وجودات خاصہ کا نام ہے، جو مرتبۂ احدیت وجود میں فانی اور مرتبۂ واحدیت وجود میں ظاہر ہیں۔ اور وہ وجود حقیقت واحدہ ہے اس میں کسی قسم کا تکثر نہیں، اور اس کے ظہورات اور صور کا تکثر اُس کی وحدت ذات کے منافی نہیں۔ اور اس حقیقت وجود کا تعین اور امتیاز بالذات بدون تعین زائد کے ہے۔ کیونکہ وجود میں وہ شئے نہیں جو اُس کے مغائر ہو تاکہ ایک امر میں وجود کے شریک نہ ہو اور ایک امر میں وجود سے ممتاز ہو اور یہ امر مراتب متعینہ میں ظہور وجود کے منافی نہیں، بلکہ وہ وجود جمیع تعینات صفاتیہ اور اسمائیہ اور مظاہر علمیہ اور عینیہ کی اصل ہے اور واسطے وجود کے وحدت ہے جو کثرت کے مقابل نہیں، بلکہ وہ وحدت اُس وحدت کی اصل ہے۔ جو مقابل کثرت کے ہے۔ اور عین ذات احدیت ہے اور وحدیت اسمائیہ جو مقابل کثرت کے ہے وہ اور وحدت اصلیہ ذاتیہ کا ظل اور پرتو ہے ایک وجہ سے اس کا عین ہے۔ چنانچہ بیان اس کا آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ کیا جاویگا اور وہ وجود نور محض ہے، کیونکہ وہ بالذات ظاہر ہے، اور غیر کو ظاہر کرنیوالا ہے۔ اور اشباح کو منور کرتا ہے کیونکہ یہ اشیاء اُسی کی وجہ سے موجود اور ثابت ہیں، اور وہ وجود جمیع انوار روحانیہ جسمانیہ کا سرچشمہ ہے اور حقیقت وجود کی ماسوا وجود کے کسی کو معلوم نہیں اور

Marfat.com

حقیقت سے مراد کون اور حصول اور تحقق اور ثبوت نہیں، بشرطیکہ ان الفاظ کے معانی مصدریہ مراد ہوں، کیونکہ ہر ایک انکا عرض ہے اور اگر ان الفاظ سے وہ معنی مراد لئے جائیں جو لفظ وجود سے مراد ہیں، تو ان میں کسی کو نزاع نہیں چنانچہ اہل اللہ کون سے وجود عالم مراد لیتے ہیں، اور اس صورت میں کوئی ان میں سے نہ جوہر ہوگا اور نہ عرض اور نہ اپنی حقیقت میں معلوم ہوگا اگرچہ باعتبار وجودیت کے معلوم ہو۔ اور تعریف لفظی میں ضرور ہے کہ مشہور تر لفظ لایا جائے تاکہ مفید علم ہو، اور وجود، کون وغیرہ سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اور وجود عام جو حقائق پر علم میں منبسط ہے ایک ظل ہے اظلال وجود سے، کیونکہ یہ وجود منبسط مقید بعموم ہے، اسطرح وجود ذہنی اور وجود خارجی اس ظل کے ظل ہیں، اسلئے کہ دو بار قید واقع ہوئی ہے۔ پس وہ وجود واجب الوجود حق سبحانہ تعالے ہے جو اپنی ذات سے ثابت ہے اور غیر کو ثابت کرنیوالا ہے، اور موصوف اسمائے الٰہیہ اور نعوت ربانیہ کر ہے اور انبیاء اور اولیاء کی زبان سے جاری ہے اور اپنی مخلوق کا ہادی ہے اپنی ذات کیطرف اور اپنے مظاہر کو بواسطہ انبیاء کے مرتبۂ جمع اور الوہیت کی طرف داعی ہے۔ اس نے بواسطہ انبیا علیہم السلام کے خبر دی ہے کہ وہ اپنی ہویت سے ہر شئے کیساتھ ہے، اور اپنی حقیقت سے ہر ذی روح کے ساتھ ہے، اور اس نے متنبہ کیا ہے کہ وہ عین اشیاء ہے اس قول میں ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شیئٍ علیم۔ پس ہونا وجود کا عین اشیاء بسبب اس کے ظاہر ہونے کے ہے اپنے لباس اسمائے صفات میں عالم علم اور عین میں، اور ہونا اُس کا غیر اشیاء کا بسبب اس کے مخفی ہونے کے ہے اپنی ذات میں اور بسبب اس کے علو کے ہے بوجہ صفات کے ہر نقص و عیب

ہے اور بسبب اُس کے منزہ اور مقدس ہونے کے ہے حصر و تعین اور
علامات حدوث و تکوین سے، اور ایجاد اُس کا واسطے اشیار کے اُس کا مخفی
ہوتا ہے، اُن میں، اُنکو ظاہر کر کے، اور معدوم کرنا اُس کا اشیار کو قیامت کبرے
میں خود ظاہر ہونا اُس کا ہے، انپر غلبہ کر کے، اور اُن کے تعینات کو زائل
کر کے، اور اُن کو فنا کر کے، اور قیامت صغرے میں اُس کا عروج ہے عالم
شہادت سے عالم غیب کی طرف یا ایک صورت سے دوسری صورت کی
طرف ایک ہی عالم میں۔ پس ماہیات اشیار اُس کے کمالات کی صورتیں، اور
اُس کے اسمار و صفات کے مظاہر ہیں، جو اول علم میں ظاہر ہوئے پھر خارج میں
ظہور کئے، کیونکہ وہ اپنی نشانیوں کے اظہار کو اور اپنے جھنڈوں کے بلند
ہونے کو پسند کرتا ہے، اس لئے وہ وجود کثیر ہو گیا، حالانکہ وہ اب بھی اپنی
وحدت حقیقی اور کمالات سرمدی پر قائم ہے۔ اور وہ وجود اشیار کا ادراک
اپنی ذات سے کرتا ہے، نہ عقل اول وغیرہ سے۔ کیونکہ یہ حقائق بھی حقیقت میں
عین ذات وجود ہیں۔ اگرچہ باعتبار تعین کے اس کے غیر ہیں اور غیر وجود کا
وجود کو ادراک نہیں کر سکتا، چنانچہ وہ فرماتا ہے کہ اُسکو ابصار ادراک
نہیں کر سکتے اور وہ ابصار کو ادراک کرتا ہے۔ اور کوئی اپنے علم سے اُس
وجود کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں جانی جیسا کہ
اس کا حق ہے۔ اور فرمایا کہ تمکو اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے خوف دلاتا ہے اور
بندوں پر بہت مہربان ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور مہربانی سے
بندوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنی عمر فضول اس میں ضائع نکریں، جو ممکن الحصول نہیں۔

Marfat.com

تنبیہ

طالبین بصارت کیلئے بطور فلسفہ کے

وجود واجب بالذات ہے کیونکہ اگر وجود ممکن ہو، تو اس کے لئے کوئی علت موجودہ ضرور ہوگی، پس تقدم الشئ علی نفسہ لازم آئیگا جو محال ہے دوسری دلیل وجود کے واجب ہونے کی یہ ہے کہ وجود جوہر نہیں، اور نہ عرض ہے چنانچہ مذکور ہوا اور ہر ممکن ضرور ہے کہ جوہر یا عرض ہو۔ پس معلوم ہوا کہ وجود ممکن نہیں بلکہ واجب ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وجود کی حقیقت نفس وجود پر زائد نہیں، ورنہ وجود مثل دوسرے موجودات کے متحقق بالوجود ہوگا، اور تسلسل لازم آئے گا، پس جو شئے ایسی ہو وہ واجب بالذات ہے۔ کیونکہ ذات شئے کا اپنے نفس سے زائل ہونا محال ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ ہر ممکن میں معدوم ہونیکی قابلیت ہے، اور وجود مطلق میں عدم کی قابلیت بالکل نہیں، لہذا وجود واجب بالذات ہوگا۔

اصطلاحات مراتب کلیہ کے یہ ہیں، کہ حقیقت وجود جب کہ بشرط لا شئے لیجائے تو اس کا نام مرتبۂ احدیت ہے جس میں تمام اسماء وصفات فانی ہیں۔ اور جمع الجمع اور حقیقۃ الحقائق اور عما بھی اسی مرتبہ کا نام ہے اور جب کہ حقیقت وجود بشرط شئے لیجائے پس اگر بشرط جمیع اشیاء لازمہ کلیہ اور جزئیہ کے جن کو اسماء وصفات

Marfat.com

کہا جاتا ہے لیجائے تو وہ مرتبہ الہیہ ہی جسکا نام واحدیت اور مقام جمع ہے اور یہ مرتبہ
اس اعتبار سے ہے کہ مظاہر اسماء کو جو اعیان و حقائق ہیں انکی استعدادات کے موافق
خارج میں کمالات مناسبہ کی طرف پہونچاتا ہے مرتبۂ ربوبیت ہے اور جبکہ وہ حقیقت
وجود قطع نظر بشرط شئے اور بشرط لا شئے کے اعتبار کیجائے تو اس کا نام ہویت ہے
جو تمام موجودات میں ساری ہے اور اسکو وحدت بھی کہتے ہیں اور جبکہ وہ
بشرط ثبوت صور علیہ کے اعتبار کیجائے تو مرتبۂ اسم باطن مطلق اور اول
اور علیم رب اعیان ثابتہ ہے اور جب کہ وہ بشرط کلیات اشیاء کے فقط
اعتبار کیجائے تو وہ مرتبہ اسم رحمٰن رب عقل اول کا ہے جس کا نام لوح قضا اور
ام الکتاب اور قلم اعلیٰ ہی اور وہ جبکہ بشرط کلیات لیجائے جسمیں
جزئیات مفصلہ ثابتہ ہوں تو وہ مرتبہ اسم رحیم رب نفس کلیہ کا ہے جس کا
نام لوح قدر ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے اور جب کہ اس شرط
سے لیجائے کہ صور مفصل جزئیہ متغیرہ ہوں تو مرتبہ اسم ماحی و مثبت و محی و ممیت
کا ہے جو کہ رب نفس منطبعہ کا ہے جسم کلی ہیں اور اس کا نام لوح محو و اثبات ہے
اور جبکہ وہ بشرط قابلیت صور نوعیہ روحانیہ و جسمانیہ کے اعتبار کیجائے تو یہ مرتبہ
اسم قابل کا ہے جو رب ہیولیٰ کلیہ کا ہے جس کو کتاب مسطور اور رق منشور کہتے ہیں
اور جبکہ مع قابلیت تاثیر و تاثر کے لیجائے تو یہ مرتبہ اسم فاعل کا ہے جس کو موجد
و خالق و رب طبیعت کلیہ کہا جاتا ہے اور جبکہ بشرط صور روحانیہ مجردہ کے لیجائے
تو یہ مرتبہ اسم علیم مفصل و مدبر و رب عقول و نفوس ناطقہ کا ہے اور جبکہ بشرط
صور حسیہ غیبیہ کے اعتبار کیجائے تو یہ مرتبہ اسم مصور کا ہے جو عالم خیال مطلق

Marfat.com

وتقید کا رب ہے اور جب کہ بشرط صور حسیہ شہادیہ کے لیا جاوے تو یہ مرتبہ اسم ظاہر مطلق و آخر کا ہے جو عالم ملک کا رب ہے اور انسان کامل کا مرتبہ جمیع مراتب آلہیہ وکونیہ عقول ونفوس کلیہ وجزئیہ کا جامع ہے اسکو مرتبہ عائیہ بھی کہتے ہیں اور یہ مرتبہ مرتبہ آلہیہ کے مشابہ ہے ان دونوں مرتبوں میں ربوبیت اور مربوبیت کا فرق ہے اسی سے لیئے انسان خلیفۃ اللہ ہو گیا۔

فصل ثانی - اسماء وصفات آلہیہ میں - جاننا چاہیئے کہ حق تعالی کے واسطے مراتب آلہیہ میں باعتبار کل یوم ھو فی شان کے اور تجلیات ہیں اور اس کے لیئے باعتبار شیون ومراتب کے صفات واسماء ہیں اور صفات یا ایجابی ہیں یا سلبی اور ایجابی یا حقیقی ہیں کہ جن میں اضافت نہیں جیسے حیات اور وجوب اور قیومیت یا محض اضافی ہیں جیسے اولیت وآخریت یا ان میں کچھ اضافت ہے جیسے ربوبیت وعلم وارادہ اور صفات سلبی جیسے قدوسیت اور غنی اور سبوحیت اور ہر صفت کے واسطے خواہ ایجابی ہو یا سلبی ایک قسم کا وجود ہے کیونکہ وجود عدم اور معدوم کو بھی ایک وجہ سے عارض ہوتا ہے اور یہ صفات تجلیات ذات اور اول کثرت میں جو وجود میں واقع ہوی اور برزخ ہیں درمیان حضرت احدیت ذاتیہ اور درمیان مظاہر خلقیہ کے کیونکہ ذات آلہیہ باعتبار مراتب الوہیت وربوبیت کے صفات متعددہ متقابلہ کی مقتضی ہے جیسے لطف وقہر ورحمت وغضب ورضا وسخط وغیرہ اور نعوت جمالیہ وجلالیہ میں یہ سب مجتمع ہیں کیونکہ جو لطف سے متعلق ہو وہ جمال ہے اور جو قہر سے علاقہ رکھے وہ جلال ہے اور ہر جمال کیلئے

Marfat.com

جلال سے ہے چنانچہ تحیر وہیمان جو جمال آلہی سے حاصل ہوتا ہے اور ہر جلال کے لئے جمال ہے اور وہ مہربانی پوشیدہ ہے قہر آلہی میں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے واسطے قصاص میں بڑی حیات ہے اے عقل والو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس کی رحمت اپنے دوستوں کیواسطے وقت عتاب وخفگی کے وسیع ہے اور جس کا عتاب اپنے دشمنوں پر وسعت رحمت میں شدید ہے اور یہ صورت دو صفت متقابلہ میں برزخ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کو مکروہات اور دوزخ کو مرغوبات سے ڈھانپا گیا ہے اور ذات مع صفت معینہ اور باعتبار تجلی کے تجلیات سے مسمے باسم ہے کیونکہ رحمٰن کے معنے ذات جس کے لئے رحمت ہو اور قہار کے معنے ذات جس کے لئے صفت قہر ہو اور یہ اسمار ملفوظ اسمار اسمار ہیں پس یہاں سے معلوم ہو گیا کہ اسم عین مسمی ہے اُس سے کیا مراد ہے اور کبھی اسم عین صفت ہی کو کہتے ہیں کیونکہ ذات تمام اسمار میں مشترک ہے اور تکثر ذات کا باعتبار تکثر صفات ہے اور ایک وجہ سے تکثر علم ذاتی کے واسطے رجوع کرتا ہے کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کو واجب کرتا ہے علم کمالات ذات کو مرتبہ احدیت میں پھر محبت آلہیہ نے ظہور ذات کا تقاضہ کیا ساتھ ہر کمال کے جدا جدا حضرت علمیہ میں ہر عینیہ میں لہٰذا تکثر اس میں حاصل ہوا۔ اور صفات دو قسم ہیں ایک وہ جن کا ادراک کلیہ تامہ دوسرے وہ جن کا احاطہ پورا نہیں مگر اکثر اشیار کو وہ بھی محیط ہیں پس احاطہ تامہ کلیہ والی صفات کو اصول صفات کہتے ہیں ایک حیات دوسرے علم تیسرے ارادہ

Marfat.com

چوتھی قدرت پانچویں سمع چھٹی بصر ساتویں کلام اور یہ صفات اگرچہ دوسری صفات کی حق مین اصول ہیں لیکن ان کا بعض دوسرے بعض کے تحقق پر موقوف ہے کیونکہ علم حیات پر اور قدرت علم وحیات پر اسیطرح ارادہ بھی موقوف ہے اور تین باقی چار سابق پر موقوف ہیں۔ اور اسماء بھی منقسم ہیں ان چار اسم اصول اسماء ہیں اور وہ اول وآخر وظاہر وباطن ہے اور انکو اسم اللہ ورحمٰن جامع ہے اور کوئی شئے ان چار سے جو ظہور وبطون واولیت وآخریت ہے خالی نہیں۔ اور دوسری تقسیم اسماء کی یہ ہے ایک اسمائے ذات دوسرے اسمائے صفات تیسرے اسمائے افعال اگرچہ کل اسماء اسمائے ذات ہیں لیکن باعتبار ظہور ذات کے ان میں اسماء ذات ہیں اور باعتبار ظہور صفات کے اسمائے صفات ہیں اور باعتبار ظہور افعال کے اسمائے افعال اور اکثر اسماء ہیں دو اعتبار یا تینوں جمع ہیں چنانچہ اسم رب بمعنے ثابت کے اسم ذات اور بمعنے مالک کے اسم صفت اور رب بمعنے مصلح کے اسم فعل ہے۔ اور اسمائے ذات۔ اللہ۔ الرب۔ الملک۔ القدوس السلام۔ المومن۔ المہیمن العزیز۔ الجبار۔ المتکبر العلی۔ العظیم۔ الظاہر۔ الباطن۔ الاول۔ الآخر۔ الکبیر۔ الجلیل۔ المجید۔ الحق۔ المتین۔ الواحد الماجد۔ الصمد۔ المتعالی۔ الغنی۔ النور۔ الوارث ذوالجلال۔ الرقیب۔ ہیں اور اسمائے صفات۔ الحی الشکور۔ القہار۔ القاہر۔ المقتدر۔ القوی۔ القادر۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ الکریم۔ الغفار۔ الغفور۔ الودود۔ الرؤف۔ الحلیم۔ الصبور

البصیر العلیم - الخبیر - المحصی - الحکیم - الشہید - السمیع البصیر ہیں اور اسمار افعال - المبدئ - الوکیل - الباعث المجیب - الواسع - الحسیب - المقیت - الحفیظ - الخالق - البارئ المصور - الوہاب - الرزاق - الفتاح - القابض - الباسط - الخافض - الرافع - المعز - المذل - الحکیم - العدل - اللطیف المعید - المحی - الممیت - الوالی - التواب - المنتقم - المقسط الجامع - المغنی - المانع - القہار - النافع - الہادی البدیع - الرشید ہیں اور بعض اسمار مفاتیح غیب ہیں جن کو بجز حق تعالے اور اس کے خاص عباد کے کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ من وجہ اسم اول اور اسم باطن میں داخل ہیں اور وہ مبدا ہیں ان اسمار کے جو اعیان ثابتہ کے مبدا ہیں انکو ان سے کوئی تعلق نہیں اور بعض اسمار مفاتیح شہادت ہیں اور وہ کل اسم آخر اور اسم ظاہر میں ایک وجہ سے داخل ہیں پس اسمائے حسنے کل اسمار کے اصول ہیں اور یہ بھی معلوم کرنا ضرور ہے کہ ہر دو اسم متقابل کے درمیان ایک اسم ذو جہتین برزخ ہوتا ہے جیساکہ دو صفت متقابلہ کے درمیان ایک صفت ذو جہتین ان سے نکلتی ہے اور نیز اجتماع اسمار سے بعض بعض کو بعض کے ساتھ جمع کرنے سے خواہ متقابل ہوں یا غیر متقابل اسمائے غیر متناہی نکلتے ہیں اور ہر ایک کا مظہر وجود علمی اور عینی میں ہے جاننا چاہئے کہ اسمائے افعال باعتبار احکام اپنے کے چند قسم ہیں بعض ان میں سے

Marfat.com

وہ اسماء ہیں جنکا حکم اور اثر منتہی اور منقطع نہیں ہوتا ازل میں اور ابد میں اور بعض وہ ہیں جنکا حکم ابد میں منقطع نہیں اگرچہ ازل میں منقطع ہے چنانچہ وہ اسماء جو آخرت پر حاکم ہیں کیونکہ آخرت ابدی ہے اور آیات اس کے دوام پر دال ہیں اور یہ اسماء باعتبار ظہور کے غیر ازلی ہیں کیونکہ ظہور آخرت کی ابتدار انقطاع عالم دنیوی سے ہے اور بعض اسماء افعال ازل اور ابد میں منقطع الحکم ہیں چنانچہ وہ اسماء جو حوادثات دنیوی پر حاکم ہیں اور جس اسم کا حکم منقطع ہوتا ہے یا تو مطلقاً منقطع ہوجاتا ہے اور وہ اسم حاکم غیب الہٰی میں داخل ہوجاتا ہے وہ اسم اس اسم کے تحت میں مخفی ہوجاتا ہے جو اس سے زیادہ احاطہ رکھتا ہے چنانچہ کواکب سبع کا دورہ اور شریعتوں کا دورہ ہے اس لئے کہ ہر شریعت کے لئے ایک اسم ہے کہ اس کی بقا اس اسم کی سلطنت تک ہے اور نسخ شریعت کا بعد زوال سلطنت اس اسم کے ہے اسیطرح تجلیات صفاتیہ ہیں کہ ایک صفت کے ظہور کے وقت دوسری صفت کے احکام پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور علم کی حقیقت اور کیفیت اس کے تعلق کے ساتھ مخلوت کے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور علم کو بدیہی کہنا بوجہ نہ فرق کرنے کے ہے درمیان ظل اور ذوظل کے کیونکہ علوم مخلوق کے مثل وجودات ان کے کے ظلال ہیں۔ دوسرے یہ کہ حصول علم کا بدیہی ہے اور کسی شئیے کے حصول کی بداہت سے اس شئیے کی حقیقت اور ماہیت کا علم بدیہی ہونا ضرور نہیں۔

Marfat.com

فصل ثالث اعیان ثابتہ میں

جاننا چاہیئے کہ اسمار آلہیہ کی عقلی صورتیں علم آلہی میں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنے اسمار اور اپنی صفات کو جانتا ہے۔ اور ان صورتوں کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں، اور ان صور کی کلیات کا نام ماہیات اور حقائق ہے، اور جزئیات کا نام ہویات ہے، پس ماہیات صور کلیہ اسمائیہ ہیں جن کا تعین حضرت علمیہ میں اولیٰ ہوا ہے اور ذات آلہیہ سے یہ صور بسبب فیض اقدس اور تجلی اول کے فائض ہوئی ہیں۔ کیونکہ جب ذاتی اور مفاتیح غیب کی طلب اون کے ظہور اور اونکے کمال کی مقتضی ہوئی اس لئے کہ فیض الہی دو قسم پر ہے۔ ایک فیض اقدس اور دوسرا فیض مقدس ہے۔ فیض اقدس سے اعیان ثابتہ اور اونکی استعدادات اصلیہ علم میں حاصل ہوئی۔ اور فیض مقدس سے وہ اعیان مع اپنے لوازم اور توابع کے خارج میں حاصل ہوئے اور یہ طلب اول اسم اول اور باطن کی طرف منسوب ہے۔ اور پھر اسم آخر اور ظاہر کی طرف اس لئے کہ اولیت اور باطنیت وجود علمی کے لئے ثابت ہے، اور آخریت اور ظاہریت وجود عینی کیلئے ہے اور اشیار جب تک کہ علم میں نہ پائی جا ئیں اونکا وجود خارج میں ممکن نہیں۔ اور اعیان ممکنہ دو قسم پر ہیں ایک اعیان جوہریہ۔ دوسرے اعیان ارضیہ۔ اعیان جوہریہ متبوعات ہیں۔ اور عرضیہ توابع اور جواہر بھی دو قسم ہیں ایک بسیط روحانی جیسے عقول اور نفوس مجردہ۔ اور دوسرے بسیط جسمانی جیسے عناصر۔ اور نیز جواہر تو عقل میں مرکب ہونگے سوائے خارج کے جیسے ماہیات جوہریہ

Marfat.com

جو جنس اور فصل سے مرکب ہیں۔ یا خارج میں بسیط ہونگے سوائے عقل کے جیسے اجسام بسیطہ۔ یا عقل اور خارج میں مرکب ہونگے جیسے موالید ثلثہ۔ اور ہر ایک اعیان جوہریہ اور عرضیہ سے منقسم ہوتا ہے۔ اعیان اجناس عالیہ اور متوسطہ اور سافلہ کی طرف۔ اور ہر ایک انکا منقسم ہے انواع کی طرف۔ اور انواع اصناف و اشخاص کی طرف منقسم ہیں جاننا چاہیئے اعیان ثابتہ کے لئے دو اعتبار ہیں ایک اعتبار یہ ہے کہ وہ صور اسما ہیں۔ اور ایک اعتبار یہ ہے کہ وہ اعیان خارجیہ کے حقائق ہیں۔ پس وہ اول اعتبار سے ابدال کے ہیں واسطے ارواح کے اور باعتبار ثانی مثل ارواح کے ہیں واسطے ابدان کے اور اسما کے بھی دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار انکی کثرت کا ہے۔ اور دوسرا اعتبار وحدت ذات کا جسکے ساتھ وہ مسمی ہیں۔ پس وہ باعتبار اپنی کثرت کے فیض حضرت الٰہیہ کے محتاج ہیں جو انکی جامع ہے۔ اور باعتبار وحدت ذات کی طرف فیض پہونچانیوالی ہیں۔ پس فیض اقدس کی وجہ سے جو تجلی ہے باعتبار اسکی اولیت ذات اور باطنیت کے فیض حضرت الٰہیہ کا اون اسما اور اعیان کی طرف ہمیشہ پہونچتا ہے اور فیض مقدس سے جو تجلی ہے۔ باعتبار ظاہریت اور آخریت ذات کے اور باعتبار قابلیت و استعداد اعیان کے فیض حضرت الٰہیہ کا اون کی اور اعیان خارجیہ کی طرف پہونچتا ہے۔ اور ہر عین مثل جنس کے ہے اپنے ماتحت کے واسطے اور فیض رسانی کا واسطہ ہے۔ ماتحت کی طرف یہانتک کہ اشخاص تک فیض پہونچتا ہے۔ چنانچہ بواسطہ عقول و نفوس مجردہ کے انکی ماتحت کی طرف عالم کون و فساد میں فیض جاتا ہے اگرچہ ہر شئے کو حق تعالیٰ سے بلا واسطہ بھی فیض پہونچتا ہے

Marfat.com

اس وجہ خاص سے جو اوسکو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

فصل رابع جوہر وعرض میں

حقائق اشیاء میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشیاء متبوع ہیں جنکو عوارض گھیرے ہوئے ہیں اور بعض اشیاء تابع جو اون کو لاحق ہیں متبوع جواہر ہیں اور تابع اعراض اور جوہر عرض کا جامع وجود ہے کیونکہ وجود ہی بصورت جوہر وعرض تجلی اور ظہور کیا ہے اور جواہر عین جوہریت میں متحد ہیں۔ اور جواھر ذات الٰہیہ کے بحیثیت اسکی قومیت کے مظہر ہیں جیسا کہ عرض (صفات تابع) ذات کا مظہر ہے کیا نہیں دیکھتا کہ ذات الٰہی ہمیشہ صفات میں مخفی ہے، اسیطرح جواہر بھی ہمیشہ اعراض میں مخفی رہتے ہیں۔ پس جوھر باعتبار اپنی حقیقت کے حقائق جواہر بسیط اور مرکبہ کا عین ہے۔ پس جوہر حقیقۃ الحقائق ہے جو عالم غیب ذاتی سے عالم شھادت حسی کیطرف نزول کرتا ہے۔ اور ہر عالم میں بحسب قابلیت ظاہر ہوتا ہے۔ اور جوہر کیواسطے نہ جنس ہے اور نہ فصل۔ پس اس کیلئے حد نہیں اور وہ جو تعریف جوہر کی کیا کرتے ہیں وہ رسم ہے نہ حد حقیقی۔

فصل خامس عوالم کلیہ اور حضرات خمسہ الٰہیہ میں

جاننا چاہئے کہ عالم علامت سے مشتق ہے۔ اور عالم اوسکو کہتے ہیں جس سے کوئی شئے معلوم کیجاسے۔ اور اصطلاح میں عالم کل ماسوی اللہ کا نام ہے کیونکہ اوس سے اللہ تعالیٰ کو بحیثیت اسما وصفات کے معلوم کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ

Marfat.com

ہر فرد افراد عالم سے کوئی اسم الٰہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ فرد اسم خاص کا مظہر ہے۔ پس اجناس اور انواع حقیقیہ سے اسماءِ کلیہ معلوم ہوتے ہیں حتےٰ کہ اون حیوانات سے جو عوام الناس کے نزدیک حقیر ہیں جیسے مکھی پسو مچھر وغیرہ وہ اسماء معلوم ہوتے ہیں جنکے یہہ انبیاء مظہر ہیں۔ پس عقل اول بوجہ شامل ہونے کی جمیع کلیات عالم وصور عالم کو بطور اجمال کے عالم کلی ہے، جس سے اسم رحمٰن معلوم ہوتا ہے۔ اور نفس کلی بھی بوجہ شمول اوسکے جمیع جزئیات مشمولہ عقل اول کو بطور تفصیل کے عالم کلی ہے، جس سے اسم رحیم معلوم ہوتا ہے اور چونکہ انسان کامل اپنے مرتبہ روح میں اجمالاً اور مرتبہ قلب میں تفصیلاً کلیات کا جامع ہے، عالم کلی ہے جس سے اسم اللہ معلوم کیا جاتا ہے، جو جامع جمیع اسماء ہی اور جب ہر فرد افراد عالم سی اسم الٰہی کی علامت ہوئی، اور ہر اسم بوجہ شمول اوسکے ذات جامع کو مشتمل ہے اسماء کو تو ہر فرد افراد عالم کی بھی ایک عالم ہے جس سے جمیع اسماء معلوم ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے عوالم غیر متناہی ہوے لیکن چونکہ حضرات الٰہیہ کلیہ پانچ ہیں اسلئے عوالم کلیہ بھی پانچ ہیں اول حضرات کلیہ کی حضرت غیب مطلق ہے، اور اوسکا عالم عالم اعیان ثابتہ ہے حضرت علمیہ ہیں، اور اوسکے مقابل حضرت شہادت مطلقہ ہے، اور اوسکا عالم عالم ملک ہی۔ اور حضرت غیب مضاف دو قسم پر ہیں، ایک وہ کہ غیب مطلق کے قریب ہی اوسکا عالم عالم ارواح جبروتیہ وملکوتیہ ہے، یعنی عالم عقول ونفوس مجردہ دوسری قسم وہ ہے جو شہادت مطلق کے قریب ہی اوسکا عالم عالم مثال ہے۔ اور غیب مضاف کو دو قسم اسلئے کہا کہ ارواح کی صور مثالیہ عالم شہادت مطلق کے مناسب ہیں۔ اور صور عقلیہ مجردہ غیب مطلق کے مناسب ہیں، اور پانچویں حضرت جامعہ ہے حضرات اربعہ مذکورہ کو، اوسکا عالم عالم انسانی ہے جو جمیع عوالم کا جامع ہے، پس عالم ملک عالم

Marfat.com

ملکوت کا مظہر ہے جو عالم مثالی مطلق ہے، اور عالم مثالی مظہر عالم جبروت کا ہے یعنی عالم مجردات عالم اعیان ثابتہ کا مظہر ہے۔ اور عالم اعیان ثابتہ اسماء آلہیہ اور حضرت واحدیہ کا مظہر ہے۔ اور حضرت واحدیہ حضرت احدیہ کا مظہر ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ عقل اول کی نسبت عالم کبیر کی طرف مثل نسبت روح انسانی کے ہے بدن و قوائے بدن کی طرف اور نفس کلیہ قلب عالم کبیر ہے جیسا کہ نفس ناطقہ قلب انسان ہے اسلئے عالم کا نام انسان کبیر ہے اور یہ وہم نہیں کرنا چاہئے کہ عقل اول میں جو صورتیں بطور اجمال کے اور نفس کلیہ میں بطور تفصیل کے شامل ہیں وہ اپنے حقائق کے غیر ہیں اسطرح کہ اول حق تعالیٰ کی طرف سے صرف صورتیں اشیاء کی بدون حقائق کے عقل اول اور نفس کلیہ پر فائض ہوں۔ بلکہ صورتوں کا افاضہ کرنا ہی اون حقائق کا افاضہ ہے اون دونوں میں۔ اور خارج میں جو حقائق ہیں وہ اون صورتوں کے ظلال ہیں۔ کیونکہ حقائق ہی خارج میں بواسطہ ظہور صور کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور علم حقائق کا نفس اون صور فائضہ کیوجہ سے ہو جاتا ہے نہ یہ کہ اون صور کے ذریعہ سے ہو جو خارج سے انتزاع کئے جائیں۔

فصل سادس عالم مثالی میں

جاننا چاہئے کہ عالم مثالی ایک عالم روحانی ہے جو ہر نورانی سے، جو مشابہ جوہر جسمانی کے ہے محسوس مقداری ہوتے ہیں۔ اور جوہر مجرد عقلی کے مشابہ ہے نورانی ہونے میں، اور وہ عالم مثالی جسم مرکب مادی نہیں۔ اور نہ جوہر مجرد عقلی ہے بلکہ وہ برزخ اور حد فاصل ہے درمیان دونوں کے۔ اور برزخ وہ ہے جو غیر اون دونوں کا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ بلکہ اوس برزخ میں دو جہت ہیں کہ ہر جہت سے مناسبت رکھتا ہے اوسکی عالم کے ساتھ۔ مگر وہ عالم مثالی جسم نوری ہے جو غایت لطافت میں ہو۔ سلئے وہ حد فاصل ہے درمیان جواہر مجردہ لطیفہ اور درمیان جواہر جسمانیہ کثیفہ کے اگرچہ بعض ان اجسام کا بعض سے الطف ہے جیسے ساویات بہ نسبت غیر ساوی کے پس عالم مثالی عالم عرضی نہیں جیساکہ افلاطون کا گمان ہے کیونکہ وہ صور مثالیہ کو بھی اون کے حقائق سے منفک اور جدا مانتا ہے جیساکہ صور عقلیہ میں اوسکا خیال اور زعم ہے۔ اور حق یہ ہے کہ حقائق جوہریہ ہر عالم میں موجود ہیں خواہ عالم روحانی یا عقلی ہو خیالی ہو اور اون کے لئے صورتیں باعتبار ہر عالم کے ہیں جب یہ معلوم ہوا تو قوت خیالیہ جو نفس کلیہ کیلئے ہے محل اور مظہر اس عالم مثالی کا ہوی۔ اور یہ عالم مثالی شامل ہے عرش وکرسی اور سات آسمان اور زمینوں اور ان کے مابین کو اور یہہ صور محسوسہ ان صور مثالیہ کے ظلال ہیں۔ اسلئے عارف فراست کشفی سے بندہ کی صورت دیکھکر اوس کے حالات معلوم کرلیتا ہے اور مثالات مقیدہ جو خیالات ہیں وہ اسی عالم مثالی کا نمونہ اور پرتو ہیں ان کو اللہ تعالی نے عالم روحانی کیلئے دلیل بنایا ہے۔ اور اس عالم مثالی کے حالات صحیح معلوم کرنیکے چند اسباب ہیں بعض نفس کی طرف راجع ہیں اور بعض بدن کی طرف اور بعض دونوں سے متعلق ہیں۔ پس وہ اسباب جو نفس کیطرف راجع ہیں توجہ تام ہے حق تعالی کی طرف۔ اور سچ بولنے کی عادت کرنا اور عالم روحانی کیطرف نفس کا میلان ہونا نقصانات سے پاک ہونا بدنی مشاغل سے اعراض کرنا خوبیوں سے موصوف ہونا۔ کیونکہ یہہ اوصاف نفس کو نورانی اور قوی کردیتے ہیں۔ اور بقدر نورانیت اور قوت کے نفس عالم حسی اور ظلمت کو

جو باعث عدم شہود ہے خرق کردیتا ہے۔ اور نفس اور عالم ارواح مجردہ میں مناسبت قوی ہوجاتی ہے پس شہود تمام عالم مثالی کا حاصل ہوتا ہے۔ اور جب وہ فیض منقطع ہوتا ہے تو اپنی خیالی صورتوں میں رجوع کرجاتا ہے۔ اور اسباب راجعہ بدن کی طرف یہہ ہیں کہ صحت بدن ہو اعتدال مزاج شخصی و مزاج دماغی ہو اور اسباب راجعہ دونوں کی طرف یہہ ہیں کہ طاعات بدنیہ ہوں استعمال قوی اور اعضاء کا بموجب اوامر الہیہ کے ہو افراط اور تفریط میں اعتدال کا لحاظ رہے۔ ہمیشہ باوضو رہنا غیر حق کا شغل ترک کرنا، ہمیشہ مشغول بذکر الٰہی رہنا خصوصًا اول شب سے وقت خواب تک اور فرق صور خیالیہ صرف اور مثالیہ کا اوس میزان سے معلوم ہوتا ہے جسکو ارباب ذوق شہود بسبب مکاشفہ پہچانتے ہیں جیسا کہ حکماء کے پاس میزان ہے جس سے صواب اور خطا میں فرق معلوم کرتے ہیں جسکو منطق کہتے ہیں۔ مگر میزان عام قرآن و حدیث ہی۔ اور میزان خاص ہر شخص کا حال صحیح ہے۔

اور یہہ بھی جاننا چاہئے کہ وہ برزخ جو ارواح کو بعد مفارقت ابدان کے ہوتا ہے اوس برزخ کے غیر ہے جو درمیان ارواح مجردہ اور اجسام کے ہے۔ اگرچہ دونوں برزخ جوہر نورانی اور عالم روحانی ہونے میں شریک ہیں۔ لیکن وہ صورتیں جو روح کو برزخ اخیر میں لاحق ہوتی ہیں۔ اون کے اعمال سابقہ دنیاوی کا نتیجہ ہیں، اور برزخ اول میں صور حوادث موجود رہتی ہیں۔ اسلئے اکثر کاملین کو برزخ اول کا مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ اور حوادثات دنیوی کو معلوم کرلیتے ہیں۔ لیکن وہ احوال موتے کے مشاہدہ پر قادر نہیں ہوتے۔

فصل سابع مراتب کشف اور انواع کشف میں بطور اجمال

Marfat.com

کشف دو قسم پر ہے ایک معنوی دوسرا صوری۔ اور صوری سے مراد وہ ہے جو عالم مثال بطریق حواس خمسہ حاصل ہو۔ یا مشاہدہ ہوجاوے۔ چنانچہ کشف والاصور ارواح والانوار روحانیہ کا مشاہدہ کرے یا بطریق سمع ہو چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی نازل کو کلام منظوم سنا کرتے تھے۔ یا مثل صلصلۃ الجرس یعنے آواز گھنٹی کی یا دوی نحل کی مثال جس سے کلام اور مراد مسموع ہوں انواع کشف صوری کے یا حوادث دنیوی کے متعلق ہونگے۔ یا نہوں گے پس جو اون سے متعلق ہو جیسے زید کا سفر سے آنا۔ اور عمرو کو ہزار دینار دینا، تو اسکا نام رہبانیت ہے۔ کیونکہ رہبان بوجہ ریاضت اور مجاہدہ کے مغیبات دنیوی پر مطلع ہوتے تھے۔ اور اہل سلوک کی ہمت عالی ہوتی تھی اسلئے وہ ایسے کشف کی طرف التفات نہیں کرتے بلکہ اپنی ہمت کو امور اخروی میں صرف کرتے ہیں۔ اور اس کشف کو استدراج شمار کرتے ہیں بلکہ اکثر اہل اللہ امور آخرت کیطرف بھی التفات نہیں کرتے کیونکہ اونکا غایت مقصد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اور عارف محقق چونکہ عالم باللہ ہوتا ہے، اور مراتب الٰہیہ اور ظہور الٰہی کو مظاہر دنیا و آخرت میں جانتا ہے، وہ بجز حق تعالیٰ کے غیر پر نظر نہیں کرتا، اور سبکو تجلیات الٰہیہ دیکھتا ہے، اور ہر شے کو اوسکے مرتبہ پر رکھتا ہے۔ پس یہ قسم کشف کی اوسکے حق میں استدراج نہیں بلکہ وہ کشف اونکا حال ہے جو حق تعالیٰ کو چھوڑ کر اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ اور اس کشف کو حصول جاہ و منصب کا دنیا میں ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ کشف امور دنیوی سے متعلق نہو بلکہ امور حقیقیہ اخرویہ اور حقائق روحانیہ کا مکاشفہ ہو، تو یہ کشف قابل اعتبار ہے اور یہ کشف معانی غیبیہ کی اطلاع سے بہت کم خالی ہوتا ہے اسلئے اسکا مرتبہ اعلیٰ اور نفع اسکا زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ صورت و معنے کا جامع ہے۔ اور ان مکاشفات کا سرچشمہ

Marfat.com

قلب ہے۔ کیونکہ قلب کیلئے سمع وبصر وغیرہ حواس ہیں۔ اور حواس روحانیہ حواس جسمانیہ
کی اصل ہیں۔ اور ابتداء سلوک میں یہہ مکاشفات اولاً خیال مقید میں واقع ہوتے ہیں
پہر بتدریج عالم مثالی مطلق کیطرف منتقل ہوتے ہیں۔ پس عناصر اور سماوات کے حالات
معلوم ہونے لگتے ہیں۔ پہر لوح محفوظ اور عقل اول بلکہ حضرت علم الہی تک منتقل ہوتی ہیں
پہر اس سے آگے شہود ذات ہے جو ممکن نہیں مگر استاء اسمائیہ میں متجلی ہو کر ممکن ہے
لیکن کشف معنوی جو صور حقائق سے مجرد ہے، اور تجلیات اسم علیم وحکیم سے حاصل
ہوتا ہے، اور وہ ظہور معانی غیبیہ اور حقائق عینیہ ہے، اوسکے بہی مراتب ہیں۔ اول
مراتب کا ظہور معانی کا ہے قوت مفکرہ میں بدون استعمال مقدمات وترکیب قیاسات
کے بلکہ ذہن مبادی کی طرف مطالب سے منتقل ہو جاتا ہے اسکو حدس کہتے
ہیں۔ پہر قوت عاقلہ میں جو قوت مفکرہ کو استعمال کرتی ہے ظہور معانی ہوتا ہے۔
اور وہ قوت روحانی ہے کہ جسم میں حلول نہیں کرتی اور اوسکا نام نور قدسی ہے۔ اور
حدس اوسکے انوار کی جہلک ہی۔ کیونکہ قوت مفکرہ جسمانی ہے۔ وہ نور کی حاجب ہوتی ہے
اسلئے معانی غیبیہ کا کشف نہیں ہوتا۔ لہذا قوت مفکرہ اونے مراتب کشف کا ہے۔ اور صحیح
کشف اور کامل اونکا ہوتا ہے جنکا مزاج روحانی اعتدال تام کیطرف بہت قریب ہی جیسے
انبیا علیہم السلام اور کاملین اولیاء اللہ رحمتہ اللہ علیہم۔ پہر اون کو ہوتا ہے جنکو اون سے
نسبت قریبہ حاصل ہے۔ اور الہام اور وحی میں فرق یہ ہے کہ الہام حق تعالی کیطرف
سے بدون واسطہ فرشتہ کے اوس وجہ خاص سے ہوتا ہے جو ہر موجود کو اللہ تعالی
کے ساتہہ حاصل ہے۔ اور وحی بواسطہ فرشتہ کے ہوتی ہے، اور خواص نبوت سے
ہے اور وحی میں تبلیغ شرط ہے الہام میں نہیں اور واردات رحمانی وملکی وجنی وشیطانی

Marfat.com

ہیں صاحب کشف فرق کرلیتا ہے اوسکی فراست اور صفا روح میزان کشف صحیح وغیر صحیح ہے۔ کیونکہ جو خطرہ سبب خیر ہوا اور انجام اوسکا خراب نہ ہوا بلکہ اوسکے بعد توجہ تام جناب حق تعالی کیطرف حاصل ہوا اور لذت عظیم ترغیب دلانیوالی عبادت کی پیدا ہوا تو وہ رحمانی اور ملکی ہے۔ اور اگر برعکس ہو تو وہ جنی اور شیطانی ہے۔ غرض یہہ بیان اہل وجود کی طرف سے ہے اور نہایت مشکل مضامین اسی بیان میں ہیں

اہل شہود کا بیان واضح اور صاف ہے میں نے مشکل بیان کو ذکر نہیں کیا تاکہ کتاب عام فہم رہے لیکن یہ ضرور ہے کہ وجود اصلی اور ظلی کے وجودی وشہودی دونوں قائل ہیں اور مخلوق اور خالق میں فرق کرتے ہیں۔ کوئی اون میں سے وحدت موجود کا قائل نہیں خدا خدا ہی ہے۔ اور بندہ بندہ ہے جسطرح کشتی اور جالس میں ایک حرکت ہے مگر وہ حرکت کشتی کی بالذات اور بیٹھنے والے کی بالعرض ہے اور متحرک دو ہیں۔ ایک کشتی دوسرا جالس اسکا نام وحدت وجود ہے اور اگر دونوں موجود کو ایک کردو تو وحدت الموجود ہو جائیگی جو بالاتفاق الحاد اور زندقہ اور جہالت ہی۔ البتہ غلبہ حال میں اگر کسی کامل سے اتحادی الفاظ صادر ہوں تو اون کو مجازی معنی پر حمل کرنا چاہئے

مصرع گر فرق مراتب نکنی زندیقی ؛ ایک بار خطبہ کے درمیان جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جوش اور غلبہ حال میں فرمانے لگے کہ میں بار بسم اللہ کا نقطہ ہوں میں جنب اللہ ہوں جسکے حق میں تم سے تقصیر واقع ہوی ہے میں قلم ہوں میں لوح محفوظ ہوں میں عرش ہوں میں کرسی ہوں میں سات آسمان اور زمین ہوں یہہ فرماتے ہوئے خطبہ ہی میں حالت صحو پیدا ہوئی اور تجلی وحدت کا حکم جاتا رہا اور عالم بشریت کیطرف رجوع کیا اور معذرت کرنے لگے اور اپنی عبودیت وضعف کا اقرار کیا۔

Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ مسند الیہ کا مسند اور موضوع کا محمول معلوم کرنا نہایت دشوار ہے یا یوں کہو کہ جملہ کی نسبت ایجابی اور سلبی کا جاننا سخت مشکل ہے۔ فلاسفہ نے منطق کو میزان خطا و ثواب بنایا ، اور اشکال اربعہ سے صورت قیاس بنا کر نتیجہ نکالا ، لیکن مادہ قیاس کا کسی فلسفی کے قابو میں نہ آیا۔ اکثر نتائج قضایائے مسلمہ اور ظنیہ سے نکالکر جاہلوں کو بھکایا بہلا جب تک صحیح طور سے موضوع کا محمول نہ معلوم ہو تو صغری و کبری سے نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہے اور چونکہ بڑے بڑے فلاسفہ کی رائے میں اختلاف ہے۔ اس لئے نتائج بھی مختلف پیدا ہو گئے بلکہ تعجب یہ ہے کہ جن لوگوں نے منطق اس غرض سے ایجاد کی کہ خطائے فکری واقع نہو۔ وہی لوگ اکثر خطائے فکری میں مبتلا ہوئے اور اون کے نتائج جو اون کے زعم میں یقینی تھے لیکن وحی آسمانی کے مخالف تھے کچھ کام نہ آئے پس بجز تائید غیبی اور وحی سماوی کے کوئی ملجا و ماوا صحیح اور واقعی خبر معلوم کرنے کا نہیں ہو سکتا۔ صرف رائے اور عقل پر اخبار صادقہ کا دارمدار نہیں۔ ورنہ عقلا کی رائے میں تناقض واقع نہوتا لہذا چند جملے سچے یقینی قطعی بیان کئے جاتے ہیں جنکو سچے دل سے تسلیم کر کے تصدیق کرنا اور اون کے مطابق عملدرآمد رکھنا باعث فلاح دارین ہے۔ وہ یہ ہیں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ اور کوئی ماسوا اللہ تعالے کے نہیں مگر مخلوق اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے۔ خواہ جوہر ہو۔ یا عرض ، روح ہو ، یا مادہ ، قول ، ہو یا فعل ، سب کا خالق وہی حق تعالیٰ ہے سوائے حق تعالے کے کوئی شئے قدیم نہیں۔ اللہ تعالے کی فرشتے ، اوس کی کتابیں ، اوس کے رسول برحق ہیں۔ سب پر ایمان لانا اور سب کی

تصدیق سچے دل سے کرنا بڑا فرض اور ضروری امر ہے۔ جنت، اور دوزخ پل صراط، اور میزان اعمال، اور قیامت کے دن اعمال کی جزا برحق ہے ہر بالعرض کے واسطے بالذات ضرور ہے۔ ہر فعل اور ہر صنعت کے واسطے فاعل اور صانع ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ میں تمام صفات کاملہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقصان سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ضرور ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت فرض ہے اونکی تحقیر اور اہانت کفر و الحاد ہے۔ کسی ولی سے دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے۔ کسی صحابی سے دشمنی رکھنا نبی کی اہانت ہے اور رفض و تشیع سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صنعت اور تجلی کا ہر شے میں ظہور ہے بعد موت کے ارواح کو دوسرا جسم حاصل نہیں ہوتا۔ تغیر اور تبدل حدوث کی نشانی ہے جو شے قابل و محل تغیرات ہو وہ ہرگز قدیم نہیں ہوسکتی ورنہ تغیرات غیر متناہیہ کا وقوع خارج میں لازم آئیگا۔ جو برہان تسلسل سے بدیہی البطلان ہے غیر اللہ کے واسطے سجدہ اور غایت خشوع و خضوع کرنا کفر ہے۔ انسان کے دل میں جو خطرہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے ماسوا ہے۔ انساں کے خیال اور وہم میں جو شکل یا معنی آویں وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے۔ کسی جوہر یا مستقل بالذات کی حقیقت کا ادراک کرنا انسانی طاقت سے خارج ہے۔ ہر ظاہر کے لئے باطن ضرور ہے۔ روح حادث ہے لیکن بعد مرنے کے باقی رہتی ہے۔ دنیا کی محبت ہر خطا کی اصل ہے۔ سب کلاموں سے زیادہ سچا کلام کلام اللہ ہے۔ سب رسولوں سے افضل جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ہیں۔ خیر و شر، نفع و ضرر، صحت و مرض، موت و حیات، آرام و تکلیف سے
مجموعہ عالم کا حسن و جمال ہے۔ اگرچہ بعض افراد کے حق میں وبال و نکال ہے
عالم میں کوئی شے بغیر حکمت اور ارادۂ الٰہی کے واقع نہیں ہوتی۔ احکام شرع
کی تحقیر کرنا کفر ہے۔ عقل دینی کلام نبوی کے مخالف نہیں ہوتی۔ عقل دنیاوی
اغراض دنیوی میں مقید رہتی ہے۔ معجزات انبیاء علیہم السلام برحق ہیں۔
عوارض کی وجہ سے خلاف مقتضائے طبع ہو سکتا ہے۔ انسان عبادت الٰہی
کے واسطے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ عبادت وہی معتبر ہے جو کلام الٰہی اور حدیث
نبوی کے مطابق ہو۔ انسان کے حق میں علم و دین سے جاہل رہنا سم قاتل
ہے۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن خود اسی کا نفس ہے دنیا کی ترقی میں
دین کے تنزل کا اندیشہ ہے۔ مال و دولت کو بڑا انعام الٰہی جاننا بڑی ہی غلطی
ہے۔ اسلام مثل صحت خلقی کے ہے اور یہودیت، نصرانیت وغیرہ مثل مرض عارضی
کے ہیں۔ مسلمانوں کی نااتفاقی میں دنیا اور دین کا نقصان ہے۔ قبر پرستی، تعزیہ پرستی، نفس پرستی
بت پرستی سب برابر ہیں۔ مسلمانوں میں جھوٹ بولنا۔ وعدہ کے خلاف کرنا، رشوت
لینا، چوری کرنا، فضول روپیہ برباد کرنا، عیب چینی اور غیبت کرنا، خوشامد
اور ذلت کے کام کرنا، اپنے عیوب پر نظر نہ کرنا، ذرا ذرا خلاف شریعت اور
خلاف طبیعت اور خلاف عادت میں بگڑ جانا، اور ترک ملاقات کر دینا
بڑا ہی عیب ہے، مسلمانوں میں مذہب کی پابندی اور ترحم، مسافر نوازی
اور اخلاق، تواضع اور مروت، حب الٰہی اور حب رسالت پناہی، قابلیت اینداری
و تقویٰ، اور طہارت بڑا ہی جوہر ہے۔ نظیر خاتم النبیین اور کذب رب العالمین

Marfat.com

محال ہے۔ حق تعالیٰ اعادۂ معدوم پر قادر ہے۔ نیت اور اخلاص پر اعمال کا دار و مدار ہے۔ کسی نبی یا ولی کو ایسا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جس سے اعمال ظاہری ساقط ہو جاویں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی شخص بڑی تعظیم و توقیر کرتا ہے جو اون کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا ہے۔ دیدہ و دانستہ عمداً نماز کو ترک کرنے والا قریب کفر کے ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص خدا اور رسول کی محبت کا دعوے کرتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا تو دعوے اوس کا جھوٹا صرف زبانی ہے۔ محبت کے دعوے کی تصدیق اور تکذیب اتباع اور عدم اتباع سے معلوم ہو جاتی ہے۔ زبانی تعظیم کو کافی سمجھنا جہالت کا شعبہ ہے۔ محبت کی اطاعت کرنا محبت کی علامت ہے۔ انسان کو جس شخص اور جس قوم سے محبت ہوتی ہے اوسی کی چال چلن پسند کرتا ہے وسوسہ اور نفس تصور میں مواخذہ نہیں۔ انسان کو جس شئے سے محبت ہوتی ہے اوس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ ایمان والوں کو اللہ تعالے سے بہت ہی محبت ہوتی ہے۔ کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوتا جبتک کہ اوسکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ نسبت اپنی جان و مال و اولاد کے زیادہ تر محبت نہو۔ کوئی حرکت خواہ ارادی ہو یا طبعی، یا قسری، یا بالعرض ہو، اور کوئی سکون بدون ارادۂ الٰہی کے صادر نہیں ہوتا۔ کوئی عرض کسی جوہر سے منتقل نہیں ہو سکتا مگر فانی ہو سکتا ہے مثلاً آفتاب کی شعاع اور روشنی آفتاب سے جدا ہو کر زمین پر نہیں آسکتی کیونکہ وہ عرضی ہے۔ اور انتقال عرض محال ہے ورنہ غیر مستقل کو مستقل ماننا پڑے گا۔ بلکہ طلوع آفتاب کے وقت اللہ تعالے

روشنی کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح آنکھ سے نور نکل کر کسی شے پر نہیں جاتا اور نہ آنکھ میں کسی شے کا عکس چھوٹکر جا سکتا ہے بلکہ نور اور عکس کو بروقت دیکھنے کے اللہ تعالےٰ پیدا کر دیتا ہے۔ ایسی ہی ہمارے خیال میں اشکال اور صورتیں کہیں سے منتقل ہوکر نہیں آتی ہیں بلکہ بروقت تخیل اللہ تعالےٰ خیال میں شکل وصورت کو پیدا کر دیتا ہے۔ علی ہذا القیاس مشک وغیرہ کی بو منتقل ہوکر قوت شامہ میں نہیں جاتی بلکہ باری تعالےٰ بروقت مقابلہ وہ بو ہوا میں پیدا کر دیتا ہے۔ جس طرح آواز منتقل نہیں ہوتی بلکہ بوجہ قرب وجوار کے ہوا میں حق تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے۔ اور قوت شامہ کو بو کا اور قوت سامعہ کو آواز کا ادراک عطا فرماتا ہے۔ آگ کی گرمی بھی آگ سے نہیں نکل کر آئی ہے۔ بلکہ خالق الکائنات نے بوجہ قرب آگ کے حرارت کو ہمارے بدن اور ہوا میں پیدا کر دیا ہے۔ صرف عادۃ اللہ جاری ہے کہ فلاں سے یہ اثر ہو اور فلاں سے وہ اثر ہو مگر کل آثار پیدا کرنے والا وہی حق تعالیٰ ہے دیکھو جب ہم ارادہ کرتے ہیں ہمارے اعضاء کی حرکت ہمارے ارادہ کی تابع ہو جاتی ہے حالانکہ ارادہ اور اعضاء میں کوئی مناسبت نہیں اور نہ ارادہ اعضا میں حلول کئے ہوئے ہے پھر ہمارے اعضاء ہمارے ارادہ کے کیوں مطیع وفرمانبردار ہیں؟ اور بعض

Marfat.com

مرتبہ کسی عارضہ سے اعضار کیوں ارادہ کی اطاعت نہیں کرتے؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اشیار ارادۂ خداوندی کے تابع ہیں۔ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میرا ارادہ پورا ہوا مخلوق حق تعالےٰ ہیں۔ غرض کسب کرنے میں برائی بھلائی ہوسکتی ہے خلق کرنے میں کوئی برائی نہیں۔ ہر نفس کے واسطے موت ضرور ہے۔ ہر شئے کو فنا ہے مگر حق تعالےٰ کو بقا ہے۔ اثر موثر پر، تصویر مصور پر، فعل فاعل پر، مقدار مقدر پر، صنعت صانع پر، مخلوق خالق پر، غیر مستقل مستقل پر، حادث قدیم پر، عطا معطی پر، انعام منعم پر، صریح دلالت کرتا ہے۔ جھوٹ سے سچ کا کھوٹے سے کھرے کا عجز سے قدرت کا حدوث سے قدم کا عرض سے جوہر کا نقصان سے کمال کا کثرت سے وحدت کا محسوس سے غیر محسوس کا ظاہر سے باطن کا انتظام سے منتظم کا حکمت سے حکیم کا علم سے علیم کا تغیر سے مغیر کا پتہ لگتا ہے بلکہ بلکہ یقین ہوجاتا ہے کوئی شئے عدم سے وجود میں کسی طاقت سے نہیں آسکتی مگر اس قدرت اور طاقت سے جو تمام مخلوق کی قدرت اور طاقت سے زیادہ ہو۔ قابلیت اور استعداد پیدا کرنیوالا اور قابلیت کا ظاہر کرنے والا وہی حق تعالیٰ ہے مومن آدمی لعن طعن کرنیوالا اور جھوٹا نہیں ہوتا۔ جب خدا و رسول کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو تو پھر کسی مسلمان کو اس میں اختیار نہیں رہتا نص صریح کے مقابلہ میں قیاس اور رائے لغو اور حمق ہے طبیعت اور مادہ اور جوہر اور روح اور عقل باوجود غیر محسوس ہونے کے سب کے نزدیک یقینی اور قطعی الثبوت ہیں۔

Marfat.com

کسی جوہر کی حقیقت اور کنہ کو دریافت کرنا احاطۂ عقل بشری سے خارج ہے بلکہ ہر جوہر اور مستقل بالذات کا علم صرف اعراض اور آثار سے ہو جاتا ہے حالانکہ جوہر اور عرض دونوں مخلوق ہیں۔ باایں‌ہمہ ادراک حقیقت جوہر سے عقل انسانی بالکل عاجز ہے۔ آپ جس شئے کو چاہیں کتنا ہی چیر چیر کر دیکھیں سوائے اعراض کے جوہر کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ بھلا اگر آپ بڑے فلسفی اور بڑے منطقی ہیں۔ ذرا جوہر کی حد تام تو بیان فرمائیے۔ تمام عمر بھی فکر کروگے تب بھی سوائے اعراض کے جوہر تک آپ کی رسائی ہرگز نہوگی۔ ہاں لفظ جوہر لانے پر آپ کو قدرت ہے لیکن اس کی حقیقت بتلانے پر قدرت نہیں۔ تمام عمر آلہ قانونیہ میں ضائع ہوی لیکن خود اپنی حقیقت بھی معلوم نہوی چہ جائیکہ دوسروں کی حقیقت معلوم کریں۔ انسان کی تعریف حیوان ناطق کی جاتی ہے۔ اور حیوان کی تعریف جسم نامی حساس متحرک بالارادہ کرتے ہیں۔ اور جسم کی تعریف جوہر قابل للابعاد الثلثۃ۔ اور جوہر کی مستقل بالذات یا ماہیۃ اذا وجدت فی الخارج کانت لافی موضوع۔ اب غور فرمائے کہ انسان کی حد تام حیوان ناطق کو کہنا بالکل دھوکہ بازی اور ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں اگر اسکو رسم تام کہا جاوے تو بیجا نہیں کیونکہ یہ سب اعراض ہیں جن سے رسم تام ہوسکتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ اعراض میں اقرب کو بجائے جنس اور فصل کے مجبوراً کیا گیا اس قدر خلاف نہیں جتنا کہ حد تام کا دعوے جھوٹا اور لغو ہے۔ یہ کیسا آلہ قانونیہ بنایا کہ خود اسکی رعایت نکرسکے۔ نفس علم ہی کو کسی نے بدیہی کہا۔ اور کسی نے نظری بتلایا

کسی نے اسکو مقولہ اضافت، کسی نے مقولہ انفعال کسی نے مقولہ کیف سے اور کسی نے خارج از مقولات کیا
تصور اور تصدیق میں بھی بہت اختلاف کیا۔ اسیطرح کلی طبعی اور جعل بسیط
وجعل مرکب وتشکیک ماہیات ومحکی عنہ میں بھی باہم مخالف رہے۔ قدم
اور حدوث عالم میں بھی وہ آلہ کام نہ آیا۔ غرض جہاں انہوں نے اُس آلہ کو
استعمال کیا خطائے فکری سے نجات نہ پائی۔ فلسفہ بھی اسی آلہ کے زور سے
بنایا اور اُس کا نام اپنی اصطلاح میں حکمت رکھا وہ بھی منطق کی آمیزش سے
طومار بے تمیزی بنگیا۔ زمانہ کو قبلیت اور بعدیت کی دلیل سے قدیم ٹھہرایا۔
ہیولےٰ، صورت جسمیہ، عناصر اربعہ، اور افلاک کو بھی دائمی قرار دیا۔
فلک الافلاک سے اودہر نہ خلا ہے نہ ملا اشیاء بسیطہ کی کرویت پر دلائل
لاطائل پیش کر دیے۔ پھر خود آپس میں لڑنے لگے اور ایک دوسرے کی
دلیل پر اعتراضات کرنے لگا۔ آخر سب کا فیصلہ کرنے والی شریعت حقتعالےٰ
کی طرف سے نازل ہوئی اور صاف صاف علانیہ فرما دیا گیا کہ سب کے قبل
اللہ تعالیٰ تھا۔ اور کوئی شے اوس کے ساتھ موجود نہ تھی۔ پھر اوس نے اپنے
اختیار سے مخلوق کو پیدا کیا۔ ا

اس صحیح خبر نے سب کو متنبہ کر دیا تاکہ
اپنے اپنے دلائل پر ہر فرقہ نظر ثانی کر کے عقیدۂ فاسدہ سے رجوع اور
عقیدۂ حقہ کو اختیار کر لے۔ چنانچہ اہل بصیرت نے اسلام کی روشنی میں
داخل ہو کر فلسفہ کی دھجیاں اُڑا دیں اور خود فلسفیوں کے مقدمات مسلمہ سے
اون کی دلائل کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باطل ثابت کر دیا۔ مولانا نظام الدین و مولانا کمال الدین کے

Marfat.com

تبحر فلسفی کو جملہ فلسفی تسلیم کرتے ہیں ، جو شخص شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کا مرید ہوکر آتا اوس سے فرماتے تھے کہ کس جاہل کا مرید ہوا ایکبار بانسہ کی طرف اون کا گذر ہوا شاگردوں نے عرض کیا کہ شاہ صاحب سے بھی ملنا مناسب ہے غرض شاگردوں کے کہنے سے گئے شاہ صاحب نے جو بالکل اُمی ان پڑھ تھے فلسفی مسائل ہی کو چھیڑا اور گفتگو اُسی فلسفی مسئلہ میں شروع کی جو خلاف شرع تھا اوسکو شاہ صاحب نے رد کر دیا اور دونوں صاحب لاجواب ہوگئے اور چونکہ منصف مزاج تھے شاہ صاحب کے مرید باخلاص بنگئے ابتک اونکے خاندان میں وہی سلسلۂ بیعت جاری ہے۔ میں نے جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کو خوب دیکھا ہے اور اون کی تقریریں بھی سنی ہے اور اُن کے خیالات اور ادھماف پر بھی غور کیا ہے ان کا ذہن مصنفین فلسفہ کے ذہن سے بھی عالی تھا وہ ہر مسئلہ شرعی کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے پر اور مسئلۂ فلسفی مخالف شرع کو دلائل عقلیہ سے رد کرنے پر ایسے قادر تھے کہ دوسرے کسی عالم کو میں نے ایسی قوت علمیہ اور قوت بیانیہ والا نہیں دیکھا۔ پھر صاحب حال ایسے ہی تھے جس نے اون کو دیکھا اوس کی نظر میں مولانا مرحوم سے بڑھکر کوئی صاحب حال نہ تھا۔ میں اُس حال کو بیان نہیں کرسکتا کہ وہ کیا تھا وہ دیکھنے ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی اپنے ایک شاگرد کی عیادت کے واسطے مرض الموت میں تشریف لیگئے اونہوں نے مولوی صاحب سے صرف قطبی میر پڑھی تھی اور منطق چھوڑکر باطن کی طرف مشغول ہو گئے تھے۔ مولوی صاحب نے انہوں سے

مرض الموت میں عرض کیا کہ فلسفہ کے جو مسائل آپ کے نزدیک یقینی ہوں اونکو بیان فرمائیے۔ مولوی صاحب نے ان کا بیان شروع کیا اور اُس مریض سنے اُن کو رد کرنا شروع کیا کہ مولوی صاحب اُن کی تقریر بدلل سنکر حیران رہ گئے اور اُس روز سے فلسفہ کی وقعت مولوی صاحب کے قلب سے زائل ہوگئی۔ غرض میری یہ ہے کہ صرف دلیل عقلی سنکر انسان کو یقین کرلینا ہرگز نچاہیئے کیونکہ عقلی دلائل میں باہم بہت مخالفت ہے اور اس سے زیادہ عقلی دلیل کی کیا برائی ہوسکتی ہے کہ ہر مطلب سے خواہ وہ حق ہو یا باطل اوس کی موافقت ہے۔ حدوث اور قدم عالم پر دو دلیل عقلی باہم متضاد موجود ہیں۔ اور فلاسفہ کے عقول میں اختلاف واقع ہے۔ لہذا سب کا فیصلہ کرنا وحی الہی اور حدیث صحیح رسالت پناہی کا کام ہے اور صرف اشکال اربعہ کو دار و مدار نتائج کہنا محض حماقت اور بے عقلی ہے۔ علی ہذا القیاس اگر عقل انسانی دوسرا علم ایجاد کرے جس سے صحیح اور یقینی اخبار میں کوئی شک وشبہ واقع ہوتا ہو تو بالیقین جاننا چاہیئے کہ علم وفن جدید ہرگز قابل تقلید نہیں بلکہ وسواس شیطانی اور بخارات شراب ریحانی کا نتیجہ اور اثر ہے۔ بھلا وہ عقل ہی کیا ہے جو شراب اور جوا اور زنا اور لا مذہبی اور استغراق دنیوی کی رائے دے۔ بھلا اس عقل کا کیا اعتبار ہے جو ہوا و ہوس کو معبود کرلے۔ بھلا وہ عقل ہی کب ہے جو بدتہذیبی کو تہذیب اور تین کو ایک اور ایک کو تین بتلا دے نہیں! وہ عقل ہی نہیں جو مادہ اور روح کو حقتعالے کے برابر قدیم کہے بلکہ وسواس اور خیالات اور جہالت کا مجموعہ ہے۔ جو عقل کاروبار دنیوی میں دن رات مبتلا ہو وہ امور مذہبی میں

Marfat.com

بالکل بیکار اور بے اعتبار ہے ۵

ہر یکے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

مثلاً آنکھ کا کام رنگ اور شکل اور روشنی کو دیکھنا ہے وہ آواز سے بالکل آگاہ نہیں اور کان کا کام سننا ہے وہ رنگ وغیرہ سے بالکل ناآشنا ہے۔ علیٰ ہذا ذائقہ اور لامسہ اور شامہ جس لئے بنائی گئی ہے وہی کام دیتی ہے دوسرے کام کی اوس سے امید رکھنا بیجا ہے۔ ہر شخص کو وہی کام آسان ہوتا ہے جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے نحویونکو نحو، فقہ، مفسروں کو تفسیر، محدثوں کو حدیث، منطقیوں کو منطق، فلسفیوں کو فلسفہ، استدلالیوں کو استدلال، قوالوں کو راگ، رنڈیوں کو ناچ، ہیجڑوں کو بیحیائی، تاجروں کو تجارت، کسانوں کو زراعت، وکیلونکو مقدمات، حاکموں کو فیصلجات، کا مشغلہ رہتا ہے۔ سنار، لوہار، نجار، معمار، دھوبی، سقہ، مہتر، خدمتگار سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ خاکی اور آبی کے درمیان ایک برزخ ہے جس کی وجہ سے ہر ایک اپنے مقام سے تجاوز نہیں کرتا۔ کفر و اسلام اور برائی بھلائی میں بھی برزخ حائل ہے جیساکہ پانی میٹھے اور پانی کھارے میں برزخ ہوتا ہے کہ دونوں دریا باوجود ملے ہوئے رہنے کے اپنے مقام سے تجاوز نہیں کرتے۔ خط فاصل کے اس طرف پانی میٹھا اور اس طرف کھارا ہے۔ اسی طرح ہر فرقہ کے خیالات دوسرے فرقہ مخالف ہوتے ہیں

Marfat.com

ورنہ باہم اختلاف نہوتا - اور دلائل عقلی ایسی ہرجائی ہیں کہ ہر فرقہ کے پاس موجود ہیں - اور پھر مشکل یہ ہے کہ دلیل پر کھنے والے آدمی کمیاب ہیں - بہرحال ہر فرقہ بلکہ ہر شخص کے واسطے ایک حد معین ہے کہ اوس سے باہر نہیں جاسکتا - انسان سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں، مختار ہوں، جو چاہوں کروں، اور چاہوں نہ کروں - لیکن درحقیقت غیر محسوس رسی میں سب آدمی جکڑے ہوئے ہیں اور اختیارات انسانی نہایت ضعیف اور قلیل ہیں - پھر یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے کہ جو شخص جسطرف زیادہ توجہ کیا کرتا ہے اوسی طرف میں اوس کی عقل اکثر صائب ہوتی ہے اور اوسی میں اوس کی عقل کا اعتبار ہوتا ہے - مثلاً دنیا کے کاروبار میں جن کو مشق ہے اونکا قول اوس میں معتبر ہوگا اگر ایسے لوگ دین میں کوئی رائے دیں گے تو اون کی رائے ہرگز قابل اعتبار نہوگی - اور جو لوگ امور اخروی کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں اور اوسی کا مشغلہ دن رات رکھتے ہیں اون کی رائے دین میں ضرور قابل اعتبار ہوگی - ہاں بتقاضائے بشریت اگر کہیں خطا واقع ہو تو وہ معذور ہیں - اہل دنیا امور دنیاوی میں کتنا ہی اپنا سکہ جماویں اور کتنی ہی موشگافی کریں اون کو کسی دین میں رائے دینے کا حق حاصل نہیں ہے - اور اگر دین میں کچھ رائے رجماً بالغیب لگادیا تو اس قدر معیوب نہیں جس قدر کہ اون کی رائے کو حق سمجھنا معیوب ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص ترکاری بیچنے والے سے ماء اللحم اور تریاق

Marfat.com

فاروق بنانے کی ترکیب پوچھے یا خود بھٹکے ہوے سے راستہ دریافت کرے بعض دشمنان اسلام تائیدا سلام کرتے ہوے اسلام کی خوب تعریف کرتے ہیں تاکہ مسلمان اونکی تحریر کو دیکھکر انہیں منصف مزاج اور راست گو تصور کرلیں مگر اوسی تعریف کے ضمن میں وہ ایسی چٹکی لیتے ہیں کہ شیطان کو بھی نہ سوجھی ہوگی۔ ایسی تحریریں دیکھکر اکثر بیعلم یا کم علم آدمی غوطے کھانے لگتے ہیں اور شکوک وشبہات میں پڑجاتے ہیں یہی وہ تحریرات ہیں جن کا جہل علم سے کم علم کے حق میں بہتر ہے۔ آخر غور کرنیکا مقام ہے کہ اکثر کم علم کیون اوس طرف مائل ہیں۔ مخالفین اس روش اور چال بازی سے گفتگو کرتے ہیں کہ ہر شخص اوسکی تہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ خدا کے واسطے مسلمانو علم دین سیکھو اور علماء کی صحبت اختیار کرو ورنہ چند مدت میں اسلام سے ہاتھ دہو بیٹھو گے وما علینا الا البلاغ۔ پس عاقل وہی شخص ہے جو سمجھے اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا اوس کے رسولون کی تصدیق کی اور طاعت الٰہی کے اعمال کیا اگرچہ دنیا میں وہ شخص مسکین اور ذلیل ہو۔ لہذا ایسے شخص کی اطاعت ہرگز نہیں چاہئے جو ذکر الٰہی سے غافل ہے اور اپنی خواہش نفسانی کا اتباع کرتا ہے۔ اور حد سے تجاوز کر گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ عقل ایسی شئے ہے جس میں علوم الٰہی ودینی اصل فطرت میں رکھے گئے ہیں۔ اور خارج میں وہ علوم اوسوقت ظاہر ہوتے ہیں جبکہ کوئی سبب خارج کرنیوالا اونکا پایا جاوے غرض

Marfat.com

یہہ علوم ایسے اشیا نہیں جو خارج سے وارد ہوئے ہوں - جیساکہ
پانی زمین کے اندر رہوتا ہے اور کنوان کھودنے سے ظاہر ہوجاتا ہے
اسیطرح بادام میں روغن اور گل سرخ میں گلاب موجود ہے - بلکہ
ہر شخص کی فطرت میں ایمان باللہ اور معرفت اشیا موجود ہے - چونکہ
ایمان فطرتی جملہ نفوس میں مرکوز تھا - اس لئے دو قسم کے آدمی ہیں
ایک قسم وہ ہے جسنے اعراض کیا اور بہول گیا وہ کفار ہیں دوسری
قسم وہ ہے جس نے اپنی خاطر کو جولانی دیکر اوسکو یاد کرلیا جیساکہ
کوئی شخص موقع شہادت کو دیکھا ہو اور بسبب غفلت کے اوسکو بہول گیا ہو
پھر غور وخوض کرنیسے اوسکو یاد آجاوے - اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ شاید وہ یاد کرلیں! اور فرماتا ہے تاکہ اہل عقل یاد کرلیں! اور
فرماتا ہے کہ یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تمپر انعام کیا ہے اور اوسکے
عہد کو جس کا تم سے معاہدہ لیا ہے! اور فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو
واسطے ذکر کے آسان کردیا ہے کیا کوئی یاد کرنیوالا ہے! غرض اوس
واقعہ کو جو نفوس بنی آدم نے اقرار کیا ہے یاد دلایا جاتا ہے -
پس یاد کرنا دو طرحسے ہوتا ہے ایک یہہ کہ کوئی صورت قلب میں موجود
اور حاضر ہوکر غائب ہوجائے - دوسری یہہ کہ ایسی صورت کو یاد کیا
جائے جو قلب کے اندر فطرت میں رکھی ہو - یہہ حقائق نور بصیرت والے کو
خوب معلوم ہیں مگر اون لوگوں پر دشوار اور بار ہیں جن کو سماع اور
تقلید ہی سے راحت ملتی ہے - ایسے ہی آدمیوں کو اس قسم کی آیات میں

Marfat.com

خبط پیدا ہوتا ہے۔ اور تذکر اور اقرار نفوس میں تاویلات کرتے ہیں اور احادیث اور آیات میں باہم مخالفت کا تخیل اور توہم کیا کرتے ہیں اور بعض اشخاص کا یہ خیال ایسا غلبہ کرتا ہے کہ اونکو بنظر حقارت کے دیکھنے لگتا ہے اور اون کو غیر محل اور بیجا تصور کرتا ہے۔ اوس کی مثال اوس اندھے کی سی ہے جو کسی گھر میں داخل ہوا اور گھر کے برتنوں سے جو اپنے موقع پر رکھے ہوے ہیں ٹھوکر کھا کر کہنے لگے کہ یہہ برتن کیوں راستہ میں رکھدئے گئے ہیں۔ انکو انکی جگہہ پر کیوں نہیں رکھا گیا۔ پس اوسکو کہا جائے کہ یہہ برتن سب اپنی جگہہ پر ہیں مگر تمہاری بینائی میں خلل ہے۔ اسیطرح بصیرت کا خلل ہے بلکہ بصر سے اعظم ہے۔ کیونکہ نفس مثل سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے اور سوار کا اندھا ہونا گھوڑے کے اندھے ہونیسے زیادہ مُضر ہے لہذا جس شخص کی بصیرت باطنی میں روشنی نہو اوس کو دین سے کچھہ علاقہ نہوگا۔ مگر بقدر قشر اور مثال کے سوائے مغز اور حقیقت کے۔

جاننا چاہیئے کہ نفس عقل اور معقول مذموم نہیں اور بعض نے جو اِن دونوں کی مذمت کی ہے اوس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے عقل اور معقول اپنی اصطلاح میں مجادلہ اور مناظرہ اور الزامات کا نام رکھا تھا۔ رد کرنے والون کو اتنی قدرت نہوئی کہ اون سے کہتے کہ تم نام رکھنے میں خطا کی۔ بلکہ عقل اور معقول ہی کو بُرا کہنے لگے حالانکہ جس نور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو اور صدق رسول معلوم ہو وہ کیونکر مذموم

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔ خود جناب باری نے اوسکی تعریف اور ثنا کی ہے اگر اوسکو مذموم کہا جائے تو پھر کونسی شئے بعد عقل کے محمود ہوگی۔ پس اگر شرع شریف کو محمود کہا جائے تو بتلائیے کہ کس شئے سے شرع کے صحیح ہونیکا علم ہوا۔ اگر عقل مذموم سے صحت شرع کا علم ہوا تو شرع کا بھی مذموم ہونا لازم آئے گا۔ پس اگر یہہ جواب دیا جائے کہ شرع کو ہم عین الیقین اور نور ایمانی سے صحیح جانتے ہیں نہ کہ عقل سے۔ تو ہم کہیں گے کہ عین الیقین اور نور ایمانی سے جو تمہاری مراد ہے وہی ہماری مراد عقل سے ہے۔

اہل سنت کے عقیدہ کا بیان

اللہ تعالے اپنی ذات میں یکتا ہے۔ اوس کا کوئی شریک اور مثل اور ضد نہیں۔ اور وہ اکیلا قدیم ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا وہی اول، اور وہی آخر، وہی ظاہر، اور وہی باطن، اور وہی ہر شئے کو خوب جاننے والا ہے۔ وہ کسی موجود کے مماثل نہیں اور نہ کوئی موجود اوس کے مماثل ہے۔ اوسکی کوئی حد اور مقدار اور صورت نہیں جیسا کہ اجسام وجواہر واعراض کی ہوتی ہے۔ اوس کو زمین وآسمان اور جہات احاطہ نہیں کرسکتے اور وہ عرش پر مستوی ہے اوس وجہ پر جو اوس نے فرمایا۔ اور اوس معنے سے جو اوس نے ارادہ کیا۔ وہ مس کرنے بیٹھنے اور حلول وانتقال سے پاک ہے۔ اوس کو عرش اٹھائے

Marfat.com

ہوسے نہیں بلکہ وہی عرش اور حاملان عرش کو اپنی قدرت سے اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ فوق عرش وسماو ہر شئے کے تحت الثرےٰ تک ہے۔ ایسی فوقیت جس سے عرش اور آسمان کیطرف اوس کا قرب زیادہ نہیں ہوتا جیسا کہ اوسکا بُعد بھی زمین اور تحت الثرےٰ سے زیادہ نہیں ہوجاتا۔ وہ زمین وآسمان اور عرش دمکان سے بلند تر ہے۔ باایں ہمہ وہ ہر موجود کے قریب ہے۔ اور بندہ کی طرف شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اوس کا قرب قرب اجسام کے مماثل نہیں جیساکہ ذات اوس کی ذات اجسام کے مماثل نہیں وہ زمان اور مکانکے پیدکرنے سے پہلے بھی موجود تھا۔ اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے پیدایش مخلوق کے تھا۔ وہ مخلوق سے اپنی صفات میں جدا ہے کوئی سوا اوس کے اوس کی ذات میں نہیں۔ اور نہ اوس کے سوا میں اوسکی ذات ہے۔ اور وہ تغیر اور نقل، اور عوارض، اور حوادث سے پاک ہے اور اپنی ذات میں عقول کو معلوم الوجود ہے۔ اور ابصار سے اوسکا دیدار دارالقرار میں واسطے تکمیل انعام کے ہوگا۔ وہ حیات والا قادر، جبّار قاھر، ہے جسکو عجز، وقصور، اونگھنی، خواب، فنا، موت، عارض نہیں ہوسکتی اوسیکا غلبہ اور اوسیکی سلطنت ہے اور عالم خلق اور عالم امر اوسیکی وجہ سے ہیں۔ کل مخلوق اوسکے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ وہ ایجاد اور ابداع میں یکتا ہے۔ اوس نے خلق کو اور اونکے اعمال کو پیدا کیا۔ اور اون کے رزق اور اجل کا اندازہ مقرر فرمادیا۔ وہ جمیع معلومات کا عالم ہے۔ اوسکے علم سے کوئی ذرہ زمین وآسمان میں نہیں چھوٹا۔ وہ ذرات کی حرکت جو ہوا میں

اور اسرار اور خطرات اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید کو اپنے علم ازلی ، قدیم سے جانتا ہے ۔ اوسکے ارادہ سے کل کائنات موجود ہوی ۔ وہی سکی تدبیر کرتا ہے ۔ کوئی شئے عالم میں خواہ اچھی ہو یا بُری بدون اس کے قضا و قدر اور بدون اُسکے حکمت اور مشیت اور ارادہ کے نہیں ہو سکتی ۔ کوئی بندہ معصیت سے بجز توفیق اور رحمت آلٰہی کے بھاگ نہیں سکتا اور نہ کوئی بندہ اوس کی طاعت پر بدون اسکے ارادہ کے قوت پاسکتا ہے ۔ اگر تمام جن و انس اور ملائکہ اور شیاطین کسی ذرہ کو حرکت دینا یا ساکن کرنا بدون ارادۂ آلٰہی کے چاہیں تو سب عاجز نظر آئیں گے ۔ اوس کا ارادہ قدیم سے اوس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اوس نے ازل ہی میں وجود اشیاء کا اپنے اپنے اوقات میں ارادہ کیا ہے ۔ اوسکے مطابق وہ اشیاء اپنے اپنے وقت پر اور مقدار پر جیسا کہ اوس نے ارادہ کیا ہے ظاہر اور پیدا ہوتی ہیں ۔ وہ کل امور کی تدبیر اور انتظام بدون ترتیب فکر اور مہلت زمان کے کرتا ہے ۔ اسیلئے اوس کو ایک شان دوسری شان سے غافل نہیں کرتی ۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔ کوئی مسموع اگرچہ خفی ہو اللہ تعالٰی کی سمع سے نہیں چھوٹتا اور کوئی مرئی اگرچہ کیسا ہی باریک ہو اوس کی رویت سے نہیں جدا ہوا دوری اوس کے سننے کو نہیں روکتی ۔ اور تاریکی اوس کے دیکھنے کو مانع نہیں ۔ وہ بغیر حدقہ اور جفن کے دیکھتا ہے اور بغیر کان اور سوراخ کان کے سنتا ہے جیسا کہ وہ بغیر قلب کے جانتا ہے ۔

Marfat.com

اور بغیر اعضاء کے گرفت کرتا ہے اور بغیر الات کے خلق کرتا ہے
کیونکہ اوسکی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہین جیسا کہ
اوسکی ذات مخلوق کی ذوات کے مشابہ نہین وہ
کلام کرنے والا، اور امر اور نہی کرنے والا، اور وعدہ اور وعید کرنے والا
اپنے کلام ازلی قدیم سے ہے۔ جو اوس کی ذات کے ساتھ قایم ہے
اوس کا کلام خلق کے کلام کے مشابہ نہیں۔ اوس کا کلام آواز نہیں جو بذریعہ ہوا کے
یا ٹکر کے حادث ہوتی ہے۔ اور نہ اوس کا کلام حرف ہے جو لب بند کرنیسے
منقطع ہوجاتا ہے۔ قرآن اور توریت اور انجیل اور زبور اوسکی طرف سے
کتابین ہیں جو اوس کے رسولوں پر نازل ہوی ہیں۔ اور قرآن زبان سے
پڑھا جاتا ہے اور کاغذ میں لکھا جاتا ہے۔ اور دلوں میں حفظ کیا جاتا ہے
باایہمہ وہ کلام قدیم ذات الٰہی کے ساتھ قایم ہے۔ قلوب اور اوراق میں
منتقل ہونیسے اوسنے انفصال اور افتراق کو قبول نہیں کیا اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے کلام الٰہی بغیر حرف و صوت کے سُنا ہے۔ جیسا کہ نیک بندے
ذات الٰہیہ کو بغیر جوہر و عرض کے آخرت میں دیکھیں گے۔ اور یہہ بھی جاننا
ضرور ہے کہ کوئی موجود سوا اوسکے نہیں ہے مگر وہ اوسیکے فعل سے پیدا
ہوا ہے۔ اور اوسی کے عدل سے نہایت کامل اور تام اور بہتر طریق پر قابض
ہوا ہے۔ اور وہ باریتعالےٰ اپنے افعال سے حکیم، اور اپنے احکام میں
عادل، ہے۔ اوس کا عدل بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جاتا۔
کیونکہ بندہ کا تصرف ملک غیر کیوجہ سے ظلم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا

Marfat.com

تصرف ملک غیر میں نہیں اسلئے کہ غیر کی ملک ہی نہیں۔ پس ماسوا اوس کے ہر شئے خواہ انسان ہو، یا جن، یا فرشتے، یا شیاطین، یا آسمان، یا زمین یا موالید ثلثہ، یا جوہر، و عرض، یا محسوس، یا غیر محسوس، سب حادث ہیں اوسنے اپنی قدرت سے بعد عدم کے سب کو وجود عطا کیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ازل میں اکیلا یکتا موجود تھا اوسکے ساتھ کوئی شئے نہ تھی۔ پس اپنی قدرت کے اظہار اور اپنے ارادہ کے ثابت کرنے کیلئے جو سابق میں ہوا تھا اوسنے مخلوق کو پیدا کیا نہ اسوجہ سے کہ اوسکو مخلوق سے احتیاج تھی۔ بلکہ محض احسان اور انعام کے واسطے پیدا کیا پس سب پر اللہ تعالےٰ کا فضل اور احسان اور نعمت اور منت ہے۔ اس لئے کہ وہ بندونکو طرح طرح کے عذاب دینے پر اور رنج و الم میں اونکو مبتلا کرنے پر قادر تھا۔ اگر ایسا کرتا تو اوس کا عدل ہی تھا اور کچھ قباحت اور کسی قسم کا ظلم نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہو سکتا بلکہ اوس کا حق طاعات میں سب اوس کے واجب کرنیکے خلق پر ہے بواسطۂ انبیا علیہم السلام کے نہ بمجرد عقل کے۔ اوس نے رسولوں کو بھیجا اور معجزات سے اونکی تصدیق کیا۔ اور انہوں نے اوس کے امر و نہی اور وعدہ وعید کو پہونچایا اسلئے خلق پر اون کی تصدیق اوس میں ضرور ہوئی جسکو وہ لائے ہیں۔ یہہ معنے لا الہ الا اللہ کے ہوئے۔ اور محمد رسول اللہ کے معنے اور مطلب یہہ ہے کہ رسولونکی رسالت کا اقرار کرنا اور یہہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اُمّی قرشی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عرب اور عجم اور جن اور انس کیطرف

Marfat.com

رسول کر کے بھیجا اور انکی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کیا۔ مگر بعض احکام اون شرایع کے ثابت اور برقرار رکھا۔ اور آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور آپ کو سید البشر کیا۔ اور بدون شہادت رسالت کے ایمان کو ناقص بتلایا۔ یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی دل سے اقرار اور تصدیق ضرور ہے۔ اور خلق پر آپکی سب خبروں کی امور دنیا وآخرت سے تصدیق کرنا لازم کیا۔ اور یہہ کہ ایمان کسی بندہ کا مقبول نہیں جبتک کہ بعد موت کے اخبار پر ایمان نہو۔ اوّل اونکا سوال منکر ونکیر ہے کہ وہ دو شخص مہیب شکل قبر میں بندہ کو بٹھاویں گے اس حال میں کہ وہ روح اور جسد والا ہوگا۔ اور اوس سے توحید ورسالت کا سوال کریں گے کہ کون تیرا رب ہے۔ اور کیا تیرا دین ہے۔ اور کون تیرا نبی ہے۔ ان دونوں کا سوال اول امتحان ہے بعد موت کے اور عذاب قبر بھی ایمان لانا ضرور ہے کہ وہ حق ہے جسم اور روح پر جسطرح کہ اللہ تعالے چاہے۔ اور یہہ بھی ایمان لاوے کہ پلصراط پر سب کا عبور ضرور ہے کفار کے قدم بحکم الہی خزش کریں گے اور کفار کو نار میں گراویں گے اور مومنین کے قدم بفضلہ تعالے ثابت رہینگے اور وہ جنت کیطرف پہونچائے جائیں گے اور ایمان لائے کہ میزان اعمال حق ہے جس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اور یہہ بھی ایمان لائے کہ حوض محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہے مومنین کو قبل دخول جنت کے اور بعد عبور پلصراط کے اوس کا پانی پلایا جائے گا

Marfat.com

جو اوس کو نوش کرے گا کبھی اوسکو پیاس نہو گی۔ اور حساب پر بھی ایمان لانا ضرور ہے۔ بعض سے مناقشہ کیا جائے گا کہ ایسا کیون کیا! اور بعض سے اغماض ہو گا۔ اور بعض بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہہ لوگ مقربان بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور یہہ کہ اللہ تعالےٰ جس نبی سے چاہے گا تبلیغ رسالت کا سوال کرے گا اور جس کافر سے چاہے گا تکذیب رسل کا سوال کرے گا۔ اور اہل بدعت سے سنت کا سوال ہو گا۔ کہ کیون سنت ترک ہوی۔ او رمسلمانون سے اعمال کا سوال ہو گا۔ اور موحدین کو بعد انتقام کے آگ میں سے نکالا جائے گا۔ حتی کہ کوئی موحد بفضلہ تعالےٰ دوزخ میں باقی نرہے گا۔ پس کسی مومن کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھا جائے گا۔ بلکہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا اوس کو بھی نار سے نکالا جائے گا۔ اور یہہ بھی ایمان لانا ضرور ہے کہ شفاعت انبیاء علیہم السلام کی پھر علما کی پھر شہدا کی پھر باقی مومنین کی حسب مراتب حق ہے۔ اور جس کا کوئی شفیع نہو گا۔ اوسکو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے نکالیگا۔ اور یہہ بھی اعتقاد کرے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو فضیلت ہے اور بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب آدمیون سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی، رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور ضرور ہے کہ جمیع صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔ اور اونکی ثنا کیجائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ اور اوسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے سب پر ثنا کی ہے۔ ان جملہ امور کے اثبات میں اخبار و آثار بکثرت

Marfat.com

وارد ہیں جو شخص ان امور مذکورہ پر اعتقاد رکھے اور اون کے مطابق توفیق اوسکو نصیب ہو تو وہ شخص اہل سنت جماعت سے ہے اور گمراہوں اور اہل بدعات سے علیحدہ ہم اللہ تعالے سے کمال یقین اور ثبات فی الدین کا اپنے لئے اور جمیع مسلمانوں کیواسطے سوال کرتے ہیں وہی ارحم الراحمین ہے اور صلوۃ و سلام اللہ تعالے کا ہمارے سرور جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اون کی آل و اصحاب سب پر ہو آمین۔

جاننا چاہیئے۔ کہ خودغرضی اور نااتفاقی اور حب جاہ ومال اور جہالت سے سب خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کا قدیم طریقہ ایسا نہ تھا بلکہ وہ ہر کام کیسا ہی مشکل ہو آسان سمجھتے تھے۔ اور اول قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے احکام کو معلوم کرتے تھے۔ اور اون کے مطابق عمل کیا کرتے تھے اون میں کوئی رسم ورواج دوسری قوم کا جاری نہ تھا۔ فرائض اور واجبات اور سنن کو حسب ترتیب سب کاموں سے مقدم اور ضروری جانتے تھے کسیکی ملامت کا خوف نہ تھا۔ اور نہ کسی کی تعریف پر نظر تھی۔ کھانے لباس گفتگو اور ملاقات میں بالکل سادگی تھی۔ بناوٹ اور تکلف سے دور تھے مگر باطن اون کا سبحان اللہ سراسر نور تھا۔ اونکو سوائے اپنے نفس کے کسی سے عداوت نہ تھی۔ اونکو سوائے حق تعالے کے کسی سے محبت نہ تھی۔ وہ فرمان الٰہی اور حکم رسالت پناہی کے عاشق صادق تھے۔ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔ کے پورے مصداق تھے۔ نہ اونکو جلسہ بازی میں مزا آتا تھا اور نہ وہ اپنی تعظیم اور وجاہت کے خواستگار تھے

اونکو یہہ فکر دامنگیر نہ تھی کہ اولاد کے واسطے بھی کچہہ مال جمع کر کے چھوڑ جانا چاہیئے۔ وہ جھوٹ اور فریب اور خلاف وعدگی سے نہایت نفرت کرتے تھے اون کی حیات اور ممات کے تمام کاروبار اللہ تعالیٰ کے واسطے تھے۔ وہ ایسی لذت اور ایسے مزہ کو بہت برا جانتے تھے جو صرف نفسانی خواہش پر مبنی ہو۔ اونکو تکلیف میں راحت اور آرام طلبی میں کلفت ہوا کرتی تھی۔ اونکی ہمت تمام عالم کی ہمت سے بالاتر تھی۔ وہ دنیا اور نفس کے بندے نہ تھے بلکہ ونرات اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مست وسرشار رہتے تھے۔ وہ یتیم اور مسکین اور غریب اور بیوہ اور محتاج اور مضطر کی تلاش میں پھرا کرتے تھے۔ اونہوں نے اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ ہمدردی اور رفاقت کی ہے کہ کوئی حبیب اور حراج بھی نہیں کرسکتا۔ اونکو مرنا اور جینا یکسان تھا۔ اونکی نظر میں میز، کرسی، شیشے، آلات، فرش، قالین، زربفت، سلطانی تخت، سونا، چاندی، تمام اسباب وسامان دنیوی نہایت حقیر تھا۔ اور سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اون کو افلاس در بدر خوشامد کیواسطے نہیں لئے پھرتا تھا۔ وہ افلاس کی حالت میں بھی غنی رہتے تھے۔ اونکی شجاعت اور سخاوت نے رستم اور حاتم کو بھلا دیا۔ اون کے اتفاق نے بادشاہوں کو حیران کردیا۔ اونکی انصاف پسندی اور راست بازی اور ایفائے عہد اور معاملہ فہمی کو سب عقلا نے تسلیم کرلیا۔ وہ دغا اور فریب اور غدر کو بہت برا سمجھتے تھے۔ وہ باوجودیکہ عرس اور صندل اور

Marfat.com

میلاد شریف اور یازدہم شریف اور دوازدہم شریف اور غزلیات اور دلائل الخیرات کے جلسے نہیں کیا کرتے تھے مگر خیر القرون میں داخل تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور اونکے نزدیک داخل دین متین نہ تھے۔ پس امور دینی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ باقی امور بشرطیکہ اونکے عامل اور تارک باہم جھگڑا نہ کریں اور نہ ایک دوسرے کو بیدین اور حقیر سمجھیں مباح میں داخل ہیں۔ البتہ ذکر اوصاف جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معجزات اور کرامات اولیاء اللہ اور درود شریف امور مستحبہ میں سے ہے کچھ جلسہ اور مجمع پر اوس کا ثواب موقوف نہیں اسیطرح ایصال ثواب اہل سنت کے نزدیک درست ہے۔ مگر ضروری نہیں۔ حجۃ الوداع میں یہ آیت نازل ہوی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنے آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے دین اسلام سے میں راضی ہوا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ضروریات اسلام تمام وکمال نازل ہوگئے تھے۔ بلکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی حیات ابدی میں فرائض، واجبات وسنن ومستحبات سب کو معلوم ہوگئے تھے۔ منجملہ اونکے مصلحت دینی بھی سے ھے جو مخالف عقل ونقل نہو۔ مگر بڑا اہتمام ایسے امور کا رائج ہوگیا ہے جن میں دل لگی اور شیرینی اور چاء نوشی اور طعام ہو۔ ذکر میلاد شریف، فاتحہ خوانی یعنے ایصال ثواب، درود خوانی۔ نعت خوانی، و اطعام طعام

وحلوائے۔ شب برات، وشیر خرمائے عید، وشربت کھچڑی محرم، وتقسیم شیرینی۔ وچاء۔ ومجمع مسلمانان۔ خلاف شرع نہیں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے اعتقاد اور عمل میں تجاوز نکیا جائے۔ اور ناموری یا ترقی دنیا کے واسطے اگر کوئی کیسا ہی دینی کام کرے وہ بالکل خلاف شرع ہے۔

صاحبو! میں ہرگز وہابی نہیں بلکہ تم لوگ جسکو اپنی اصطلاح میں وہابی کہتے ہو میں اوسکو کافر کہتا ہوں۔ اور جو شخص سجدۂ مزار وطواف مزار و مزامیر و معازف کو برا کہے اور ارکان اسلام کا پابند ہو اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحبہ وسلم کی تعظیم و توقیر کما ینبغی کرتا ہو اور اور عقائد اور اعمال ضروری ومسنون میں مستحکم اور ثابت قدم ہو میں اسکو ہرگز وہابی نہیں جانتا۔ اگر آپ جانیں تو بالکل خلاف انصاف ہے۔ اور نہ میں اون علامات کو جو عوام الناس نے وہابی کے واسطے مقرر کی ہیں علامات وہابی جانتا ہوں۔ مثلاً وقت شہادت اذان کے انگھوٹھے آنکھہ کو لگانا۔ اور میلاد شریف میں شریک ہونا۔ اور فاتحہ درود سے انکار نہ کرنا۔ اور کسی دینی مجمع کے بارہ میں ذرا بھی زبان نہ ہلانا۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو مثل حق تعالے کے غیب داں جانتا۔ اور عرسیات میں شریک ہونا۔ اور کسی جدید امر میں ذرا شک نکرنا۔ یہہ سب علامتیں سنی کے واسطے بعض صاحبوں نے مقرر کرلی ہیں میرے نزدیک یہہ علامتیں اہل سنت کی نہیں۔ میرے نزدیک آپ سب صاحب ایسا مجمع مقرر کریں کہ جس میں سُنی اور وہابی اور

Marfat.com

بدعتی کا فیصلہ ہو کر ہر فریق اعتدالی حالت پیدا کر لے تو بہت اچھا ہے
مگر جوش دینی اور حمیت مذہبی جیسا کہ اس جلسہ کو ناجائز اور خراب کرے گی
اور کسی جلسہ کو ایسا خراب نکیا ہوگا۔ جوش اور حمیت کا صرف نام باقی ہے
وہ بھی اصلاح جلسہ کو برباد کرنیکے لئے رہ گیا ہے۔ اسی لئے کسی نے
سچ لکھا ہے کہ سب قومیں اتفاق کر سکتی ہیں مگر مسلمانوں میں اتفاق ہرگز
نہیں ہو سکتا مشکل یہ ہے کہ جو مسلمان کم علم اور بے عقل ہیں اون کے
نزدیک نفس پرستی اور مخالفت داخل دین ہو گئی ہے اور جو علماء اور عقلاء
ہیں وہ جاہلوں سے ڈرتے ہیں۔ اکثر جنگ و جدال بدعت اور غیر
بدعت میں ہے صحابہ اور تابعین کے نزدیک بدعت اور تھی۔ اور آج
کل بدعت اور ہے۔ اونکے نزدیک اصول اسلام کی تبدیل کو کہا جاتا تھا۔
اور آج کل صرف میلاد شریف۔ اور عرس۔ اور مزامیر۔ اور تیجہ و چہلم۔
اور آمین۔ اور رفع یدین اور استعانت۔ اور یا رسول اللہ۔ اور
یاغوث۔ اور یا بہیک۔ اور علم غیب۔ اور عیسویت۔ اور نیچریت۔ میں بڑا
نزاع واقع ہے۔ جبریہ۔ قدریہ۔ روافض۔ خوارج۔ سے چندان
سروکار نہیں جو پُرانے بدعتی ہیں اور اصول مذہب میں خلاف کرتے
ہیں۔ اسوقت کے بدعتی ایسے نہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
آلہ واصحبہ وسلم کو مثل حق تعالے کے حاضر و ناظر اعتقاد کر کے یا رسول اللہ
کہتے ہوں۔ بلکہ صرف غلبۂ شوق میں کہہ دیتے ہیں۔ اور کوئی شخص ایسا بھی
نہیں معلوم ہوتا کہ نفس ذکر میلاد شریف سے انکار کرے۔ اور نہ کوئی

Marfat.com

ایصال ثواب کا منکر ہے اور کوئی مسلمان ایسا بھی نہیں کہ بعد از خدا اسکے مرتبہ کو نہ جانتا ہو۔ اور یہہ بھی سبکے نزدیک مسلم ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحبہ وسلم نے بہت خبریں غیب کی فرمائی ہیں۔ اور یہی فرمایا ہے کہ مجھکو علم اولین وآخرین دیا گیا ہے آخر ایک خطبہ میں آپ نے قیامت تک کے حالات بیان فرما دئے بلکہ قیامت کے حالات بھی احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ جس رسول سے زیادہ راضی ہو اسکو اپنا غیب بتلا دیتا ہے اور یہہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تو کہدے اگر میں غیب جانتا تو اکثر خیر جمع کر لیتا اور مجھکو کوئی تکلیف مس نہ کرتی۔ پس کوئی مسلمان واقف قرآن علم غیب میں حق تعالےٰ کے برابر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ واصحبہ وسلم کو نہیں کہتا اور کوئی مسلمان آجتک اس کا قائل نہیں کہ نفسانی خواہش سے مزامیر سننا حلال ہے۔ مگر اہل سنت کا یہہ مذہب ہے۔ کہ حضرت امام مہدی اور حضرت عیسےٰ ابھی تک نہیں آئے ہیں اور احکام شرع وہی ہیں جنکو سب مسلمان اہل علم نے سمجھا ہے۔

اللہ جل جلالہ۔ وعم نوالہٗ نے انسان۔ حیوان۔ نبات۔ جماد۔ مٹی۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج۔ تارے۔ دن۔ رات۔ سب کچھہ جسکی ہمکو ضرورت تھی بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ سامان پیدا کر دیا۔ اور انسان کو ایسی عقل اور تمیز عطا کی جس سے وہ ہر شے کو

Marfat.com

اپنے موقع اور محل پر تصرف کر سکے۔ زمین کی تمام اشیاء کو خاص انسان کے واسطے بنایا اور انسان کو خاص اپنی معرفت اور عبادت کے واسطے پیدا کیا۔ جیسے گھوڑے کا گھانس دانہ سائیس گھوڑے کے لئے ہے اور گھوڑا خاص مالک کی سواری کے واسطے اگر ہم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہیں تو ممکن نہیں۔ با این ہمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مرضی اور خلاف مرضی سے بذریعہ اپنے خاص بندوں کے ہمکو مطلع اور آگاہ کر دیا۔ کیوں کہ عقل بشری کو مرضی و خلاف مرضی الٰہی کا معلوم ہونا بہت دشوار ہے اس لئے بذریعہ کتب آسمانی و مقربان رحمانی اپنے احکام سے سب کو اطلاع اور آگاہی بخشا۔ اور حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت سے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسّلام کے زمانہ تک ہزار ہا نبی اور رسول مبعوث فرمایا۔ جنکے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی توحید اور عظمت کا جا بجا ڈنکہ بجگیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت اور توحید معلوم کرنیکے واسطے عقل سلیم بھی کافی ہے۔ لیکن مرضی الٰہی اور خلاف مرضی الٰہی تک عقل کی رسائی نہیں کیون کہ عقل نہیں معلوم کرسکتی کہ فلاں کام مرضی الٰہی کے موافق اور فلاں کام مخالف ہے۔ ورنہ انبیاء کو بھیجنے کی ضرورت نہوتی پھر دیکھو انبیاء علیہم السّلام نے کسقدر تبلیغ احکام الٰہی میں مشقت اور محنت اور تکلیف اٹھائی جنکو انسانی طاقت ہرگز برداشت نہیں کرسکتی مگر وہ احکام الٰہی کی تبلیغ ہر حال میں برابر کرتے رہے۔ کس روحانی قوت کے انسان تھے

Marfat.com

کہ جنکی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔ اونکی تبلیغ کا اقرار اور شکریہ ہر انسان عاقل بالغ پر فرض ہے۔ سب سے بڑا کام عالم کے اندر خدائے تعالےٰ کیطرف بلانے کا ہے پس وہی شخص اس کام کے لایق ہے جو خود بھی کما ینبغی کاربند اور احکام آلہی کا پابند ہو۔ انبیاء کی نصائح خاص اللہ تعالےٰ کے واسطے ہیں اور دوسرے حکماء کی نصائح جو کسی نبی کو نہیں مانتے ہیں دوسری اغراض کے واسطے ہیں۔ نصیحت وہی ہے جس میں حقانیت اور اخلاص پایا جاوے پس انبیاء کی نصائح چھوڑ کر دوسروں کی نصائح کو کیوں پیش نظر رکھا جائے۔ افلاطون اور ارسطو کی نصیحت ہم کو ایسی مفید نہیں جیساکہ نصائح انبیاء مفید ہیں۔ قرآن شریف کے ہوتے ہوئے ہم کو توریت وانجیل کے دیکھنے کی کیا حاجت ہے۔ قرآن اور حدیث سے زیادہ کسی کتاب اور اہل کتاب کی نصائح ہرگز نہیں ہوسکتے۔ انسان کے واسطے بڑا مہتم بالشان کام اول یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد اور اعمال کو قرآن پاک اور احادیث شہ لولاک کے مطابق کرلے۔ اور وہ اخلاق اوس میں موجود ہوں جنکی شہادت کلام آلہی اور حدیث رسالت پناہی میں پائی جائے۔ کیونکہ اخلاق حمیدہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کما ینبغی ادا ہوسکتے ہیں اور دونوں حقوق کی کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ میں ایسی تفصیل ہے کہ کسی کتاب میں اوس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ انسان کی جبلت اور طبیعت ایسی ہے کہ بالکل معطل اور بیکار نہیں رہ سکتی۔ اگر انسان اوس کی دین کی طرف

Marfat.com

مشغول نکرے گا تو وہ ضرور دنیا کی طرف مشغول رہے گی اور صرف
دنیا کے افکار اور مشاغل میں تمام عمر ضائع ہو جائے گی۔ پس انسان
کو لازم ہے کہ دنیا کے کاروبار بقدر ضرورت اختیار کرے اور
آخرت کی درستی اور اصلاح میں اپنی پوری ہمت صرف کرے تاکہ
خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق نہو۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ
جس نے تمام افکار کو فکر آخرت کر دیا تو اللہ تعالےٰ اوس کے
تمام کاروبار دینوی کا انتظام کر دیتا ہے اور جس نے تمام افکار اور
پوری ہمت اپنی دنیا ہی میں صرف کر دی تو اللہ تعالےٰ کچھ پروا
نہیں کرتا خواہ وہ کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے۔ دنیا چندروزہ
ہر طرح بسر ہوتی ہے مگر آخرت دار پائدار ہے وہاں کے
واسطے ذخیرۂ اعمال صالحہ ضرور ہے۔ اللہ تعالےٰ کے حقوق
جسقدر انسان پر ہیں کسی شئے کے اسقدر حقوق نہیں اور اگر
دوسرون کے حقوق ہیں تو وہ اللہ پاک کے ہی مقرر کئے
ہوئے ہیں کیا کچھ تعجب اور حیرت کا مقام نہیں کہ اللہ غالب اور
منعم حقیقی کو چھوڑ کر انسان ادہر ادہر بھٹکا پھرے۔ اور عیال
واطفال کے حقوق ادا کرنے میں اسقدر سرگرم ہو کہ حقوق
الٰہی کو بالکل بھول جائے۔ اور دنیا کے مشاغل کو، دینی مشاغل
ترجیح دے۔ اور قانون رحمانی سے انسان کو مقدم سمجھے۔
آج کل بعلمی اور بیدینی کا بازار گرم ہے دنیا کے کاروبار میں

Marfat.com

بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور دین کو اگر لیا بھی تو بطور لہو ولعب کے دین کی سمجھہ دنیا سے اوٹھ چلی۔ اکثر مسلمان علم دین پر وکالت۔ حساب۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ کو مقدم جانتے ہیں اور صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ کی پابندی نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو صرف برائے نام۔

افسوس صد افسوس دینی مدارس میں صرف غریب مسکین طلباء تعلیم پاتے ہیں اور دنیاوی مدارس امرا و اغنیاء سے بھرے پڑے ہیں غربا میں اتنی استطاعت کھاں کہ دنیا کے علوم لا یعنے حاصل کریں اس لئے اون کو مجبوراً علم دین تحصیل کرنا لابد ہے اور وہ اشخاص بہت کم ہیں جنکو دنیا کی طمع دامنگیر نہیں۔

مسلمانو۔ خدا کے واسطے جلد اپنا دین درست کرلو۔

اللہ تعالے کے قدرت اور عظمت اور جلال ایسا ظاہر وباہر ہے۔ کہ اوس کے مقابلہ میں کوئی قدرت اور کوئی کمال بقدر پاسنگ ہی نہیں۔ بلکہ سب کمالات اور قدرتیں اوسیکے کمالات اور اوسیکی قدرتو نسے فیضیاب ہیں۔ کسی شخص میں یہہ طاقت نہیں کہ ایک۔ مچھر۔ یا مکھی۔ یا چیونٹی پیدا کرسکے۔ تمام مخلوق کو اوسی ذات جامع الکمالات نے وجود اور کمالات وجود عطا کیا۔ مخلوق کا وجود ذاتی نہیں ورنہ قدیم تھا بلکہ سب میں وجود اور کمالات وجود مستعار ہیں جب وہ چاہے عطا کرے اور جب چاہے واپس کرے کسی کی یہہ مجال نہیں کہ قبول نکرے یا واپس کرنے سے انکار کرے۔ کوئی شئے کسیکی درحقیقت مملوک نہیں اور نہ کسیکا

Marfat.com

حکم اور تصرف اوس میں چل سکتا ہے جب تک کہ اوس مالک حقیقی کا حکم نہو۔ لہذا کسی شئے میں بدون اجازت مالک حقیقی کے تصرف کرنا ہرگز روا نہیں۔ جس شئے کو اوس نے یا اوس کے رسول مقبول نے حلال بتلایا ہے وہ حلال طیب ہے۔ اور جسکو خدا اور رسول نے حرام اور منع کیا ہو وہ شئے بلاشک حرام اور ممنوع ہے۔ بندہ کو اپنے مالک اور خالق کی اطاعت ضرور ہے۔ اگر کسی امر میں معصیت خالق ہو تو کسی مخلوق کی اطاعت اوس میں روا نہیں۔ نفس و شیطان اوسکے دربار کے دربان ہیں تا کہ دوستوں کو داخل دربار ہونے سے منع نکریں اور دشمنونکو دربار آلہی میں جانیسے منع کریں۔ جس نے نفس و شیطان کو اپنا آقا سمجھا اور اونکے اشارہ پر چلا۔ اوسکی خیر نہیں۔ بلکہ انسان کو چاہیے کہ ہر خواہش اور ارادہ میں اللہ تعالےٰ اور اوس کے رسول کی اجازت طلب کرے۔ اگر صریح حکم پاوے تو بلاریب اوسکو اختیار کرے اور جو امر مشتبہ ہو یعنی معلوم نہو کہ جایز ہے یا ناجائز تو اوس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ بہرحال ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اوامر اور نواہی آلہی کا علم رکھتا ہو۔ اور اگر احکام آلہی سے کوئی شخص بے خبر ہو تو اوسکو مسلمان کہنا ایسا ہے جیسا زنگی کا نام کافور رکھنا۔ ہر شخص پر بڑا ہی ضروری امر ہے کہ وہ خوب غور کرے کہ علم دین ضروری سے واقف ہے اور اوسپر عامل ہے یا نہین۔ اگر ضروریات دین سے

Marfat.com

واقف ہو۔ اور اونکا عامل ہو فہو المراد ۔ ورنہ اوسکو اول سب امور سے یہہ علم حاصل کرنا اور اوس کے لئے سعی اور کوشش کرنا فرض اور ضرور ہے۔ کیونکہ اگر یہہ علم نہیں تو وہ شخص مرید ہونیکی بھی ہرگز قابلیت نہیں رکہتا ہے۔ خود پیر صاحب کو جن کا وہ مرید ہونا چاہے ضرور ہے کہ اگر اوسکو جاہل اور بے علم معلوم کریں تو اول اوسکو یہہ ارشاد کریں کہ پہلے ضروری مسائل دین کے سیکہہ لو بعد ازان مرید ہونا۔ بزرگان دین کا قدیم سے یہی طریقہ رہا ہے کہ بیعلم کو بدون علم حاصل کرنیکے ہرگز مرید نہیں کرتے تھے۔ شکر اللہ تعالےٰ سعیھم۔ ہرچند اصلاح زمانہ نے عالم اوسیکو قرار دیا ہے۔ جو کتب درسیہ پڑھا ہو۔ لیکن شرع شریف میں عالم وہی ہے جو عقائد اور اعمال ضروری جانتا ہو۔ خواہ بذریعہ کتابون کے یہ علم حاصل ہوا ہو۔ خواہ علما کی صحبت میں ضروریات دین سیکہہ لیا ہو۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم کا علم بذریعہ صحبت ہی کے حاصل ہوا تھا سب پڑھے لکھے نہ تھے پس زمانہ مین زبانی تعلیم کا بالکل چرچا نہیں رہا۔ الا ما شاء اللہ صرف عربی کی خاص کتابوں کو حاصل کرنے کا نام علم رکھ لیا ہے اس لئے علم دین سے عوام الناس بالکل بے بھرہ ہوتے ہیں۔ جس طرح مدارس کتب مقررہ جاری ہیں اسیطرح زبانی تعلیم کے اگر مدارس مقرر کئے جاویں تو اکثر بے علم جاہل بھی عالم بنجاویں اور جہالت کا دہبہ اور داغ عوام الناس سے مٹ جاوے۔ اور سب مسلمان حقیقی مسلمان ہو جائیں اور دنیا اور دین

Marfat.com

کی تکمیل اور سعادت دارین حاصل ہو۔ آج کل اکثر مسلمان دوسری قوموں کو دیکھکر جا بجا کمیٹیاں اور انجمنیں قائم کرتے ہیں کہ کسیطرح مسلمانوں سے افلاس دور ہو لیکن استحکام دین کی کوئی فکر نہیں کرتا صرف اس قدر نتیجہ نکلا ہے کہ امیروں کی اولاد بھی امیر ہوتی ہے مگر علم دین سے محض ناواقف اور کورے ہوتے ہیں۔ الاماشاءاللہ بلکہ احکام شرع اور علمائے دین کی تحقیر کرتے ہیں۔ یہ کیا خاک امارت اور ثروت ہے جو اسلام کھو کر حاصل ہوئی ہو اونھوں نے اردو زبان میں ایسا ملکہ پیدا کیا ہے۔ کہ اکثر اشخاص اونکی تقریر لایعنی پسند کرتے ہیں دینی مسائل کو دوسرے طریق اور نئی روش سے ادا کرتے ہیں اگر کوئی سیدھی سادھی تقریر میں احکام آلہی بیان کرتا ہے تو اون کے مقلد او سپر مضحکہ اڑاتے ہیں۔ اور امور دینی میں ایسی ایسی تاویلات رکیک بیان کرتے ہیں جن سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے قانون قدرت اور میلان طبیعت اونکا مذہب ہے صرف تکوینی امور سے احکام اپنے واسطے استخراج کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کو تحریف و تبدیل کر کے اپنی رائے کے مطابق کر لیتے ہیں۔ دنیا طلبی اونکا شیوہ ہے تاریخ و اقوال یورپ میں اونکا تمام مبلغ علم منحصر ہے آدھے مسلمان اور آدھے یوروبین ہیں۔ لَا اِلٰی هٰؤُلَاۗءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰؤُلَاۗءِ مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ اگر مسلمانوں نے ملکر اس طوفان بے تمیزی کو نہ روکا تو عنقریب اونکی اولاد یا اولاد کی اولاد نصرانی یا بالکل دہریہ بنجائے گی

Marfat.com

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔ مسلمانو خدا کیلئے نبی آخر الزماں کے طریق پر قائم رہو اور سچ بولنے اور سچا وعدہ کرنے اور معاہدہ کا خیال رکھو اور لغو گوئی اور فریب اور غیبت سے بچو تاکہ فلاح دارین نصیب ہو آمین۔

اللہ تعالےٰ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ کوئی اوس کا شریک نہیں اور سکے رسول اور نبی سب برحق ہیں سب کتابیں آسمانی اور ملایکہ برحق ہیں۔ قیامت اور جزائے اعمال برحق ہے۔ جو احکام خدائے تعالےٰ کی طرف سے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم ہمارے پاس لائے وہ سب برحق ہیں۔ اگر ان امور کا اعتقاد انسان نے سچے دل سے کر لیا۔ اور نور الیقین اوسکو حاصل ہو گیا۔ تو وہ شخص سچا مومن ہے۔ اور جب ان امور کے مطابق آدمی سے عمل بھی ہونے لگا تو وہ پکا مسلمان بھی ہو گیا۔ ایمان اعتقاد یقینی کو کہتے ہیں۔ اور اسلام کے معنے عمل اور طاعت کے ہیں۔ اور کبھی ایک دوسرے کی جگہہ استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال سچے عقیدہ کو اعمال لازم ہیں۔ اور اعمال صالحہ کے واسطے سچا اعتقاد ضرور ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اعتقاد رکھے۔ اور عمل صالح نہ کرے۔ یا لاپروائی سے ادا کرے تو سمجھنا چاہیئے کہ اوس کے اعتقاد میں کچھہ نہ کچھہ فساد ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جب آدمی اللہ تعالےٰ کی صفات کاملہ کا یقین رکھتا ہو۔ اور اوسکے رسول اور کتاب کو برحق جانتا ہو۔ پھر اوسپر عمل نکرے

Marfat.com

اسیطرح اعمال صالحہ اگر کسی شخص سے صادر ہوں تو ضرور ہے
اوس کا اعتقاد بھی درست اور صحیح ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف سے
معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو قصداً ترک کرنے والا قریب کفر کے
پہونچ جاتا ہے۔ اس لئے ارکان اسلام کا ادا کرنا ہر مومن کے
واسطے ضرور ہے۔ اوّل اس بات کی سچے دل سے شہادت ادا کرنا
کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اوسکے رسول ہیں۔ اور دوسرے نماز پنجوقتہ
ادا کرنا۔ تیسرے اوس مال کی زکوۃ میں چالیسواں حصہ محتاجوں کو دینا
جسپر ایک سال گزر گیا ہو۔ اور حوائج ضروری سے زاید ہو۔ چوتھے تمام
رمضان کے روزے رکھنا۔ پانچویں حج کرنا بشرطیکہ زاد راہ کی
استطاعت رکھتا ہو۔ یہ پانچوں ارکان اسلام کے ہر مسلمان کو ادا کرنا
ضرور ہیں۔ لیکن نیت اور قصد اون میں اللہ تعالےٰ کے واسطے ضرور
ہے ورنہ فرض ادا نہوگا۔ اسیطرح نماز کو ایسے اخلاص سے ادا
کرے کہ گویا اللہ تعالےٰ کو دیکھتا ہے۔ یا اوس کے روبرو کھڑا
ہے اور وہ اسکو دیکھتا ہے۔ زکوۃ میں جبکہ مال زکوۃ علیحدہ کرنا
چاہے نیت زکوۃ کرلے۔ یا اوسوقت تک نیت کرلے جبتک وہ مال
فقیر نے صرف نکیا ہو۔ ورنہ زکوۃ میں اوس کا حساب نہوگا۔ اور حج ادا
کرے جبکہ عیال و اطفال کا نفقہ اور زاد راہ اور سواری کی طاقت رکھتا
لوگوں سے سوال کرکے حج کرنا خلاف شرع شریف ہے۔ احکام

Marfat.com

الٰہی کی اہانت اور تحقیر کرنا کفر ہے۔ مومن کامل کی نماز اور تمام ارکان اور زندگی اور موت سب اللہ رب العالمین کے واسطے ہے وہ نماز کے وقت بادشاہ اور امیر کی بھی رعایت سے ہرگز نماز نہیں چھوڑتا جب وقت نماز کا آجائے تو اوسکو بدوں نماز پڑھنے کے چین نہیں آتا اور کوئی ضروری کام اور شغل اوسکو نماز سے نہیں روک سکتا ہے اوسکا جاگنا اور سونا سب عبادت ہے وہ کسی دم یاد الٰہی سے بالکل غافل نہیں ہوتا کوئی کام اوسکا ریا سے نہیں ہوتا۔ وہ کسی حکم کو حکم الٰہی سے فوق نہیں سمجھتا۔ اور اوس کے افعال و اعمال میں تصنع اور تکلف نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دشمن سے بھی سلوک کرتا ہے اور نہایت خلیق اور حلیم اور کریم اور شجاع ہوتا ہے۔ جس انسان میں ایمان نہیں وہ اصلی انسان نہیں بلکہ صورت کا انسان ہے۔ اگرچہ دنیا کے کاروبار میں بڑا عقیل اور چالاک ہو۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کی حقیقت اگر مچھر کی برابر بھی ہوتی تو کافر کو گھونٹ پانی کا بھی نہ ملتا۔ چنانچہ اہل اللہ کو نور الٰہی ایسا عطا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی لذات کو بمقابلہ لذات دین کے بالکل ہیچ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور فی الحقیقت ایمان کامل کی لذت اور خوبی سب لذات اور خوبیوں سے برتر ہے۔ جس نے وہ لذت چکھی ہے وہی اوس کا مزہ جانتا ہے۔ خالص لذت اور حیات ابدی وہی ہے۔ اور لذات دنیا فانی، ناپائدار، مغشوش ہیں کسی شئے میں خالص لذت نہیں دیکھو غذا کیسی ہی عمدہ اور خوش رنگ اور لذیذ ہو لیکن پاخانہ اور پیشاب کے اجزاء اوس میں ضرور مخلوط اور پوشیدہ رہتے ہیں

Marfat.com

اور اگر اس میں وہ اجزا نہیں تو پھر کہاں سے نکلتے ہیں۔ اسی طرح جماع میں سب سے زیادہ لذت انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ لذت مغشوش صرف بقائے نسل کی وجہ سے انسان میں عطا ہوئی ہے ورنہ انسان ایسی حرکات ناشایستہ کا ہرگز مرتکب نہوتا۔ پھر مدخل کو غور کرو کہ درمیان بول و براز کے رکھا گیا ہے۔ اور ہر طرف خون اور گندی رطوبات بھری ہوئی ہیں۔ جسطرح آدمی بقائے بدن کے واسطے ایسی غذا کا استعمال کرتا ہے۔ جسمیں نجاست کے اجزا بھی شامل ہیں۔ اسیطرح وقت جماع کے نجاست فرج اور نجاست اطراف و جوانب پر بھی التفات کر کے اجتناب نہیں کرسکتا۔ جب دنیا کی اعلےٰ لذت کا یہ حال ہے تو اونے لذات کسطرح دلخراش نہوں گی۔ آخر اہل دنیا کو ملاحظہ فرمائیے کہ کسقدر تگ و دو اور کیسی کیسی تکالیف اور ذلت تحصیل دنیا میں برداشت کرتے ہیں اور دن رات انہیں افکار اور خیالات میں مستغرق رہتے ہیں۔ بااین ہمہ اوسکو ترک نہیں کرسکتے الاماشاءاللہ۔ پھر بھلا جس شخص کو شہنشاہ حقیقی کے دربار میں بوجہ کمال ایمان کے باریابی حاصل ہو وہ کیونکر لذات دنیا کی طرف ملتفت ہوسکتا ہے۔ مگر بقدر ضرورت و اتباع سنت دنیا کا بھی کام بجالاتا ہے۔ لہٰذا اوسکی دنیا بھی دین بنجاتی ہے۔ وہ برعکس نہیں کرتا کہ دین کو دنیا کرے۔

اللہ تعالےٰ کے نزدیک انسان کا قلب، اور نیت، قابل اعتبار ہے۔ انسان کی صورت اور اوسکا عمل بدون نیت کے معتبر نہیں

Marfat.com

کیون کہ انسان کے اعضا میں صرف قلب ہی ایسا عضو ہے۔ کہ جب اوس میں صلاحیت آجاتی ہے۔ تو کل بدن میں صلاحیت ہوجاتی ہے اور جب قلب انسان فاسد ہوتا ہے۔ تو کل بدن فاسد ہوجاتا ہے ہر انسان کیلئے اپنے قلب کی اصلاح کرنا ضرور ہے۔ تاکہ قلب صفات ذمومہ سے محفوظ ہوکر اطاعت الٰہی میں مشغول ہو۔ اگر قلب انسان مشاغل دنیوی میں مشغول ہے۔ اور مشاغل اخروی سے بچتا ہے، تو یہ حالت رونیکے قابل ہے۔ صدق دل سے دعا اور التجا کرنیسے قلب میں صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ اصلاح قلب کیواسطے اکسیر اعظم ہیں۔ جسطرح طبیب جسمانی کا اعتبار کرکے امراض جسمانی کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسیطرح طبیب روحانی کا اعتبار اور یقین زیادہ کرکے امراض روحانی کا علاج کرنا چاہیئے۔ اور جو نسخہ۔ اور جو دوا۔ تجویز کرے اوسکو ضرور استعمال کرنا چاہیئے۔ اور جس شئے سے پرہیز کرنے کو حکم دے۔ اوسکے حکم کی تعمیل بہ نسبت طبیب جسمانی کے زیادہ تر کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ امراض جسمانی میں بدپرہیزی کا اثر صرف اس کی زندگی پر پڑتا ہے۔ اور امراض روحانی میں بدپرہیزیکا اثر ہلاکت ابدی پیدا کرتا ہے۔ جسطرح انسان دنیاوی زندگی کی خاطر فن طب حاصل کرتا ہے اس سے زیادہ ابدی زندگی کے واسطے تحصیل قرآن وحدیث میں سعی اور کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ رفتہ رفتہ مرض دق قلبی

Marfat.com

پیدا ہو کر باعث ہلاکت ابدی ہوگا۔ مگر علاج اس مرض مہلک کا صرف زندگی تک ہو سکتا ہے۔ جس نے حق تعالےٰ کے کلام پاک اور اوسکے رسول کے فرمان کے مطابق عمل کر لیا وہ نجات ابدی سے ممتاز ہو گیا اور فلاح دارین اوسکو نصیب ہوی۔ دیکھو غور کرو! اب بھی سنبھل جاؤ اور قلب کو حق تعالےٰ کیطرف لگا دو، ورنہ بہت ہی پچتاؤ گے ادہر اودہر مت بھٹکتے نہ پھرو۔ چند روزہ زندگی کو خراب نکرو اسپر جو میں عرض کرتا ہوں کاربند ہو جاؤ۔ یہی عروۃ الوثقےٰ ہے۔ جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ اگر انسان سمجھدار ہوشیار ہے۔ تو کوئی کام دنیا کا ذکر اللہ سے اوسکو مانع نہیں۔ کیا بزرگان دین کے پاس اولاد وغیرہ کوئی دنیا کا سامان نہ تھا؟ ضرور تھا۔ لیکن اوس میں جو تصرف کرتے اول اللہ تعالےٰ اور رسول مقبول کی اجازت معلوم کر لیا کرتے تھے اسیوجہ سے اونکا دنیاوی کام بھی داخل دین تھا۔ اور چونکہ ہم ہوا و ہوس نفسانی سے تصرف کیا کرتے ہیں۔ اور مرضی اور غیر مرضی کی تلاش نہیں کرتے، اسلئے ہم جسقدر اپنے حال زار پر گریہ اور واویلا کریں کم ہے بھر حال اتنا ضرور کرلیں کو ضروری علم کو حاصل کر کے اپنی نیت اور اخلاص کو تو بھلا درست کرلیں مصرع گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت است۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے دوست اور رفیق کو بھی نصیحت کیا کرے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی ذرا پروا نکرے۔ بس یہی بڑی کیمیا اور کندن ہے۔ اور وسوسہ اور خطرہ آنا شان ایمان

Marfat.com

سے کے منافی نہیں - بلکہ عین ایمان کی علامت ہے ۔ جبتک یقین کامل
نہو وسوسہ بہت کم آتا ہے ۔ اسیلئے وسوسہ پر کوئی مواخذہ نہیں جبتک
اوس کا اثر کام یا کلام میں ظاہر نہو ۔ اسیطرح نماز میں اگر وسوسے آجائے
حتے الامکان اوس کو دفع کرے ۔ اگر دفع نہو تو اوسکی کچھ پروا نکرے
غرض تصور کسی قسم کا ہو وہ مضر نہیں جبتک کہ تصدیق کے مرتبہ کو نہ پہونچے
ادائی زکوۃ میں بھی اگر ریا کا محض تصور ہو ۔ اور وہ ریا باعث ادائی زکوۃ نہو
تو کچھ نقصان نہیں ۔ حج کے واسطے بھی اگر اخلاص نیت میں محض وسوسہ اور
خطرہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ۔ اور اگر صرف وسوسہ اور خطرہ ہی اعمال
صالحہ کا باعث ہو اور نیت لوجہ اللہ برائے نام ہو تو ایسا عمل مقبول
نہیں ، بلکہ خطرناک ہے ۔ جیسے بکرا ۔ گائے ۔ یا مرغ ۔ کسی بزرگ کے
نام کا مقرر کیا جائے ۔ اور وقت ذبح کے لفظ بسم اللہ اللہ اکبر برائے
نام ہو ، تو وہ مشتبہ اور حرام ہو جاتا ہے ۔ خصوصًا ان بے علموں سے جنکو
نیت کا خالصًا لوجہ اللہ کرنا نہیں آتا ۔ اور اگر جانور خاص اللہ تعالے کی نیت
کر کے ذبح کیا جائے ۔ اور گوشت اوس کا فروخت کیا جائے ، یا کسی
مہمان کی خاطر پکایا جاسے تو اوس کا کھانا جائز ہے ۔ کیوں کہ اسمیں
تقرب الی الغیر کی نیت نہیں ۔ جیسا کہ اوس میں ہے ۔ عوام الناس بلکہ
اوساط الناس ، ان دونوں نیت میں فرق نہیں کرسکتے ۔ بلکہ دونوں کو ایک
بتلاتے ہیں ۔ مگر علمائے حقانی کے نزدیک دونوں میں فرق بین ہے ۔
الغرض اعمال صالحہ میں نیت لوجہ اللہ ہونی چاہیئے ورنہ وہ عمل باطل ہوگا ۔

Marfat.com

یا ثواب سے خالی ہوگا۔ کیوں کہ عبادت مقصودہ بدون نیت کے ادا نہیں ہوتی۔ اور غیر مقصودہ کا ثواب بدون نیت کے نہیں ملتا۔ بھرحال اصل اعمال کی نیت اور اخلاص ہے اگر تخم ہی خراب ہو تو پھل کیونکر خراب ہوگا۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ نیک عمل سے پہلے نیت اپنی خالصًا للہ کرے زوجہ اور اطفال کا نفقہ، بلکہ خود اپنا کھانا، پہننا، جانا، آنا، بیٹھنا، اوٹھنا، سونا، جاگنا، احباب سے ملنا، اقربا اور رفقا سے سلوک کرنا، کلام، خاموشی، اور کل اعمال میں نیت کیا کرے۔ حتے کہ اکول، و شروب، و ملبوس، و قربت زوجہ، یہ بھی ثواب کا مستحق ہو، اور اعمال بد سے ہمیشہ نفرت رکھے۔ اور اگر بتقاضائے بشریت کوئی خطا صادر ہو فورًا رجوع الی اللہ ہو جائے اور صدق دل سے توبہ کرے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سب مسلمانوں کو نیک خالص اعمال کی توفیق دے اور اپنی محبت عطا کرے۔

اللہ تعالےٰ نے قبیلے اور قومیں پہچان نے کیواسطے بنائے ہیں بحیثیت قبیلہ اور قوم کے کسیکو دوسرے پر فضیلت نہیں، بلکہ اون میں جو اللہ تعالےٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ اور اچھے اعمال ادا کرتا ہو اوسکی دوسرے پر اللہ تعالےٰ کے نزدیک زیادہ فضیلت ہے۔ فضیلت میں حسب اور نسب کا اعتبار نہیں جب تک تقوے حاصل نہو۔ اگر قوم کا سید بھی ہو۔ اور وہ فاسق اور فاجر و بدکار ہو، تو اوس سے وہ جولاہہ بہتر ہے

جو عابد، متقی، پرہیزگار ہو۔ اور یہ جو بعض جاہلوں کا مقولہ ہے۔ کہ سادات پر نار دوزخ حرام ہے بالکل بے سند اور بے اصل کلام ہے حضرت نوح علیہ السّلام کا لڑکا چونکہ مومن اور عامل نہ تھا۔ اسلئے اوس کو اللہ تعالےٰ نے اونکے اہل سے خارج کردیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جس کا عمل نہو گا۔ اوس کا نسب کام نہ آئے گا۔ مطلق سادات کو بوجہ حسن اعمال اور خوبی اخلاق کے دوسری اقوام پر فضیلت ہے۔ نہ یہ کہ ہر فرد سادات کا دوسری قوم کے ہر ہر فرد سے بہتر ہے۔ کیونکہ سید بدکار کو غیر سید پرہیزگار پر فضیلت دینا خلاف عقل و نقل ہے۔ چونکہ سادات میں اکثر دیندار اور کامل ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے اونکو دوسروں پر فضیلت دیجاتی ہے غرض انسان باعتبار گوشت پوست کے فضیلت نہیں رکھتا بلکہ فضیلت انسانی باعتبار خداشناسی اور اعمال صالحہ کے ہے۔ اسیطرح عالم دین کو عالم دنیا پر فضیلت ہے۔ اس لئے کہ دین اصل ہے اور حیات انسانی سے مقصود دینداری ہے۔ اور دنیا مقصود بالذات نہیں صرف بمنزلہ آلہ اور محل زراعت کے ہے۔ پس جن علوم سے دین اور احکام رب العالمین حاصل ہوں وہی علوم سب علوم کی اصل و مقصود بالذات ہیں۔ علم دین کی تحصیل مثل تعمیر مکان ہے۔ اور علم دنیا کی تحصیل مثل تعمیر بیت الخلا ہے۔ تمام ونرات دین ہی کا مشغلہ چاہئے۔ اور دنیا کو بقدر ضرورت ہی حاصل کرنا اچھا ہے۔ اگر کوئی شخص علوم دنیوی میں اکثر اوقات مشغول رہے، اور علم دین کو کبھی کبھی برائے نام حاصل کرلیا کرے

تو اوسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص تمام دن رات پائخانہ ہی میں بیٹھا رہتا ہو، اور مکان کو کبھی کبھی اگر دیکھ لیتا ہو اسیطرح جس شخص نے اسلام کی ترقی اور اعلائے کلمۃ اللہ میں تمام مال واسباب خرچ کر دیا ہو، اور جان نثاری اور تائید اسلام میں ذرا دریغ نکیا ہو وہ دوسرے اشخاص سے بھتر ہے جو اوس مرتبہ کو نہیں پہنچے ہرچند اون میں بھی بہت خوبیاں ہیں۔ بلکہ بعض اوصاف اونکے شخص اول سے بھتر ہیں۔ لیکن استحکام دین و اسلام و اشاعت اصل ایمان جسقدر شخص اول میں ہے دوسروں میں اسقدر نہیں۔ لہذا اوس شخص کو ہی فضیلت اور استحقاق خلافت نبوت بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ہوگا۔ انبیا علیہم السّلام نے کوئی ترکہ وارثوں کے لئے نہیں چھوڑا بلکہ مال متروکہ اونکا فقراء و محتاجین کا حق ہے۔ جسطرح جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم حاجتمند کی حاجت کو اپنے گھر والونکی حاجت سے بعض وقت مقدم جانتے تھے اسیطرح خلیفہ اول اور خلیفہ چہارم نے بھی عمل کیا اون سب کا ظاہر و باطن یکساں تھا وہ ایسے نہ تھے کہ دل میں برا سمجھیں اور ظاہر میں تعریف کریں اصلی سیّد وہی ہے جو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے طریق پر مستقیم ہو۔ اخلاق انسانی

سادات الاخلاق اصلی سادات کے اخلاق تمام مخلوق سے ممتاز اور اعلے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ طمع دنیاوی سے سید بن گئے ہیں۔ اون کے حالات و اخلاق خراب ہیں۔ اونکا شیوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی اور دشنام دہی کا ہے۔ غرض اللہ تعالے

Marfat.com

نزدیک زیادہ مکرم اور بزرگ وہی ہے جو زیادہ متقی ہو۔ پس کون ایسا مسلمان ہے جو متقی کو اتقے پر اور غیر متقی کو متقی پرہیزگار پر فضیلت دے۔ اور اہل دنیا کی اصطلاح میں وہی زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو بڑی ڈگری حاصل کی ہو۔ یا مالدار غنی ہو۔ یا تاریخ داں، یا ریاضی داں مشہور ہو یا ناجائز طریق سے قومی ہمدردی کرے۔ یا جھوٹے مقدمات میں کامیاب ہو۔ یا کوٹ پتلون بوٹ موزے قمیص پہنا کرے۔ یا جنٹلمن لکچرار ہو۔ انہوں نے اپنی اصطلاحات میں اسقدر غلبہ کر لیا ہے کہ عوام الناس بلکہ بعض خواص کا بھی ادھر طرف میلان پایا جاتا ہے۔ چنانچہ تاریخ لکھنی ہو تو شمسی کی تاریخ لکھتے ہیں۔ اور تاریخ قمری کو متروک کر دئے ہیں۔ اور کوٹ پتلون کی اسقدر تعظیم کرتے ہیں کہ جبہ و دستار کی بھی ایسی نہیں کرتے حالانکہ حکام زمانہ جو دوسری قوم کے لوگ ہیں کسی مذہب میں دست اندازی نہیں کرتے بلکہ پابند مذہب سے خوش ہوتے ہیں اور نقال سے کشیدہ خاطر اور اندیشناک رہتے ہیں۔ اور اہل علم اور بزرگان ہر قوم کی تعظیم کرتے ہیں پھر بھی اکثر مسلمان پابندی مذہب کو تعصب کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ تعصب وہ ہے کہ خلاف حق کی طرفداری کیجاوے۔ پابند مذہب کو متعصب کہنا سراسر ناواقفی اور بے علمی ہے۔ البتہ عہد شکنی، اور غدر کرنا، اور حاکم وقت سے لڑنا، محض تعصب اور خلاف شرع شریف ہے۔ جہال اوسکو مذہب خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک اور حدیث جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے کہیں بھی

Marfat.com

ایسے طوفان بے تمیزی کو مذہب میں داخل نہیں کیا۔ جاہلوں نے مذہب اسلام کو محترف کر دیا ہے۔ لیکن علمائے حقانی اسلام کی حقیقت کو علانیہ بتلاتے ہیں مگر عوام الناس اوسکو کما ینبغی نہیں سمجھتے۔ اگر وہ تبدیل وتحریف کر کے علماء کی مخالفت کریں اس میں اسلام اور علمائے اسلام کا کیا قصور ہے۔ اسلام نے سبکو یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالے کے وحدہ لاشریک ہونیکا یقین کریں۔ اگر انسان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ یا اوس کو آگ میں جلایا جائے تو بھی اللہ تعالے کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرے۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جمیع اہل اسلام اس میں متفق ہیں جسطرح دو خدا یا تین خدا کا اعتقاد کرنا کفر جانتے ہیں اسیطرح بندہ کو خدا جاننا بھی کفر سمجھتے ہیں۔ اور بجز خدائے تعالے کے کسیکو خالق افعال نہیں جانتے۔ البتہ غلبۂ حال میں کوئی خاص بندہ مثل مجنون کے انا لیلے بولے تو اوسکو معذور اور مرفوع القلم سمجھتے ہیں۔ ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن۔

اللہ تعالے اور جناب خاتم النبیین کے ارشاد اور ہدایت کے مطابق جن لوگوں نے عمل کیا وہ ایسے بزرگ اور کامل ہوے کہ اونکی نظیر کسی قوم میں نہیں پائی جاتی۔ اونکو دین اور دنیا دونوں کی ترقی ایسی حاصل ہوی کہ باید و شاید۔ حتے کہ جاہلوں نے اونکی ایسی تعظیم کی کہ خدا اور رسول کی بھی ایسی تعظیم نہ کی ہوگی اور کرتے ہیں۔ مسجد کو چھوڑ کر مزار کو پرستش گاہ بنالیا۔ اور تمام حاجات دینی و دنیوی۔ قبور اولیاءاللہ سے

طلب کرنے لگے۔ نذر اور منت خاص اولیا اللہ ہی کیلئے مقرر کریں۔
سیکڑوں عرضیاں مزاروں پر لٹکائیں۔ اور گائے۔ اور بکری۔ اور مرغ
اونکے نام پر چڑھائے۔ اور اپنے زعم باطل میں ایسا سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ
نے سب کمالات اولیا اللہ ہی کو عطا کر دئے اور اپنے پاس نعوذ باللہ کچھ
رکھا اور بزرگونکو بام حاجت روائی کا زینہ قرار دئے۔ اونکی کرامات
اور تصرفات سُنکر بیحد معتقد بنگئے کہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرنی چاہیئے
وہ اونہیں سے کر لیتے ہیں۔ مزار اولیا اللہ پر صرف پھول اور شیرینی
چڑھا کر بیٹا بیٹی، جاہ و منصب، مال و دولت، کی درخواست کو کافی تصور
کرتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کی قدرت اور کمالات اور بادشاہت سے
بالکل بیخبر ہیں۔ اکثر سجادوں کی آمدنی اسی چڑھاوے کی بدولت ہے
اسی لئے وہ اونکو منع نہیں کر سکتے۔ خدا ترسی اور علم دین سے بالکل
بےبہرہ ہیں۔ مزاروں پر ناچ رنگ مزامیر معازف کیوجہ سے بڑی رونق رہتی
ہے۔ اکثر وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے حتےٰ کہ بدکار و زانی و
شرابی بھی جمع ہو کر۔ اور لہو لعب میں شامل ہو کر۔ حظ نفسانی اور
حرکات لایعنی کو ثواب سمجھتے ہیں۔ نماز وغیرہ سے بالکل ناآشنا ہوتے
ہیں۔ بعضے اشخاص جنکو نماز کی عادت پڑ گئی ہے۔ اوٹھکر نماز پڑھتے
ہیں، مگر اکثر اوباش و جہال ناچ اور مزامیر کو چھوڑ کر نماز کے واسطے
نہیں جاتے۔ صرف دل لگی اور تماشہ کے واسطے مزار پر حاضر ہوا کرتے
ہیں۔ تمام لغویات و بدعات کو جائز بلکہ واجب جانتے ہیں۔ یہ نہیں وقت یا

کرتے کہ وہ کونسا کام تھا جسکی وجہ سے اہل مزار کو ایسا رتبہ ملا۔ وہ رتبہ صرف خدا پرستی سے اونکو حاصل ہوا جہاں تمام عمر قبر پرستی کرتے ہیں مگر خاک بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا پس وہی طریقہ جو بزرگوں سے اختیار کیا تھا کیوں اختیار نہیں کرتے یہ مانا کہ تصرفات اور کرامات اولیاء اللہ حق ہیں۔ ہم ہرگز اونکا انکار نہیں کرسکتے۔ لیکن کیا کریں ہم کو شرع شریف نے یہ اجازت نہیں دی کہ ہم بوقت مصیبت واضطرار اہل مزار سے طلب حاجات کیا کریں۔ بلکہ ہم کو شریعت اور طریقت نے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم سب کا ملجا اور ماوا درگاہ الٰہی کو جانیں اور اوسیکو جب ضرورت ہو پکاریں۔ اور اوسی سے حاجت روائی چاہیں۔ جیساکہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا بھی یہی طریقہ جاری رہا ہے۔ ہر چند اس زمانہ کے صوفی اور درویش اکثر بیعلم ہیں لیکن بہ نسبت علماء کے ذکر اللہ زیادہ کرتے ہیں۔ اور علماء ایسے بہت کم ہیں جو ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔ البتہ ظاہر شریعت کی جو اصل طریقت ہے علماء زیادہ تعمیل کرتے ہیں مگر مرید ہونے کو چنداں ضروری نہیں جانتے۔ اور مشایخ اور صوفیہ کے نزدیک تو بیعت کرنا بہت ضروری ہے۔ جو مرید ہو کر کسب طریقت نکرے اوسکو خشک ملا بتلاتے ہیں حالاں کہ وہ صوفی جاہل سے بہتر ہے۔ اور اس میں بھی کلام نہیں کہ قوت علمیہ قرآن شریف اور تفسیر اور حدیث اور فقہ سے ترقی کرتی ہے۔ اور قوت عملیہ کے واسطے اچھی صحبت درکار ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

فیض صحبت سے مشرف ہوئے، اور تابعین نے صحابہ کی صحبت میں
کمالات کی ترقی کی، اسیطرح ایک دوسرے سے فیضیاب ہوتے چلے آئے
صرف علم حاصل کرلینا اور کسی بزرگ کی صحبت میں تکمیل نہ کرنا اچھا نہیں۔ لیکن
اس سے بہتر ہے کہ صحبت حاصل ہو اور علم حاصل نہو۔ بیعت کا طریق
نہایت عمدہ ہے بشرطیکہ بیعت اصلی ہو یعنی مرید پیر کے روبرو یہہ
معاہدہ اور اقرار سچا کرے کہ تمام اوامر الٰہی بجا لاؤں گا اور نہیات سے
بچونگا۔ اسکے بعد پیر اسپنے مرید کو بطریق پاس انفاس وغیرہ کے ذکر
اللہ کی مشق کراتا ہے حتیٰ کہ ذکر اللہ کرتے کرتے مرید کا قلب اور
اعضاء سرتاپا ذکر بنجاتے ہیں۔ اور عجیب وغریب حالات و واردات
قلب پر آتے ہیں، جو اوسکو کشاں کشاں درگاہ الٰہی تک پہونچا دیتے
ہیں۔ جب ذکر الٰہی مرید کے حق میں ملکہ بن گیا اور رگ و پے میں سرایت
کرگیا تو اتباع سنت و احکام شریعت کی پابندی کرنے میں وہ لطف
اور سرور ہوتا ہے کہ دنیا و مافیہا اوسکے مقابلہ میں ہیچ ہے جیطرف
نظر اٹھاتا ہے جلوۂ حق پاتا ہے، اور دل اوس کا باغ باغ ہو جاتا ہے
حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتا۔
تمام بادشاہوں اور مالداروں کی لذت اوسکی لذت کے پاسنگ بھی
نہیں ہوتی۔ ہرچند کاتب حروف کو یہ مرتبہ حاصل نہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ
اس کا یقین ایسا حاصل ہے کہ بے اختیار یوں کہنا پڑتا ہے۔ کہ
لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا یعنی اگر حجاب درمیان سے اٹھالیا جائے

Marfat.com

تو یقین میں زیادتی ہو۔ مجھکو بیعت جناب حاجی امداداللہ صاحب رحمۃ سے ہے
لیکن دو سال کامل جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں رہا ہوں
دونوں صاحب آفتاب عالمتاب تھے۔ مجھکو زیادہ حصہ یقین کا وہاں سے
ملا ہے۔ اگر میں بھی مجاہدہ کرتا تو سبحان اللہ پھر کیا کہنا تھا۔ میری زبان
اور میرا قلم ان بزرگوار ونکی تعریف سے عاجز ہے۔ اُن کے علو
مراتب کا پورا یقین رکھتا ہوں لیکن میری استعداد اور قابلیت کو اون مراتب
کے اطراف تک بھی رسائی نہیں۔ مجھکو اپنا انتساب بیان کرنے میں نہایت
شرم آتی ہے۔ مصرع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مصرع
چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا۔ مگر بے اختیار لکھنا پڑا اللہ تعالیٰ اونکو
مدارج عالیہ اور مقامات صدیقین عطا فرماوے۔ آمین۔

اللہ تعالےٰ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے
جن امور سے ممانعت فرمائی ہے اون سے اسی وجہ سے بچنا چاہئے
کہ حکم خدا ورسول ہے۔ مثلاً زنا، سرقہ، غیبت، کذب، بہتان،
سودخواری، عہدشکنی، وعدہ کا خلاف کرنا، ظلم کرنا، شراب، جوا،
مخالفت باہمی، اور اون امور سے بھی بچنا چاہیئے جو دواعی اور اسباب
ہوں ارتکاب حرام کیلئے۔ اور مشتبہات سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے
یعنی ایسے افعال اور اعمال سے جنکی حلت وحرمت میں شبہ واقع ہو
مسلمانوں میں آج کل غیبت، جھوٹ، عہدشکنی، وعدہ خلافی، حق تلفی،
مخالفت باہمی، بہ نسبت دوسری قوموں کے زیادہ تر شایع ہے۔

Marfat.com

یہ ایسے عیوب ہیں کہ انہیں کی وجہ سے مسلمانوں کو دنیا کی ترقی نصیب نہیں ہوتی ۔ اگر ان چند امور کو بالکل ترک کردیں تو ہرگز کسی قوم سے دنیاوی ترقی میں پیچھے نہیں رہ سکتے ۔ بالخصوص جھوٹ ، اور وعدہ خلافی اور غیبت ، دنیا کی ترقی کیلئے سخت مانع ہے ۔ اس زمانہ میں سچا معاملہ کرنے والے مسلمان شاذ و نادر ہیں ۔ باقی قرض کو ادا کرنے میں باوجود قدرت کے نہایت مصیبت اور مشقت اور تاوان سمجھتے ہیں ! اور اسقدر وعدہ خلافی کرتے ہیں کہ قرضخواہ کا ناک میں دم آجاتا ہے اور قرض دینے سے انکار کرتا ہے ۔ اگر سچا معاملہ اور ایفائے وعدہ ہو تو پھر دوسری قوم سے زیور وغیرہ رہن رکھکر قرض سودی لینے کی ضرورت نہ پڑے ۔ سیکڑوں انجمنیں اور کمیٹیاں قایم ہیں ۔ مگر کہیں بھی صدق اور ایفاء وعدہ اور سچے معاملات پر زور نہیں دیا جاتا ۔ بلکہ اوس کا تذکرہ بھی نہیں کیا جاتا ۔ اسیطرح حسد ، کینہ ، غرور ، تکبر ، اور عیب جوئی سے بہت ہی بچنا چاہیئے ۔ قبور اولیاء اللہ کا سجدہ اور طواف بھی منع ہے ۔ اور جھنڈا کسی پیر کے نام کا کھڑا کرنا ۔ اور منت کی چٹیا بچے کے سر پر رکھنا ، اور طوائف کو شادی میں نچانا ۔ اور رنگ کھیلنا ، اور نوبت نقارہ بجوانا ممنوع ہے ۔ علے ہذا القیاس محرم میں تعزیہ بنوانا ، اور اوس پر چڑھاوا چڑھانا ، اور نعل صاحب کو حاجت روا سمجھنا ، اور ماہ محرم میں بجائے غم کے خوشی کرنا ، اور مرثیہ پڑھنا ، اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کرنا ، سب خلاف شرع ہے ۔ ایسے ہی یزید علیہ

Marfat.com

مایسحقہ کی بدکاری اور معاملات بیان کرکے اہل بیت کی توہین کرنا، اور اکثر جھوٹے قصے اور غلط گھڑی ہوئی روایتیں ذکر کرکے اہل بیت کی اہانت کرنا، مسلمانوں کو زیبا نہیں ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق اسقدر روایات بے سروپا ہیں کہ ایک کو سچی کہو تو دوسری روایت سے اوسکا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ آخر بوقت شہادت بجز مخالفین یزیدیوں کے دوسرا شخص اس طرف کا کون موجود تھا جسکی روایت صحیح تسلیم کیجائے۔ جسقدر روایتیں خاص شہادت جناب امام علیہ السلام کے متعلق ہیں سب مخالفین ہی کی ہو سکتی ہیں۔ یا موضوع ہوں گی پھر دفتر کے دفتر مرثیوں کے شاعرانہ طریق سے لکھے گئے ہیں، وہ اقوال وافعال اوس وقت میں کیونکر صادر ہو سکتے ہیں۔ شاعروں نے اکثر ایسے مضامین بیان کئے ہیں۔ جنکو سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور شعرا کی گھڑت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پانی کی واسطے بے صبر اور مضطرب ہونا۔ اور فوج یزید سے التجا کرنا۔ یہ صرف ائمہ اولوالعزم کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرنا ہے۔ اونکا مقام ایسے اضطراب سے بہت اعلےٰ تھا۔ اسیطرح رسوائی اور فضیحت زنانِ اہل بیت کی مرثیوں میں ذکر کرنا محض شاعری اور توہین ہے، غرض جسقدر موضوع روایات اس معاملہ میں موجود ہیں اسقدر موضوع روایات دوسرے حالات و معاملات میں ہرگز نہیں۔ ایصال ثواب میں بھی صرف رسم و رواج کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ حبّ

اہل بیت کا صرف دعوے ہی دعوے ہے۔ حقیقت میں حب اہل بیت نہایت کمیاب ہے۔ پھر اہل بیت سے وہ وہ روایتیں نقل کیجاتی ہیں جو بالکل اونکی شان کے خلاف ہیں، باینہمہ اونکو رکن اعظم مذہب کا قرار دیا ہے

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اور اسراف یا بخل کرنا دونوں شرع شریف میں منع ہیں۔ بلکہ اعتدالی حالت موافق شرع ہونی چاہیئے۔ اسراف فضول خرچی، اور صرف بیجا کو کہتے ہیں اور بخل انسان میں ایسی صفت ہے جس سے زکوۃ دینے اور ضروری خرچ کرنے میں انسان باوجود استطاعت کے دریغ اور قصور کرتا ہے شادی اور ختنہ اور عقیقہ اور تعمیر مکان میں ضرورت سے زیادہ بیجا طور سے صرف کرنا، اسراف میں داخل ہے۔ اور یہ بھی نہایت بیجا بات ہے کہ شادی میں ہزاروں روپیہ برباد ہو مگر ولیمہ نکیا جائے اسیطرح زکوٰۃ کی نیت نکرنا اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں روپیہ محتاجوں کو تقسیم کر دینا سخاوت میں داخل نہیں۔ سخاوت وہی معتبر ہے جو شریعت کے موافق کیجائے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام شب بیداری کرنا۔ اور نوافل پڑھنا مگر صبح کی نماز کے وقت سو جانا، اور فرض نماز کی کچھ پروا نکرنا، خلاف شرع ہے۔ ایسے ہی بیوی اور بچوں کو نفقہ اور سکونت کی تکلیف دینا اور خود عیش و آرام سے بسر کرنا، یا بیوی کی بیجا طرفداری کر کے اپنی والدہ کو ستانا، یا والدین اور اقربائے محتاجین کی باوجود استطاعت کے خبر گیری نکرنا، یا کسیکو گالی دینا، یا مار پیٹ ادنی ادنی بات پر کرنا،

Marfat.com

یا برائی کا بدلہ اوس برائی سے زیادہ دینا۔ یا بیجا غصہ کرنا، یا اپنی قرابتی کی ناحق طرفداری کرنا، یا امانت میں خیانت کرنا، یا رشوت کالین دین کرنا، یا جھوٹی گواہی دینا، یا کسیکو دھوکہ اور فریب دینا، یا کسی کے انتقال پر اگرچہ اپنا قریب، یا امام، یا ولی ہو، چیخنا، چلانا، کپڑے پھاڑنا چھاتی پٹینا، بال کھسوٹنا، یا جھوٹے مقدمات کی پیروی کرنا، یا نشہ والی اشیاء کا استعمال کرنا، یا کیکو برے لقب سے یاد کرنا، یہ سب امور خلاف شرع ہیں۔ اسیطرح باوجود معذور نہ ہونیکے بھیک مانگنا، یا قرآن شریف کو اجرت مقرر کرکے تعلیم دینا، یا جماعت کی نماز بلا عذر ترک کرنا، یا ریشمی لباس پہننا۔ یا چاندی سونیکے برتن استعمال کرنا، یا مردونکو سونے کی انگھوٹی پہننا، یا مرد کو عورت کا یا عورت کو مرد کا لباس پہننا، یا دوسری قوم کفار کے ساتھ مشابہت کرنا، یا تہذیب کفار کو تہذیب اسلام سے ترجیح دینا، یا رسوم کفار یا جہال کے پسند کرنا، اور مسلمانوں کو اوس سے منع نکرنا فعل مذموم ہے۔

اللہ تعالےٰ کی عظمت اور شان کو ہر انسان ہر وقت اور ہر آن میں پیش نظر رکھے۔ اور ہر شئے کی محبت سے اللہ تعالےٰ کی محبت زیادہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ ایمان والونکی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ اور اوس کے احکام نہایت خوشی سے بسرو چشم بجالاتے ہیں۔ بعد جناب باری عزاسمہ کے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایسی ہونی چاہئے

Marfat.com

کہ اپنی جان اور ایمان اور اپنی اولاد اور اپنے والدین اور تمام آدمیوں سے آپکی محبت زیادہ ہو۔ اسیطرح اہل بیت اور صحابہ، اور تابعین، اور تمام اولیاء اللہ، اور تمام مومنین کی محبت درجہ بدرجہ حسب مراتب ایمان کامل کی نشانی ہے۔ یہ محبت عقلی کمدارج ہیں۔ اور اگر طبعی محبت اولاد وغیرہ سے زیادہ پیدا ہو جائے تو اوس میں انسان معذور ہے لیکن اقتضائے عقل و روح بھی ہے کہ اوسکو اللہ تعالےٰ اور اوسکے دوستوں سے ہی محبت ہوا کرے۔ البتہ روح وعقل پر جب طبیعت غلبہ کر جاتی ہے، تو محبت آلٰہی پوشیدہ اور مخفی ہو جاتی ہے۔ اور عقل وروح حسب خواہش طبیعت کے محسوسات کی طرف میلان کرتی ہے اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ محبت کے چار سبب ہیں ایک حسن وجمال دوسرا کمال تیسرا احسان چوتھا توالد وتناسل ان چار کے سوا کوئی باعث محبت نہیں اور یہ چاروں سبب جناب باری میں کامل تر موجود ہیں حسن وجمال تو ظاہر ہے کہ تمام مخلوق کا حسن وجمال اللہ تعالےٰ ہی کے حسن وجمال کا فیض اور پرتو ہے۔ ایسے ہی تمام مخلوق کے کمالات جناب باری کے ہی کمالات سے فیضیاب ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کا احسان اور انعام کل مخلوق کے احسان سے اعلیٰ ہے بلکہ مخلوق کا احسان بھی اُسیکے احسان کا ایک ادنےٰ شعبہ ہے۔ رہا توالد اور تناسل اوس سے مراد صرف اصل اور مبدا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ جملہ مبادی اور اصول کا مبدا اور اصل ہے۔ اسلیئے

Marfat.com

چار دن وجوہ اوس میں کامل تر موجود ہیں۔ لہذا محبت کرنیکے واسطے وہی زیادہ مستحق ہوا۔ اور دوسرونکی محبت صرف محبت آلٰہی کا طفیل اور تابع ہے۔ کوئی یہ معما سمجھے یا نہ سمجھے۔ اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص جس شئے سے محبت رکھتا ہے اکثر اوسیکا ذکر اور وہی بیان کیا کرتا ہے۔ اگر انسان کے دل میں محبت آلٰہی جوشش زن ہو تو ہر حال میں ذکر اللہ کرسکتا ہے۔ نماز، تلاوت قرآن، ذکر جہر، و ذکر خفی سب ذکر اللہ میں شامل ہیں۔ بلکہ ماکول، مشروب، ملبوس، قیام، قعود، جماع، نشست، برخاست، و جملہ حرکات و سکنات اگر انسان غور کرے ذکر اللہ کے محرک ہیں۔ غرض ہر حادث قدیم کی خبر دیتا ہے۔ اور سب میں اوسیکی صنعت اور قدرت کا جلوہ ہے پھر یہ کیسی خوش قسمتی ہماری ہے کہ جب ہم اوس کو یاد کریں وہ بھی ہمکو یاد کرتا ہے۔ اور اگر ہم ایک بالشت اوسکی طرف مائل ہوں تو وہ دو بالشت آتا ہے۔ اور اگر ہم اوس کی طرف جلدی جلدی چلیں تو وہ بہت ہی جلد ہم کو آغوش محبت میں لے لیتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آدمی اوس کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ پس اپنے دوست کو غور کرلے کہ وہ کیسا شخص ہے۔ غرض کاملین اور متقین کی صحبت اور معیت میں اگر انسان رہے گا۔ تو اوسکا حشر اونہیں کے ہمراہ ہوگا۔ اور جو شخص بیدین ڈہلمل یقین کی صحبت اختیار کرے گا۔ تو اونہیں کے ہمراہ رہے گا۔ جن خیالات میں

Marfat.com

انسان زندگی بسر کرتا ہے، وہی خیالات مرتے وقت بھی پیش نظر رہتے ہیں۔ اور جس خیال میں انسان مرتا ہے۔ اوسی میں اوسکا حشر ہوگا۔ کیا اللہ تعالےٰ کی محبت آدمی کے واسطے کافی نہیں؟ اور کیا اللہ پاک سے زیادہ محبت کے لائق کوئی شئے ہوسکتی ہے؟ بس اوسیکے ساتھ دلبستگی رکھنا چاہئے۔ جو جمیع کمالات سے موصوف ہے۔ باقی جس کسی سے محبت ہو اوس میں اللہ تعالےٰ کا واسطہ ضرور ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر بشر کے قلب میں جسطرح علمی قوت موجود ہے اور تعلیم کے وسیلہ سے ظہور کرتی ہے۔ اسیطرح محبت آلٰہی بھی ہر شخص کے دل میں موجود ہے۔ غور و فکر صفات آلٰہی میں کرنیسے وہ محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسقدر ترقی کرتی ہے۔ کہ جسکی کچھ انتہا نہیں۔ جیسے کہ مجنون کو لیلےٰ کی محبت نے ایسا سرشار اور مدہوش کردیا تھا کہ لیلےٰ کا تصور کرتے کرتے خود لیلےٰ بن گیا۔ اور انا لیلےٰ کہنے لگا۔ لوہا جب سرخ انگار ہو جاتا ہے تو انا النّار کہنے لگتا ہے۔ مگر درحقیقت نار نہیں ہوا بلکہ آثار نار کا مصداق بنگیا۔ ایسے ہی بندہ کتنی ہی ترقی کرے۔ ہرگز خدا نہیں ہوسکتا ہے۔ اور خدائے تعالےٰ کتنا ہی تنزل فرمادے وہ ہرگز بندہ نہیں ہوسکتا۔ شجر طور سے ندائے انی انا اللہ جبکہ موجب تعجب نہیں تو منصور سے ندائے انا الحق کیون باعث تکفیر ہوگی؟ کسی آدمی پر کوئی جن چڑھتا ہے تو اوسکے افعال و اقوال سب جن کیطرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیا تجلیات آلٰہیہ

Marfat.com

جنات کے تسلط سے بھی نعوذ باللہ کم ہیں؟ نہیں بلکہ جسطرف اوس تجلی کا پرتو بھی ہو تو انسان بالکل محوحیرت ہو جاتا ہے۔ آخر قرب نوافل اور قرب فرائض کا مرتبہ دیکھو کہ قرب نوافل میں بندہ کا اسقدر تقرب ہوتا ہے کہ اللہ تعالے بندہ کا سمع اور بصر ہوتا ہے۔ اور قرب فرائض تو اس سے بھی اعلے ہے۔ پس اگر کسی خاص بندہ کی زبان سے ایسے الفاظ بے اختیار نکلیں تو ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ چہ جائیکہ اوسکی تکفیر کیجائے اور سولی دیا جائے وہ بالکل معذور ہے، وہ ہرگز ایسے الفاظ کا قائل نہیں، بلکہ قائل وہی ہے جسکی تجلی نے اوسکو مجبور کر دیا۔ پھر جب فضل آلہی زیادہ ہوتا ہے اوسکو اس محویت سے نکال کر صحو کے مرتبہ میں لاتے ہیں۔ اوسوقت وہ خاص بندہ حقیقت امکانی کو حقیقت وجوبی سے ممتاز پاتا ہے۔ اور مرتبہ تحت سے مرتبہ فوق میں پہونچکر استغفار کرتا ہے۔ اور سب سے بہتر طریقہ اتباع سنت کا ہے جس میں حفظ مراتب کا بہت لحاظ رہتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کبھی ایسی محویت نہیں ہوئی کہ وہ الفاظ جو شرعاً ممنوع ہیں اون کی زبان یا قلم سے برآمد ہوے ہوں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ اللہ تعالے اور اوسکا رسول جس امر میں کوئی حکم صادر فرمادے تو پھر کسی مومن کو خواہ مرد ہو یا عورت ہرگز اوس امر میں اختیار نہیں رہتا۔ البتہ جس امر میں حکم خدا اور رسول وارد نہو تو اہل اجتہاد کو استنباط کرنا چاہیئے۔ لیکن غیر ذی علم جاہلوں کو اگرچہ کیسے ہی محرر

Marfat.com

اور مقرر ہوں، لیکن قرآن اور حدیث کا علم اونکو حاصل نہو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنی عقل سے جو چاہیں قرارداد کرلیا کریں۔ اگر ایسا کرینگے تو اون سے بازپرس ہوگی۔ اسیطرح جس شخص کی فضیلت آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اوس میں عقل کو دخل دینا روا نہیں مجتہد کی تقلید بھی اونہیں امور میں کرنی چاہیئے جو قیاسی اور اجتہادی ہوں صریح احکام میں تقلید کی کیا حاجت ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کو دوسرے بزرگ پر فضیلت دینا ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ اور یہ جو دستور جاری ہے کہ جس شخص سے انسان کو نفع پہونچتا ہے، یا جس خاندان میں بیعت کرتا ہے۔ اوسکو دوسرے اشخاص سے فضیلت دیتا ہے غلط ہے۔ ہدایت اور تقوے کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ اوسی پر تفضیل کو تفویض کرنا چاہیئے۔ ہم بیجا اور بے محل دخل دیکر کیوں مورد عتاب ہوں۔ پھر طرہ یہ ہے کہ اکثر اشخاص فضیلت کے معنی کما ینبغی نہیں جانتے مگر فضیلت دینے کو تیار ہیں۔ اور ذرا کوئی اونکے خلاف گفتگو کیا کہ بس اوس سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ اور کبھی لڑائی اور سخت کلامی کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ اور آپس میں وہ اتفاق جو ضروری تھا صرف تفضیل کے جھگڑوں میں زائل ہوجاتا ہے ایک دوسرے کی غیبت اور اہانت پر کمربستہ ہوجاتا ہے۔ اسیطرح آمین اور رفع یدین میں باہم سخت عداوت اور خصومت قائم ہوجاتی ہے۔ حالانکہ شرع میں آمین کہنا کوئی ضروری امر نہیں۔ اور نہ

Marfat.com

رفع یدین ضروری ہے۔ مگر غیر ضروری امور کے نزاع کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضروری امور ترک کردئے جاتے ہیں جابجا قرآن شریف اور احادیث میں باہم اتفاق رکھنے کی نہایت تاکید وارد ہے مگر وہ اتفاق جو ضروری تھا ایسی نااتفاقی سے بدلا گیا ہے جس کا تدارک بظاہر محال ہے۔ گزشتہ زمانہ میں دو آدمی اس بات پر جنگ وجدال کئے تھے کہ ایک شخص کہتا تھا کہ شیر شاہ کی ڈاڑہی بڑی تھی دوسرا کہتا تھا کہ سلیم شاہ کی ڈاڑہی بڑی تھی۔ آخر صحابہ رضہ کے اندر بھی آمین رفع یدین کا اختلاف تھا۔ لیکن کبھی ایک دوسرے کو مخالفت شرع کا عیب نہیں لگاتا تھا، اور کبھی اونکا جھگڑا نہیں ہوتا تھا، اور نہ مقدمہ بازی کیا کرتے تھے پس آج کل جن لوگوں نے ایسی نزاع کو داخل دین متین کرلیا ہے وہ صرف اونکی بے علمی اور جہالت کا نشان ہے اور معتکفین قبور نے تو وہ غلو کیا ہے کہ جسکی نظیر کسی تاریخ اور کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی۔ سب وہابی اور وہ سنی ہیں عرس، اور ڈہولک، اور ستار، اور سارنگی اور چادر، اور پھول اور صندل، اور رقص طوائف، اور طواف مزار، کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں۔ اور ایک سال کی نماز جانے کا اتنا غم نہیں ہوسکتا جسقدر ایک سال عرس نہ کرنے کا صدمہ ہوگا۔ جو کوئی شریک عرس نہو اوسکو وہابی اور بیدین جانتے ہیں۔ اور تصوف کو ہی بس علم اور حقیقت اور طریقت سمجھتے ہیں۔ اور شریعت والونکو بہت برا اور حقیر سمجھتے ہیں۔ جو پیر کی بات ہے وہی اونکے نزدیک وقعت رکھتی ہے

اور صریح آیات اور احادیث بتلاؤ تو وہابی کہلاؤ یہ کیسا مرض مہلک پیدا ہوگیا ہے کہ کوئی اس کا علاج نہیں کرتا۔ اون میں بعضے سمجھدار ہیں لیکن شاذ نادر وہ ہرگز عرس کو ضروری نہیں بتلاتے بلکہ بزرگوں کی یادگار اور ایصال ثواب کے طور پر امور جائزہ کر لیتے ہیں۔ اور طواف مزار اور رقص طوائف اور ڈہولک سارنگی سے بہت بچتے ہیں۔ لیکن اونکو کوئی صوفی نہیں کہتا۔ سجدہ کرنا مزار کو اگر تعظیمی ہے تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر تعبدی ہے تو بیشک کفر ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت فرمایا تھا کہ اللہ تعالے یہود و نصاریٰ کو لعنت کرے کہ اونہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا کوئی کہتا ہے کہ کھانے پر فاتحہ دینا ضرور ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ ضرور نہیں۔ بلکہ بدعت ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اہل قبور سے استعانت ضرور ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں اللہ تعالے کافی ہے۔ ہاں اگر صریح آیت یا صحیح حدیث میں وارد ہوتا تو مضائقہ نہ تھا آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت فرمایا ہی تھا کہ میں جانتا ہوں کہ تو نافع اور ضار نہیں۔ اگر جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے میں نہ دیکھتا تو ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ تیجہ دسواں اور چالیسواں ضرور ہے۔ اور کوئی اسکو بدعت کہتا ہے کوئی کہتا ہے کہ وہابی وہ ہے۔ جو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ

بے ادبی اور گستاخی کرے۔ اور کوئی کھتا ہے کہ قبر پرست اور پیر پرست کافر ہے۔ کوئی شیخین کو افضل بتاتا ہے۔ اور کوئی ختنین کو افضل کھتا ہے۔ کوئی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو جمیع اولیاء اللہ سے افضل کھتا ہے۔ اور کوئی دوسرے بزرگونکو فضیلت دیتا ہے۔ کوئی تقیہ کو تقوے سے فضیلت دیتا ہے۔ اور کوئی تقوے کو افضل تبلاتا ہے۔ کوئی شیخین کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست کھتا ہے۔ اور کوئی دشمن اعتقاد کرتا ہے۔ کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ظاہر و باطن یکساں کھتا ہے اور کوئی کھتا ہے۔ کہ اونکا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا۔ کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متروکہ کو قابل توریث کھتا ہے، اور کوئی اوس کو صدقے کیواسطے رکھتا ہے۔ غرض ایسے ایسے رکیک خیالات اور اختلافات سے باہمی نفاق پیدا ہوگیا۔ صحابہ میں یہ نفاق نعوذ باللہ ہوتا تو ہم تک اسلام کب اتا اب تو تمام غیرضروری رسوم اور خیال خام کی سلطنت ہے اصل اسلام خدا جانے کب جلوہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ پس ہر مومن پر لازم ہے کہ دوسرے مومن کو اپنے بھائی کے مثل جانے، اوس کی غیبت نکرے اور اوسکی لغزش اور خطا سے درگذر کرتا رہے۔ اور اوس سے عداوت نہ رکھے، اگرچہ وہ بدعتی ہو، یا اعمال شرعیہ میں کوتاہی کرتا ہو، بشرطیکہ خدائے تعالےٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتا ہو۔ اور اونکے احکام کو برحق جانتا ہو۔ اوسکی عیادت اور خیرخواہی اور اعانت

Marfat.com

حتی المقدور کیا کرے۔ اور اگر قریب رشتہ دار ہو تو صلہ رحمی اوس سے
کرتا رہے۔ اور ملاقات کے وقت جو اول سلام علیک کرے اوسکو
سلام کے جواب دینے والے پر فضیلت ہے اور سوار کو پیدل
چلنے والے پر، اور چلنے والے کو بیٹھے ہوئے شخص پر، سلام کرنا
مسنون ہے۔ اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو اوس سے بیزاری
نہ چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی ابتدا بہ سلام نہ کرتا ہو تو اوس سے خفا
ہو جانا، یا اوسکو متکبر سمجھنا اچھا نہیں۔ اہل سواری کو بسبب سلام نہ
کرنے کے اکثر غبا مغرور جانکر خود بھی مغرور بنجاتے ہیں۔ اور سلام
علیک ترک کر دیتے ہیں، یہ طریقہ بھی بُرا ہے۔ پھر بڑی خرابی اس
سے یہ واقع ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے خیال میں اپنا مرتبہ مقرر کرکے
دوسروں سے اوس خیال کی داد چاہتا ہے۔ اگر کسی نے اوس میں
ذرا بھی تغافل کیا تو اوس سے کشیدہ خاطر ہو جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ
ایسے امور خیالیہ باعث عداوت و مخالفت بنجاتے ہیں۔ اور بعض لوگونکو تو
اپنے ہاتھ پیر چوا نے کی عادت ہوتی ہے۔ جو شخص اونکے ہاتھ
چومتا ہے اور پیر پکڑتا ہے اوس سے خوش ہوتے ہیں اور التفات
سے پیش آتے ہیں، اور جو شخص صرف سلام علیک کرکے جا بیٹھا اوسکی
طرف مطلق التفات نہیں کرتے بلکہ برا آدمی جانتے ہیں، اور اوسکو
بزرگونکا منکر خیال کرتے ہیں۔ غرض شرعی قواعد کی پابندی سے ہرگز
مخالفت باہمی پیدا نہیں ہو سکتی، بلکہ مخالفت کا باعث کوئی دوسرا امر ہوتا ہے

Marfat.com

مسلمانوں کو چاہئے کہ قواعد شرعیہ کو وقت ملاقات و دیگر اوقات کے یاد رکھیں تاکہ کسی شخص سے اونکو عداوت اور مخالفت نہ پیدا ہو۔ اور بعض اشخاص کا دستور ہے کہ دوسرے شخص سے کوئی کارروائی یا حاجت کا سوال کرتے ہیں۔ اگر اوس نے قبول کر لیا تو فبہا، ورنہ جا بجا اوسکی مذمت اور برائی بیان کیا کرتے ہیں۔ اور بعض اشخاص اپنا دکھڑا رویا کرتے ہیں کہ فلان شخص نے ہم کو ایسا ایسا ذلیل سمجھا۔ اور بعض صاحب مجلس کے صدر مقام میں بیٹھنے کے حریص ہوتے ہیں۔ اور دوسرے مقام کو اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں۔ اور بعض صاحب ہمیشہ اپنی مجلس میں بدعتیونکی برائی کیا کرتے ہیں۔ اور بعض صاحب وہابیونکو کافر و مردود کہتے ہیں۔ اور جب یہ خبر اونکو پہونچتی ہے تو وہ درہم برہم ہو جاتے ہیں، اور صف بندی کرکے مقابل ہوتے ہیں۔ اور مباحثہ میں مارے غصہ کے جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ذرا ضبط نہیں کرسکتے غرض عادات و اخلاق بوجہ بدعملی کے زیادہ تر اختلافات کا باعث ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ادنیٰ ادنیٰ باتوں سے عداوت اور نفرت پیدا ہوتی ہے جس شخص نے جو طریقہ اختیار کیا اوسی طریق پر دوسرونکو چلانا چاہتا ہے۔ اگر وہ نہ چلے تو موافقت دشوار ہے۔ دعوت مسنونکا دستور بہت کم ہے۔ صرف اپنے مردوں اور اپنے پیروں کی فاتحہ دلاتے ہیں۔ یا اون بزرگونکی فاتحہ دلائی جاتی ہے جنکے تصرفات اور کرامات مشہور ہیں۔ اور اونکی نذر نیاز میں نذر دلانے والے کو اپنے اعتقاد میں اپنے

Marfat.com

فائدہ دنیوی کی امید ہو۔ یا صرف دوسرونکی دیکھا دیکھی یہ کام کرتے ہیں۔غرض اکثر نذر نیاز جو آج کل مروج ہے لوجہ اللہ سے خالی ہوتی ہے۔ اور جو کام دینی کیا جاتا ہے اوس میں پورا اخلاص نہیں پایا جاتا بلکہ کچھ دوسرے اغراض اور اسباب کو بھی دخل ہوتا ہے۔مہمان نوازی کا طریق بھی مسلمانوں میں ایسا ہے کہ کسی قوم میں ایسی لوجہ اللہ مہمان نوازی نہیں۔مہمانکو ایک روز کھانا کھلانا واجب ہے۔ اور تین روز تک مستحب ہے۔ لیکن مہمانکو ایسا نہ چاہیئے کہ اسقدر قیام کرے کہ میزبان تنگ ہوجاوے۔ اور دل سے نفرت اور کراہت کرنے لگے۔ اگر ایسا کرے گا تو باہم نفاق پیدا ہوگا۔اور اگر وہ بخوشی اصرار کرتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ مسلمانکو ہرگز زیبا نہیں کہ وہ باوجود تندرست ہونیکے سوال کی عادت ڈالے، یا ایسے ڈھنگ نکالے، جن سے ذلیل خوار ہو محنت مزدوری صنعت تجارت، نوکری جو میسر آئے کیا کرے۔ مگر سوال پر اپنی روزی کو ہرگز حوالہ نکرے۔ اسیطرح قرض لیکر خرچ کردینا اور ادائی قرض کی فکر نہ کرنا نہایت معیوب ہے۔ اور امرا کی نوکری کرکے یا بدون نوکری کے فاحشہ عورتونکو اون کے پاس لانا، یا کسی عورت کی تعریف کرکے اونکو اوسکے بلانے پر آمادہ کرنا، یا کسی عورت کو بھگا کر بھگا لیجانا، یا صورت مولوی اور مشایخ کی بناکر کسیکو دھوکا دینا اور مولوی اور مشایخ کو بدنام کرنا، یا جھوٹے مقدمات لڑانا، یا جھوٹے گواہ بنانا نہایت ہی بیحیائی اور بے دینی ہے۔ اور

Marfat.com

یہ بھی مسلمانکو لائق نہیں کہ کسی کی ملاقات کو جائے اور وہ جواب دے کہ
اس وقت فرصت نہیں تو اس جواب پر خفا ہو جائے اور یہ بھی نہیں چاہیئے
کہ اسقدر اوس سے باتیں کرے یا اوسکے پاس بیٹھے کہ وہ گھبرا جائے
یا پاخانہ میں خادم سے لوٹا رکھوا دے، یا تنگ ہوکر رخصت کر دے۔
مسئلہ دریافت کرنے کو کسی کے پاس جانا مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے
اور سوال کرنے کو جانا، اور اوسکو ستانا بیجا اور معیوب امر ہے۔ عید کی
ملاقات میں معانقہ اور مصافحہ خاص کر لینا بدعت ہے۔ معانقہ اوس سے
ہے جو سفر سے آیا ہو، اور مصافحہ جاتے وقت کا اوس سے جو سفر کو
جاتا ہو، اور نہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مسنون ہے۔ اور آخری
جمعہ رمضان شریف میں "الوداع الوداع یا شہر رمضان" پڑھنا بدعت ہی
آخر حج اور نماز کے بعد کیوں الوداع نہیں پڑھی جاتی یہ سب شرعی
باتیں ہیں غور سے سن لو۔
اللہ تعالےٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر اور
تعظیم اور مدد کرنے والوںکی تعریف فرمائی ہے۔ اور جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری تعریف میں حد سے تجاوز
نکرو جیسا کہ یہود اور نصارے نے حد سے تجاوز کیا، یعنی حضرت
عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو ابن اللہ کہا۔ اسیطرح کسی مسلمان
کو جائز نہیں کہ جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی تعریف
اور توصیف کرے کہ حق تعالےٰ کے درجہ تک پہونچا دے۔ باقی

Marfat.com

جسقدر اوصاف اور خصائل اور شمائل نبوی بیان کئے جائیں بشرطیکہ خصوصیات جناب باری عزاسمہ سے نہوں۔ سب جائز بلکہ مستحب ہیں بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ سادات کی تعظیم بھی جناب نبوی ہی کی تعظیم ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ سادات اعمال صالحہ سے آراستہ ہوں۔ غرض سادات کی عظمت اور وقعت میں سعادت ہے۔ اگرچہ متقی ہوں یا فاسق۔ بہرحال اونکی تعظیم اور اکرام، حب نبوی کی علامت ہے، قیامت کے دن سادات کے اعمال صالحہ پر نسب کا بھی لحاظ ہوگا، یہ صرف برکت اور خصوصیت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کہ آپکا نسب اور تسبب اور صھر قائم رہے گا، اور سبکی قرابت منقطع ہو جائے گی۔ سید متقی کو دوسرے متقی پر فضیلت ہے اور ایسے سید کو جو فسق و فجور میں مبتلا ہو غیر سید پر جو متقی ہو فضیلت نہیں لیکن سید اگرچہ فاسق فاجر ہو صرف بوجہ نسب عالی کے قابل تعظیم وتکریم ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کرنے والے بھی آل رسول میں داخل ہیں۔ اگرچہ سید نہوں۔ جو شخص جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق پر چلے وہ آپکی آل ہے۔ پس جو شخص سید ہو، اور اعمال صالحہ سے متصف ہو۔ اوس کا کیا کہنا سبحان اللہ اگر ایسا شخص قابل تعظیم نہوگا تو پھر کون ہے۔ جو قابل تعظیم ہو اور جو سید نہو۔ مگر اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں کرتا ہو۔ وہ بھی آل رسول میں داخل اور شامل اور شریک ہے

Marfat.com

اسیطرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس، اور نعلین، اور کٹورا، اور موئے مبارک، اور دستر خوان، اور رومال، اور عمامہ، اور مسکن، اور مولد کی بھی تعظیم کرنی چاہیئے - ایسے ہی علمائے ربانی اور مومنین صالحین کی بھی - توقیر کرنی چاہیئے - بعض لوگ نفسانی خواہش سے یا تاثیر اقوام دیگر سے اگر علما کی تحقیر کریں تو پہلے اونکو اپنے ایمان کی خبر لینا چاہیئے کہ کیسا ہے - اول اصلاح ایمان کرلیں پھر مومنین اور علمائے صالحین کی مذمت کرنے میں فساد دین و دنیا کا خوف کر کے باز رہیں - جاہلوں نے نیچی ڈاڑہی پر وہ تمسخر کیا کہ اکثر آدمی ڈاڑہی ہی منڈوانے لگے اور جبہ و دستار کو ایسا معیوب سمجھا کہ کوٹ پتلون بوٹ موزے اونکے ہم صحبت پہننے لگے - اور اطوار کفار پسند کرنے لگے - بجائے کلام اللہ و حدیث رسول اللہ کے قانون کفار قائم کرلیا - مسلمان خال خال کہیں نظر آتے ہیں باقی اولاد مسلمین کہلاتے ہیں - مگر لفظ اسلام نہیں چھوڑتے - یہ بیان تعظیم دینی کا تھا - اور تعظیم دینی بوجہ طمع وخوف و عادت و رسم کے ہوتی ہے - جو بظاہر تعظیم ہے - مگر دل میں عظمت نہیں ہوتی - برخلاف اہل دنیا کے کہ وہ صرف دینوی لالچ کیوجہ سے امرا کی بیحد تعظیم کرتے ہیں - اور علماء اور صلحاء کی چنداں وقعت نہیں کرتے - اور اگر کسی کی تعظیم کریں تو ضرور ہے - کہ کوئی طمع دامنگیر ہوگی - مولوی کا لقب ایسا عام ہوگیا ہے - کہ تمام میاںجی، اور سارے وکیل، اور جملہ فلسفی، اور امام، اور خطیب، اور مولویوں کی اولاد کو شامل ہے - اور بعض مقام کے

Marfat.com

جملہ باشندے بھی مولویوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ گھانس والے سے پوچھتے ہیں کہ مولویصاحب گھانس کا کیا لوگے۔ اسیطرح لفظ عالم اور علمائے مورخین اور ریاضی دانوں پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے، بلکہ تاریخ دان اور ریاضی دان اور اخبار نویس اور لکچرار کو شمس العلمائی کا خطاب دیا جاتا ہے۔ اسیلئے مولوی اور عالم کی عظمت چنداں نہیں۔ اور مشایخ کا لقب دوسری قوم سے چونکہ خطابات میں داخل نہیں کیا اسیلئے اونکی تعظیم وتکریم عوام الناس بہت کرتے ہیں۔ ایسے ہی اسلام کا لفظ ہر مسلمان کی زبان پر آتا ہے۔ مگر اوسکے معنی اور حقیقت سے کسیکو وقوف نہیں رہا الاماشاءاللہ۔ آدمی میں یہ بڑا عیب ہے کہ وہ اپنی تعظیم کا لوگوں سے خواستگار ہو، اور اپنے آپ کو بہت دور تک کھینچے، اور اپنی قوم اور اپنے قبیلہ، اور اپنے خاندان کو سب پر فضیلت دیا کرے اور خصوصًا اپنے تشخص اور کمالات کو ممتاز سمجھے۔ اور جو شخص اوسکی تعظیم نکرتا ہو، اوس سے بیزار اور کشیدہ خاطر رہے۔ اور یہ بھی انسان میں بڑا عیب ہے کہ ایسے افعال اور حرکات اختیار کرے جن کیوجہ سے آدمیونکی نظروں میں حقیر اور ذلیل بنجائے۔ چنانچہ ایک صاحب صبح اٹھتے ہی بیس پچیس رقعہ لکھکر امرا کے پاس بھیجا کرتے تھے، اور بطور قرض یا خیرات کے کچھ طلب کیا کرتے، جو کچھ ملجاتا وہی اونکا خرچ تھا۔ یا جیسے بعض صاحب دعوتوں میں بلا طلب گھس جاتے ہیں اور شرم وحیا بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔ جو کوئی علانیہ سوال کا عادی ہوتا ہے

Marfat.com

اوسکو سب ذلیل وخوار جانتے ہیں۔ اور کوئی خفیہ طور سے اشارہ کنایہ کر کے حسن طلب کرتا ہے کوئی نوکری کا سوال کرتا ہے۔ کوئی دوسرے اغراض بیہودہ اور فضول کا سوال کیا کرتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ ذلیل وہ سائل سمجھا جاتا ہے، جو ماکولات ضروریہ کا سوال کرتا ہوا حالانکہ سب سائل ہیں مگر اوسی شخص کے واسطے لفظ سائل اور فقیر مخصوص ہوگیا ہے۔ ہیجڑے، اور بانوا فقیر، کیسے دریدہ دہن اور ریحیا ہوتے ہیں کہ بغیر لئے نہیں ٹلتے، مگر نان شبینہ طلب کرنیوالے مسکین اور نسبے زیادہ تر ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ کسی مسلمانکے واسطے یہ امر مناسب اور زیبا نہیں کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے خواستگار تعظیم ہو بلکہ تعظیم سے نفرت اور تحقیر سے کوئی رنج نہو تو اللہ تعالے کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ انسان کے عقائد واعمال مطابق شرع شریف ہوں، اور ریا اور شہرت سے بچتا ہو۔ اپنے کام سے کام رکھے دوسرے اشخاص کے خیالات وحالات پر عیب چینی نکیا کرے۔ تاکہ جلد سب مسلمانوں میں اتفاق ہوکر ترقی دارین نصیب ہو۔

اللہ تعالے اور اوسکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام احکام اوامر ونواہی کے صاف صاف بیان کر دئے ہیں اور جن چیزوں سے سکوت فرمایا ہے اون میں انسانکو اختیار ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے مثلاً شراب کو حرام کیا ایسے ہی ہر ایک نشہ لانیوالی شے کو منع فرمایا اسیطرح قمار بازی یعنی ہارجیت کو ممنوع کیا پس جس شے میں

ہار جیت ہوگی اگرچہ لاٹری وغیرہ اوسکا نام رکھا گیا ہو وہ بھی حرام ہے
علے ہذالقیاس سود کا لین دین بھی حرام کردیا اور فرمادیا کہ جو قرض کسی نفع کو کھینچتا
ہو وہ ربوا ہے۔ لہذا قرض دیکر مکان رہن رکھنا اور اوس کا کرایہ نہ دینا
یا دستور سے کم دینا سود میں داخل ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ گیہوں اور جو اور
نمک اور کھجور اور سونا اور چاندی کو برابر بعوض برابر کے ہاتھوں ہاتھ بیع
کیا کرو اور جو شخص زیادہ دے یا زیادہ لے وہ ربوا ہے اور اونکا
کھرا کھوٹا اچھا بُرا برابر ہے اور اگر جنس مختلف ہو تو کمی بیشی کا تم کو
اختیار ہے جسطرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ اوسی مجلس میں بائع اور
مشتری دونوں چیز کا قبضہ کرلیں غرض بیع شرا میں ان اشیا کا ادھار
ناجائز ہے اور قرض اُدھار لینا جائز ہے۔ ان چھ اشیاء کے
سوا میں ربوا ہونیکے واسطے چاروں امام نے علتیں نکالی ہیں پس
اون اشیا میں ربوا اجتہادی ہے جسکو اجماع امت نے داخل احکام
شرع کیا ہے مگر داؤد ظاہری اجتہاد کا انکار کرتے ہیں اور انکا خلاف
جمہور علماء کے نزدیک خارق اجماع نہیں بہرحال مجتہدین نے جو احکام
احادیث و قرآن سے اجتہاد کر کے استنباط کئے ہیں اونپر عمل کرنا
ضرور ہے ہاں ہر شخص کے واسطے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے
حکم شرع بتلایا کرے اگر ایسا کریگا تو گنہگار ہوگا اگرچہ قیاس اوس کا حکم شرع
کے مطابق ہی اتفاق سے نکل آوے بلکہ صرف اپنی رائے اور
قیاس سے قرآن اور حدیث کے احکام بتلانا کفر ہے۔ اور جو

Marfat.com

لوگ نیچر اور طبیعت کی روش سے احکام کو نکالا کرتے ہیں سخت بیدین
اور گمراہ اور گمراہ کرنیوالے ہیں اگرچہ کیسے ہی پڑھے لکھے
اور لائق فائق مشہور ہوں غرض جن خیالات اور اقوال سے احکام
شرع کا بطلان ہو وہ سب کفریات اور شیطانی وسوسات ہیں اسیطرح
قانون شرع اور قانون انسانی میں تطبیق دینا اور تاویلات رکیکہ اور
خیالات امریکہ پیش کرنا سراسر جہالت اور حماقت اور بیدینی ہے۔ اور
یہ بھی مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ اول کوئی رسم اور میلہ قایم
کرے پھر اوسکو شرع شریف سے ثابت کرنیکے درپے ہو اور طرح طرح
سے اوس میں تاویلیں کرکے جواز کی صورت نکال لے اور یہ بھی نہایت
جہالت پر دلالت کرتا ہے کہ ہر حکم شرع میں اپنی طرح سے علت اور تفہیم
بتلائی جائے۔ الحاصل جدید امور و رسوم خود جاری کرکے اون میں امید
ثواب رکھنا اور عوام الناس کو بھکاتا اور اعمال صالحہ کی جگہ بدعات
مذمومہ قایم کرنا در پردہ شعار جاہلیت ہے۔ کسی شخص کو روا نہیں کہ
ادعائے نبوت کرے اگرچہ صراحت یا اشارہ یا دلالت سے ہو مثلاً یوں
لکھے کہ حدیث شریف میں قرب قیامت کے نزول عیسیٰ علیہ السلام بن
مریم جو آیا ہے وہ میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو گئی وہ کشمیر
میں مدفون ہیں اونکا نزول ہرگز نہ ہوگا بلکہ ایسے شخص کا نزول مراد ہے
جو اوصاف عیسوی رکھتا ہو اور کفار زمانہ سے جو درحقیقۃ دجال ہیں
جہاد تحریری و تقریری کرتا ہو اور حضرت عیسیٰ کی دو چادر زرد سے

Marfat.com

مراد دو مرض ہیں اور دمشق اور دوسرے الفاظ سے یہ مراد ہے اور یہ۔
اور جو شخص عیسٰی مصنوعی کا منکر ہو وہ کافر ہے اور جناب رسالتماب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اون انبیاء کے خاتم ہیں جو جدید احکام لائے ہیں اور جو
نبی تابع شریعت محمدی ہو اوس کے آپ خاتم نہیں اسلیئے جو شخص اونکو
نبی نہ مانے اسکو کافر بتلاتے ہیں اور نماز عید اور پنجوقتہ وجمعہ جُدا
پڑھتے ہیں مجمع عام ہیں اونکی نماز منکرین عیسٰی مصنوعی کے پیچھے نہیں
ہوتی اور اپنا لقب اور اپنی امت کا علیحدہ کر لیا ہے اور مثیل دمشق میں مثیل
عیسٰی وجملہ انبیاء بزعم خود مثیل بہشت مقبرہ بنوایا ہے بڑا نصیب والا
اوسکو اعتقاد کرتے ہیں جو اوس مقبرہ میں دفن ہو۔ وہاں سے ادعای نبوت
در پردہ ہوا اور اون سے علانیہ حالانکہ احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد
چند آدمی جھوٹا دعوی نبوت کا کرینگے اور میں خاتم النبیین ہوں کوئی نبی میرے
بعد نہیں ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر یہ حجت پیش کرنا
کہ قرآن پاک سے وفات حضرت عیسٰی اس لیئے قطعی ہے کہ لفظ توفی جو
حضرت عیسٰی کے بارہ میں وارد ہوا بجز وفات یعنے موت کے معنی کے
کہیں قرآن شریف میں دوسرے معنی پر اطلاق نہیں کیا گیا لغو ہے
حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے وھو الذی یتوفٰکم باللیل
یعنے اور وہ وہ ہے جو تم کو رات میں وفات دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ
سوتا ہوا آدمی مردہ نہیں صرف قوت حس وحرکت اوسکی جو بالاختیار تھی

جاتی رہی اور قوت حیوانی اور قوت طبعی وقت خواب کے بھی باقی ہے
دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ رہنے پر اجماع امت ہے اور بعض کا
خلاف مضر اجماع نہیں ہو سکتا اسیطرح دابۃ الارض اور دجال اور امام مہدی
اور حضرت عیسیٰ کی علامات جو احادیث سے ثابت ہوں وہی معتبر ہونگے
اگر دوسرا شخص بزور تقریر و تحریر اپنے کو امام مہدی یا عیسیٰ ہونا عوام کے
ذہن نشین کر دے بلکہ بعض علماء کو بھی کچھ تصرفات باطنی دکھلا کر اپنا مرید کرلے
وہ محض فریب اور استدراج ہے کیونکہ ایسے شخص کی تصدیق سے تکذیب
احادیث صحیحہ لازم آتی ہے ورنہ ہر شخص صریح احادیث و آیات کے خلاف
تاویلات واہیہ کر کے نعوذ باللہ شریعت الٰہی کو درہم برہم کر سکتا ہے سہ
خس خسانہ میرود بر روئے آب ؛ آب صافی میرود بے اضطراب ؛؛
مخلوق کا بھی عجب حال ہے کہ جو نئی ایجاد یا نیا دعوے اپریل فول کا بادا
سن لیتی ہیں ۔ بغیر غور و فکر کے اوسکو تسلیم کر لیتے ہیں اور احکام شرعیہ
جبتک دلیل بین نہو بحث لاطائل کیا کرتے ہیں ہر شخص عامی مسئلہ شرعیہ
میں حجت دریافت کرتا ہے اور اپنی رائے کو ضرور دخل دیتا ہے در
نہایت جرأت سے جو جی میں آیا اعتراض کرتا ہے لیکن اگر کوئی مہدیت
اور عیسویت اور نبوت کا دعوے کرے یا احکام شرع کو اپنی ناقص
رائے سے تبدیل کرے اوس کے اقوال کو ارشادات نبویہ پر ترجیح دیتے
ہیں اور بلا تامل قبول کر لیتے ہیں غرض کل جدید لذیذ کا مضمون صادق
ہے قدیم کو چھوڑتے ہیں اور حادث کیطرف دوڑتے ہیں

Marfat.com

وساوس نفسانی وشیطانی ہروقت ذہن عوام الناس میں موجود رہتے ہیں درا بھی کسی بد اعمال ذات نے کچھ کہدیا اون وسوسوں کو زیادہ تقویت ہوگئی اور علم شرع شریف پاس نہیں جو دوسرے اقوال کو شرعی اقوال سے موازنہ کریں اس لئے گمراہی دن بدن ترقی پر ہے اور فہم وفراست دین کی تنزل پر ہے جس کا جی چاہے کوئی طریقہ ایجاد کرکے شہرت حاصل کرلے دنیا میں کون باز پرس کرسکتا ہے آزادی آزادی کا گیت اور راگ گایا کریں اور ہم خاموش ہوکر سنا کریں کسی نے حضرت عیسٰی کو سولی سے بچا کر کشمیر میں پہنچا دیا اور کسی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت سے بچا کر قسطنطنیہ پہنچا دیا کسی نے دنیا اور دین کے قلابے ملادئے اور دونوں کو ایک کردیا اور کسی نے سوائے حق تعالٰی کے مادہ کو بھی قدیم کہدیا اور کسی نے تمام خدائی بزرگان دین کے تفویض کردی اور کسی نے عالم کو عین خدا بتلایا اور کسی نے ہر بندہ کو انّی انا اللہ کا دعوے کرنیکی اجازت دیدی الغرض ہر دعوی والے کے ہمراہ دس بیس شخص یار و مددگار بن گئے جب ان جھگڑوں کا فیصلہ ہو تو اتفاق کی کچھ شکل نظر آوے پھر معاملات ایسے خراب کہ بجز دغا بازی اور فریب دہی اور بدنیتی اور بدعہدی کے صدق گفتار اور نیک نیتی اور راست بازی اور تقوی مثل عنقا ہے الا ماشاء اللہ اللہ تعالٰی کی مخلوق اور مملوک ہر شئے ہے انسان کو بدون اجازت کے کسی شئے میں دست اندازی روا نہیں ہر چیز کو جناب باری تعالٰی نے ایک اندازہ خاص پر پیدا کیا ہے کسی شخص کو سزاوار نہیں کہ وہ آزادی

Marfat.com

اور بے قیدی کا دم بھرے بلکہ انسان کو واسطے بندگی اور غلامی کے بنایا ہے اور حدود شرعیہ میں اوسکو محدود کر کے آزمایش و امتحان اوس کا لینا منظور ہے۔ اگر اس امتحان میں انسان کامیاب ہوگیا تو دونوں جہاں میں اوسکے واسطے سامان عیش مہیا ہے اور جو انسان مطلق العنان مثل چارپایوں کے رہا اور اپنے خالق کے احکام بجالانے میں لاپروائی اختیار کیا تو اوس سے جانور بہتر ہے کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور مفسر اور محدث اور فقیہ ابھی دنیا میں موجود ہیں بہت کم ایسے مسلمان ہیں جو تحصیل علم دین کرتے ہوں اور اکثر مسلمان ایسے ہیں جو رات دن تحصیل دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دنیا کو مزرع آخرت بتا کر آخرت سے زیادہ مہتم بالشان کر لیا ہے ہر شئے کیلئے ایک حد مقرر ہے جب اوس حد سے تجاوز کیا جائے تو اوس شئے کا حکم باقی نہیں رہتا اللہ تعالیٰ صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے کہ وہ ایسے اشخاص ہیں جنکو کوئی تجارت اور کوئی خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی محمد رسول اللہ صلعم کے ہمراہی مخالفین کفار پر سخت ہیں اور باہم نہایت مہربان ہیں اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں اونکی اور اونکا مقصد اللہ تعالیٰ کا فضل اور اوسکی رضا ہے اونکی نشانی اونکے چہرہ اور پیشانی سے بسبب اثر سجدہ کے ظاہر ہے پس معلوم ہوا کہ دنیا کی تلاش اسقدر کافی ہے جو ذکر اللہ سے غافل نکرے اور جس تلاش معاش میں احکام الٰہی میں غفلت ہو اوسکو فوراً ترک کرنا ضرور ہے ورنہ انسان اور دوسرے حیوان میں کچھ فرق نہوگا۔ اور فرمایا کہ اون سے کہدو اگر تم کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میرا اتباع کرو اگر میرا اتباع کروگے تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ بھی تمکو اپنا محبوب کرلیگا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کرنے والونکو اپنا محبوب کرلیا دوڑو اور لپکو اور جسطرح ہوسکے جناب رسول اللہ صلعم کی سیرت اور صورت صدق دل سے بنالو ایسی نعمت کہاں ملے گی یہ بڑا دربار شہنشاہی ہے جسکی طرف سب مخلوق محتاج ہے سہل طریقہ اور آسان راستہ تمکو بتا دیا اس احسان اور انعام کا شکر قیامت تک ادا نہیں ہوسکتا اور اگر اتباع نبوی میں کوئی شخص قاصر ہو اوسکو سچے دل سے دعا کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ مضطر کی دعا بہت جلد قبول کرتا ہے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ دعا کرتے کرتے دردولت تک رسائی نصیب ہوجائے گی اور تمھاری دنیا کے واسطے وہی کافی ہوگا جس نے تمکو اسقدر اعلےٰ مرتبہ تک پہونچایا اب تم جانوگے کہ سرور اور عیش اور اطمینان اور لذت اور راحت اسکو کہتے ہیں۔ اور پہلی زندگانی کو بالکل مصیبت اور تکلیف یقین کرلوگے آدمی دنیا کو اطمینان سے بسر کرنے کیواسطے طلب کرتا ہے مگر کبھی اطمینان نصیب نہیں ہوتا بلکہ جسقدر دنیا ترقی کرتی جاتی ہے اوسیقدر پریشانی اور افکار زیادہ ہوتے جاتے ہیں باوجودیکہ طلب دنیا میں سخت مصیبت اور محنت اور جانکاہی ہوتی ہے مگر عام طبایع ادیطرف مشتاق اور مائل ہیں اور حیات چندروزہ کو حیات جاودانی پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں عقیقہ اور ختنہ اور ولیمہ مسنون ہے مگر رسوم کی پابندی نے اونکو حد اعتدال سے خارج کردیا ہے ایسطرح نکاح بھی مسنون ہے لیکن بوجہ پابندی رسوم کے اپنی حد سے تجاوز کرگیا ہے مہر نکاح میں بقدر طاقت مقرر تھا خود

جناب رسالتماب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اور لڑکیون کا
مہر پانسو درہم سے زیادہ نہیں تھا اگر زیادتی مہر کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک
خوب ہوتی تو اول جناب رسول اللہ صلعم اوسکے مستحق تھے - آج کل دین مہر کو
واجب الادا نہیں سمجھا جاتا بلکہ ایک خیالی رقم دل خوش کن تصور کیجاتی ہے
اس سلئے غربا مفلس بھی لاکھون کا مہر مقرر کرکے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں
اور اتباع سنت کو جانتے ہی نہیں یا جانتے ہیں، مگر رسم وعادت کے
مقابلہ میں اوسکو ترک کردیتے ہیں پس اعتدال شرعی کہاں رہا البتہ جن امور میں
کوئی طریقہ مسنون وارد نہوا اون میں اختیار ہے جو چاہو کرو مگر رسوم وعادات
کفار اسقدر عوام الناس بلکہ بعض خواص کے دل میں راسخ ہو گئے ہیں کہ جبتک
جائز شرعی کو ناجائز نہ کرلیں نہیں کرتے - ایصال ثواب فرض وواجب
نہیں مگر اوسکو ایسا ضروری سمجھا ہے کہ فرض کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو فاتحہ
خوانی کا ہوتا ہے بزرگوں کے نام کا جھنڈا اکھڑا کرکے دیگوں پر جبکہ پختہ
اور تیار ہو جاویں سب حاضرین حلقہ باندھکر فاتحہ دیتے ہیں اور بعد فاتحہ
کے سب کے سب اون دیگوں کو فرشی سلام کرتے ہیں اور بدون اس
فاتحہ رسمی کے کوئی کھانا اون میں سے نہیں نکال سکتا اسیطرح مردہ کو
ایصال ثواب کرتے ہیں اسطرح پر کہ دائرہ سنت سے وہ ایصال
ثواب خارج ہو جاتا ہے اور بروز سوم فاتحہ کے واسطے اوس
مردہ کے ماکولات مرغوبہ حتی کہ سیندہی اور گانجہ بھی لاکر فاتحہ دلاتی ہین
پھر جطرح ہو قرض وام کرکے جہلم میں خوب دہوم دہام کے کھانے پکاکر

شرکائے جنازہ کو کھلا دیتے ہیں اور دروازہ پر سیکڑوں محتاج غریب مسکین واویلا کرتے ہیں اونکو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں اور اگر کچھ کھانا بچگیا اور سب سفید پوش مالداروں نے نوش فرماکر بچا دیا اوس کو فقرار محتاجین پر قدر سے قدر سے تقسیم کر دیتے ہیں غرض اپنے خیال میں جبتک مردہ کو بہشت اور انبار ثواب کا مالک نہ کرلیں کچھ نہ کچھ کئے جاتے ہیں حالانکہ زندگی کا وقت اس استحقاق کیلئے موضوع تھا کبھی جس شخص نے نماز نہ ادا کیا اور نہ احکام آلہی کو سمجھا اوسکو نہیں سمجھاتے کہ بھائی تم اپنی زندگی میں کیوں ایسے عمل نہیں کر لیتے جو پس ماندوں کو بعد تمہارے مرنیکے فضول خرچی کر کے تمکو عذاب آلہی سے چھڑانیکی نوبت پہونچے عمر بھر ضائع کئے اور بعد مرنیکے ایصال ثواب لیکر بہشت کے مالک بن گئے اور جس نے اچھے اعمال کئے اوسکو ایصال ثواب کی کیا حاجت ہے لیکن دنیا کے واسطے اونکو بھی ایصال ثواب پہونچاتے ہیں بلکہ جسقدر کامل صاحب تصرفات وکرامات بزرگ ہو اوسکے ایصال ثواب میں بڑے بڑے فربہ امرا شریک ہوکر کھانا ختم کر دیتے ہیں اور مساکین واویلا کرکے لوٹ جاتے ہیں کچھ بچا دیدیا ورنہ جواب دیدیا پھر کہتے ہیں کہ خوشحالی اور ثروت اسی نذر نیاز کی بدولت حاصل ہوتی ہے فلاں شخص اور فلاں شخص فلاں نیاز کیا کرتا تھا اوسکو خوب دولت ملی۔ بھلا دنیا کی دولت کیا نذر نیاز سے ترقی کرتی ہے اگر ایسا ہو تو جرمن فرانس لندن میں کتنی نذر نیاز ہوئی جو اونکو اسقدر دنیا کی ترقی حاصل ہے کہ بمقابلہ

Marfat.com

اونکے ہندوستان بالکل مفلس ہے بہرحال حداعتدال نذرنیاز میں بھی نہیں رہا مجھکو کچھ پروانہیں خواہ کوئی بُرا کہے یا بھلا دعوت کرے یا نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اوس کے احکام پر عمل کیا جاوے اہل علم کو بھی لائق نہیں کہ معنے اور مطلب اور شان نزول قرآن پاک سے بیخبر رہیں اور صرف تفسیر جلالین اور کچھ بیضاوی پر قناعت کریں اور حدیث اور فقہ کو کافی سمجھیں بلکہ عالم بالقرآن بنجاویں اس زمانہ میں علماء کو بھی علوم قرآن سے غفلت ہے جسقدر ملا نظام الدین مرحوم نے نصاب مقرر کردیا ہے پس اوسیکو پڑھکر عالم بنجاتے ہیں اور بعض اشخاص تو صرف منطق اور فلسفہ اور فن عربیت دانی زیادہ ضروری سمجھتے ہیں اور رکھتے ہیں کہ قرآن و حدیث و فقہ سب اسی سے آجاتا ہے پڑھنے کی کیا حاجت ہے پھر فلسفہ کا اونپر وہ تسلط اور غلبہ ہوتا ہے۔ کہ وحدۃ الوجود کے دلائل لاطائل کیا کرتے ہیں اور عوام الناس اونکو عالم سمجھ کے اعتقاد فاسد کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی کسی نابینا اور جاہل حافظ قرآن کو بھی زیبا نہیں کہ قرآن شریف کو اجرت لیکر قبروں پر دن رات معتکف رہے اور یہ طریقہ بھی اچھا نہیں کہ مردہ کے ذمہ جسقدر دیون ہیں اونکو حیلہ کرکے اسقاط کیا جاوے چنانچہ ایسا ہوتا ہے کہ بعد مرنے کے بروز تیجہ ایک قرآن شریف ایک روپیہ کے ہدیہ کالاکر اور لاکھ روپیہ ہدیہ بتاکر کسی محتاج کو دیتے ہیں اور مُردے کے حقوق اور دیون سے سبکدوش ہوجاتے ہیں حالانکہ شرع شریف میں اول تجہیز و تکفین بعد اوس کے

Marfat.com

دَین اور قرض کا ادا کرنا اوسکے بعد تہائی مال سے وصیت کو ادا کرنا پھر بقیہ ترکہ کو حسب فرائض تقسیم کر دینا ہے اگر آدمی نے وصیت خیرات وغیرہ کی نہیں کی ہے تو ورثا کو نذر نیاز کے ذریعہ یا پھول ہار چادر خرید کر کے خیرات کرنا ضرور نہیں وصیت کرنا ہر مسلمان کے واسطے ضرور ہے بلکہ وصیت نامہ لکھکر ہر وقت اپنے سرہانے رکھا رہے تو مستحب ہے اور وارثوں کے واسطے وصیت ناجائز ہے اور تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بھی ممنوع ہے اور دفن سے فارغ ہوکر میت کے دروازہ پر دوبارہ بیٹھکر دعا کر کے جانا بدعت ہے اور سر کے بال نوچنا اور چیخنا اور کپڑے پھاڑنا اور منہ پر طمانچے لگانا رسم جاہلیت ہے اسکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت منع کیا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں جسقدر رویا چلّایا جاوے بہت کم ہے اور دوسرے شخص کی مفارقت میں ایسی افعال ممنوع ہیں بلکہ کسی شئے سے ایسا تعلق سوائے حق تعالیٰ کے جائز نہیں جو اسکی محبت میں آدمی مست وبیخود ہو جائے اور محبوب حقیقی کو بھول جاوے اسی لئے اولیاء اللہ کو کسی شئے سے بجز جناب باری کے دل لبستگی نہ تھی اور وقت وفات کے اونکو مفارقت غیر اللہ کا صدمہ نہیں ہوتا تھا اونکی زندگی اور موت خاص حق تعالیٰ کیواسطے تھی بڑا جوہر مسلمان کا یہی ہے کہ بجز حق تعالیٰ کے اوسکو این وآن کی محبت بیچین اور پریشان نکرے ایسی حالت کا نصیب ہونا نعمت وراحت دوجہاں ہے کسی شئے کی مفارقت کا ایسا صدمہ اور خطرہ نہیں جسقدر اللہ تعالیٰ کی مفارقت میں انسان کو صدمہ اور قلق ہوتا ہے

Marfat.com

مگر وہ صدمہ ایسا مخفی ہوتا ہے کہ آدمی کو شعور اوس کا نہیں ہوتا آدمی یوں سمجھتا ہے کہ یہ سب افکار اور صدمات تحصیل مال وجاہ وغیرہ کیوجہ سے عارض ہوے ہیں بلکہ وہ جناب باری کی مفارقت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو اوسکو چھوڑکر دوسری طرف مشغول ہوا ہے جب انسان اپنے مال واولاد و زوجہ کی مفارقت سے صبر نہیں کرسکتا تعجب ہے کہ اوسکو حق تعالیٰ کی مفارقت سے کیونکر صبر آجاتا ہے اور ذرا بھی اضطراب وغوغا وآہ وواویلا نہیں کرتا ادنیٰ شئے کی جدائی تو اوسکو بیقرار اور مضطرب کردیتی ہے اور اعلیٰ شئے کی جدائی سے کچھ بھی اضطراب اور بےچینی نہیں ہوتی یہ کیا اسرار ہیں یہ سب کوفت و سوخت اگرچہ بظاہر دوسری وجہ سے ہو مگر درحقیقت وجہ موجہ وہی ہے جو مذکور ہوی اگر انسان کو اپنی جدائی کی خبر ذرا بھی ہو جاوے بیچتا چلاتا روتا ہیٹتا اللہ تعالیٰ کی طرف پورا متوجہ ہو جاوے تمام عالم کا شور وغوغا اور بےچینی اور اضطراب اور درد اور مصیبت اور پریشانی اور ذلت اوسی جدائی اور دوری کی بدولت ہے جب ہمارا نصیب پلٹےگا تو ہمارا رخ اور ہماری توجہ الی وجہ اللہ ہو جاوےگی اور اصلی اطمینان اور راحت شہنشاہ مقتدر کے تقرب میں حاصل ہوگی دنیا میں مال واولاد وزوجہ وسواری ومکانات واثاث البیت کی کشش ایسی ہے جسکی وجہ سے ہم کو جذبۂ الٰہی کی مطلق پروا نہیں ابر میں چاند وسورج چھپ گیا مرض صحت پر غالب ہو گیا صفرا نے زبان کے مزہ کو بھلا دیا رنج کو راحت اور مرض کو صحت سمجھ گئے رات کو دن اور دن کو رات تصور کرلیا اب دنیا کی دلدل سے کیونکر نکلیں بجز آہ وزاری

Marfat.com

اور دعائے اضطراری سے کوئی چارہ نہیں وہی تو ہے جو مضطر کی دعا
قبول کرتا ہے اور سب بلا اور آفت اور خرابی کو دور کر دیتا ہے جب
تک دم میں دم ہے اس مرض مہلک کا علاج ہوسکتا ہے اور جب آدمی
چل بسا پھر کیا ہوتا ہے اپنے دل کی تسکین قرآن شریف اور خیرات کیا کرو
لیکن وہ بات کہاں جو وہ خود اپنے آپ کرتا وہی خیرات معتبر ہے کہ انسان
صحت کی حالت میں جبکہ امید غنا اور خوف فقر ہو اللہ تعالیٰ کیواسطے مساکین
و مستحقین کو دیا کرے اور بعد مرنیکے قرآن خوانی و خیرات کے بھروسہ
نرہے اور جبکہ ایسی حالت میں بخیل رہا اور مرنیکا وقت قریب آگیا۔
اوسوقت وصیت کرنے لگا کہ فلانکو اسقدر اور فلانکو اتنا دیجیو بھلا اب کیا
اس بخشش کا فائدہ ہے وہ مال تو اب دوسرے ہی لے لینگے یہ کیسی سخاوت
اور کیسا کرم ہے کہ مجبوری کو مال تقسیم کیا جاوے اور اگر انسان بہت خیرات
کیا کرتا ہو اور زکوٰۃ کی نیت نکرتا ہو یا اسیلئے خیرات کرتا ہو کہ لوگوں میں ناموری
ہوگی اور مجھکو سخی سمجھکر میری تعظیم و تکریم کرینگے تو ایسی خیرات سے کچھ نفع
اخروی نہیں۔ ایسے ہی امرا کی قبور پر دستور ہے کہ حفاظ قرآن کو کچھ
مقرر کرکے مقرر کرتے ہیں یہ طریقہ بھی بالکل خلاف سنت ہے اور قرآن شریف
کی بے تعظیمی مزید سے براں ہے کبھی عمر بھر جن امراو نے قرآن شریف پر
عمل نہیں کیا اب اوس کا ثواب اونکو پہونچایا جاتا ہے۔ غرض آج کل قرآن خوانی
اور اوسکی خوش الحانی پر اکثر آدمی فریفتہ ہیں لیکن معنی اور مطلب اور احکام قرآنی
کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے اوسی حافظ کو اکثر پسند کیا جاتا ہے جو

Marfat.com

قرآن شریف کو ایسا جلد پڑھتا ہو کہ سننے والے کی سمجھ میں اوس کا مطلب تو کیا
الفاظ بھی پورے نہیں سنے جاتے ہیں صرف رمضان شریف میں الفاظ
قرآنی کی کچھ قدر کیجاتی ہے یا قبروں پر تلاوت کرائی جاتی ہے، بروز
سوم تیس پارہ جو علیحدہ علیحدہ مجلد ہوں منگوا کر حاضرین کو تقسیم کردئے جاتے
ہیں اور عین وقت مرنیکے خیرات نہیں کرتے فقط سوم کو خیرات کیواسطے خاص
کرلیا ہے الاماشاء اللہ اور کھانا چہلم کا اوسیکو رقعہ تقسیم کرکے کھلایا جاتا ہے
جو شریک جنازہ یا تیجہ ہوا ہو اور خصوصاً امراء میں جب کوئی مرتا ہے تو اکثر
آدمی اوسکے جنازہ میں بامید خیرات و تورہ بندی شریک ہوجاتے ہیں اور ہر ایک
اپنی اسم نویسی کراکر تورہ کا منتظر رہتا ہے ایک بڑے امیر کی والدہ کے
انتقال میں ایک صاحب ملاقاتی نے مجھ سے بھی فرمایا کہ چلو تورہ ملے گا
لینے انکار کیا کہ جب غربا اور مساکین کے جنازہ میں شراکت کا اتفاق بہت
کم ہے تو میں تورہ کیواسطے ہرگز نہیں جاؤنگا وہ صاحب جاکر شریک ہوے
اور جب چار خوانکا تورہ آیا تو سبکو تقسیم کرایا مجھکو ذرا بھی اوسکی خفگی کا ملال
نہوا اور جب کسی امیر مردہ کا غسل ہوتا ہے تو اوس کا سامان اور اسباب اور
کپڑے وغیرہ لینے کی لالچ میں بڑے بڑے آدمی غریبوں کو ہٹاکر
غسل دینے کو مستعد ہوجاتے ہیں اور آپس میں تو تو میں میں ہوتی ہے
جو اوسوقت اپنی وجاہت اور طاقت سے اول پہونچ گیا وہی مستحق غسل ہے
اوسکو اس قدر مال ملتا ہے کہ دو مہرونکو اوسپر رشک و حسد ہوتا
ہے۔ فاعتبروا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جا بجا علم کی تعریف فرماتا ہے اور ذی علم پر فضیلت
دیتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر طلب
اور تحصیل علم فرض ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سعادت دارین بدون تحصیل علم
دشوار ہے اور علم دو قسم ہے ایک وہ علم ہے جسکا بندہ مکلف کیا گیا ہے
اور دوسرا علم غیر ضروری ہے جس علم سے معرفت الٰہی اور رسالت نبوی
اور احکام خداوندی معلوم ہوں وہ تو ہر شخص کے واسطے ضرور ہے اور
وہی دراصل علم ہے اور اوسی سے قرآن پاک واحادیث بھرے ہوے ہیں۔
اور کسی کتاب اور کسی فلسفہ میں یہ علم نہیں جو اون میں ہے ارسطو اور افلاطون
اور فیثاغورس اور سقراط اور بقراط اور جالینوس اور شیخ بو علی سینا نے فن
الٰہیات میں کچھ عقلی تیر چلائے ہیں لیکن کما ینبغی اوسکو کوئی بھی بیان نکر سکا اور
اکثر مقام پر نشانہ خطا گیا بھلا عقل انسانی کی کیا مجال جو بحر ذخار میں غوطہ زنی
کرے اسلیئے خود جناب باری نے اپنے اوصاف اور کمالات کو اور رسالت
اور شریعت اور خلقت انسانی اور دنیا اور آخرت اور قیامت کی حکمت کو خوب
مفصل اپنے کلام میں بیان فرمایا اور کوئی دقیقہ نصیحت کرنے کا نہیں
چھوڑا اب بھی اگر کوئی شپرہ چشم نہ دیکھے تو اوسیکا قصور ہے رہا علم دنیوی
اوس کے واسطے وہ عقول عنایت کئے جن سے حساب طب ماہیت ہندسہ
فلسفہ منطق وغیرہ مدون کیگئی تا تلاش معاش میں تکلیف زیادہ نہو اور آسانی سے
بقدر مایحتاج کیواسطے بسر اوقات ہو سکے پس جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی ہی دار العلوم بن گئی تھی اور حال و قال سے

Marfat.com

تعلیم نبوی جاری تھی کتابت کا طریقہ اور درس کتب کا سلسلہ اوسوقت نہ تھا سوائے قرآن کے کوئی حدیث لکھنے کا دستور نہیں تھا بلکہ حدیث لکھنے کی ممانعت کیجاتی تھی تاکہ قرآن شریف کا اشتباہ نہو اور جب قرآن شریف پورا نازل ہوگیا اور صحابہ نے اوسکو یاد کرلیا اوسوقت بعض احادیث کو لکھنے کی اجازت فرمائی گئی اور کل احادیث رفتہ رفتہ صحاح ستہ وغیرہ میں لکھیں جو کوئی شخص حدیث بیان کرتا محدثین اوسکو بہت تحقیق اور تفتیش کے بعد قابل روایت سمجھتے تھے اکثر محدثین کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حافظہ عنایت فرمایا تھا کہ وہ لکھنے کو حافظہ کا قصور بتلاتے تھے اور لکھنے والے کی حدیث کا بہت کم اعتبار کرتے تھے جب بعد قرون ثلثہ کے احادیث سب مدون ہوگئے اوسوقت سے درس کتب کا رواج عام ہوگیا ورنہ قرون ثلثہ میں صرف حال وقال ہی قابل دید تھا اور اللہ نور السموات والارض کا ایسا جلوہ اور ظہور تھا کہ تمام عالم اوس سے منور ہوگیا اور ابتک وہی فیض عالم میں پھیلا ہوا ہے کوئی اگر نہ دیکھے اور نجانے تو وہ معذور نہیں بلکہ سخت متعصب ہے بہر حال جس شئے کے واسطے حکم دیا جاتا ہے اوسکے مبادی اور موانع سے انکار نہیں ہوسکتا سکنجبین تیار کریگا جب کسی طبیب نے حکم دیا تو لکڑی اور آگ اور ظرف اور شکر اور سرکہ کی بھی اجازت اوسکے ضمن میں سمجھنی چاہیئے اسیطرح تعلیم دین کے واسطے مدارس کی ایجاد بدعت میں شمار نکیجاویگی اور کتب دینی کا مطالعہ اور گھڑی سے وقت نماز معلوم کرنا بھی بدعات مذمومہ میں داخل نہیں ہندوستان

Marfat.com

میں اکثر مقامات پر مدارس دینی جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ
کی رائے اور مشورہ سے جاری ہیں خصوصًا مدرسہ دیو بند میں اکثر
طلباء علم دین کی تحصیل کر کے اشاعت اسلام میں سعی کیا کرتے ہیں اول
مولانا مرحوم نے اسی مدرسہ کو چندہ سے قائم کیا تھا اور ابتک بفضلہ تعالیٰ
خوب ترقی اصلی کر رہا ہے مولانا مرحوم کے رگ و ریشہ میں علم و تقویٰ
سرایت کر گیا تھا بلکہ اونکا ذہن ہی علم کے رگ و ریشہ میں ساری تھا تمام
احکام شرعی کو معقولات کر دیا اونکا مقولہ تھا کہ تمام احکام الٰہی و رسالت
پناہی عقلی ہیں مگر ہر عقل کو وہانتک رسائی نہیں اور فی الواقع وہ جب کسی
مسئلہ کو دلائل عقلی سے ثابت کرتے تھے تو اہل علم بھی حیران رہ جاتے
تھے ظاہر میں کوئی حکم اگرچہ خلاف قیاس معلوم ہوتا تو مولانا صاحب
کی تقریر سے بالکل عقل کے مطابق معلوم ہوتا تھا اصول فلسفہ کو جو شرع
شریف کے خلاف ہیں جب دلائل عقلیہ سے رد کرنا شروع کرتے تھے تو
ایسا یقین ہوتا تھا کہ ارسطو و افلاطون ان کے مقابلہ میں طفل مکتب تھے
بارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے ریاضت کر کے سلوک
کو طے کیا تھا لیکن علم اون کا خداداد وہبی تھا مشکلات تصوف کو ایسا
حل کرتے تھے کہ سننے والے کا جی چاہتا تھا کہ صوفی بنجاوے احکام
شرعیہ میں اگر کوئی شخص اعتراض کرتا تو ایسی تقریر معقول فرماتے تھے
کہ معترض کو اطمینان حاصل ہو جاتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو اعتراض
کا جواب دینے میں تامل نہیں ہوتا بلکہ جواب میں اسقدر دلائل عقلی

Marfat.com

پیش نظر آتے ہیں کہ اونکو انتخاب کرنے مین ذرا تامل کرنا پڑتا ہے اور
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ
کرام سے اسقدر محبت اور اعتقاد رکھتے تھے کہ مدعیوں میں اُسقدر نہیں
پایا جاتا بلکہ جملہ سادات کی نہایت تعظیم و توقیر کرتے تھے نانوتہ ضلع
سہارنپور اونھی کی وجہ سے مشہور ہو گیا اونکے مورث اعلیٰ مولوی
محمد ہاشم صاحب مرحوم حضرت محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں
تھے دہلی میں جناب مولوی مملوک علی صاحب سے جو اونکے ہم جدی تھے
تحصیل علم کئے تھے سنہ بارہ سو ستانوی ۱۲۹۷ ہجری کی جمادی الثانی میں بمقام
دیوبند انتقال فرمایا نام تاریخی خورشید حسین تھا سنہ بارہ سو چورانوے ۱۲۹۴
ہجری میں اخیر حج اپنے والد ماجد کی طرف سے کیا تھا میں بھی مولانا صاحب
کے ہمراہ علیگڈہ سے بیت اللہ گیا تھا جدہ میں پہونچکر چندروز قیام کرنا
پڑا سواری نہیں ملی اوسوقت یہ شعر زبان فیض ترجمان پر جاری تھا۔
سے مانگا کریں گے ہم بھی دعا ہجر یار کی ؛؛ آخر تو ضد ہوی ہے اثر کو
دعا کے ساتھ ؛؛ مکہ شریف جب قریب آیا غسل فرمایا قریب صبح صادق
کے وہاں داخل ہوے جناب حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب بطور
استقبال کے تشریف لائے تھے اُنہوں نے اپنے مکان میں
جو دو منزلہ تھا ٹھہرایا دروازہ کے اوپر کے مکان پر مولانا صاحب
اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے قیام کیا مکان بہت وسیع تھا
سب ہمراہی اوس میں جابجا ٹھہر گئے جب حضرت حاجی صاحب تشریف لاتے

Marfat.com

دونوں بزرگ کھڑے ہو کر تعظیم دیا کرتے تھے اور نہایت مودب دو زانو ہو کر اونکے روبرو بیٹھ جایا کرتے۔ دونوں صاحبوں میں کبھی کبھی خوش طبعی اور مزاق ہوا کرتا تھا اتفاق مولانا صاحب اوس درجہ میں موجود نہ تھے صرف میں مولانا رشید احمد صاحب کے پاس بیٹھا تھا اور رخ اون کا دیوار کیجانب تھا اوس کمرہ کے دروازہ پر کسی کے آنیکی آہٹ معلوم ہوی اوسی نیچے دروازہ پر فقیروں نے ڈھول بجا کر سوال کرنا شروع کیا مولانا رشید احمد صاحب سمجھے کہ مولانا مرحوم تشریف لائے خوش طبعی سے فرمایا کہ اپنے یاروں کو بھی ساتھ لائے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ سائل ہیں فوراً مولانا رشید احمد صاحب تعظیم کے واسطے کھڑے ہو گئے اور حضرت حاجیصاحب کے روبرو مودب بیٹھ گئے میں نے یہ واقعہ مولانا مرحوم سے عرض کیا تو مسکرانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد قاسم صاحب کو عجیب قوت علمیہ عطا کی تھی تمام نظریات اونکے نزدیک بدیہیات تھے مگر جب حضرت حاجی محمد امداد اللہ صاحب وحدۃ الوجود میں کچھ تقریر فرماتے خاموش ہو کر سنا کرتے جناب مولوی محمد منظہر صاحب اوس تقریر پر کچھ شبہات پیش کرتے اونکا بھی جواب حضرت حاجیصاحب نہایت متانت اور آسان طریق پر ادا کرتے مگر مولانا مرحوم کبھی کوئی شبہہ بھی بیان نکرتے اسیطرح مولانا رشید احمد صاحب بھی خاموش بیٹھے سنا کرتے اور کچھ چون وچرا نکرتے مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ بعض آدمی

Marfat.com

حضرت حاجیصاحبؒ کا زہد و تقوے دیکھکر معتقد ہوے اور بعض عبادت
اور ریاضت دیکھکر اعتقاد کئے اور بعض کرامات دیکھکر معتقد ہوگئے ہیں
مگر حضرت حاجیصاحبؒ کی قوت علمیہ کا معتقد ہوں ۔ جب منزل بمنزل
مدینہ شریف کے قریب قافلہ ہمارا پہونچا جہاں سے روضۂ پاک جناب
لولاک نظر آتا تھا فوراً جناب مولانا مرحوم نے اپنی نعلین اوتار کر بغل میں لیا
و بالیں اور پا برہنہ چلنا شروع کیا میں نے اونکی دیکھا دیکھی اپنی جوتیں اُتار
ننگے پیر ہمراہ مولانا مرحوم کے چلنا شروع کیا اسقدر پتھریاں پیریں چبنے
لگیں کہ متحمل نہو سکا آخر پھر جوتا پہنکر چلنے لگا مگر مولانا مرحوم مدینۂ منورہ
تک کئی میل آخر شب تاریک میں اسیطرح چلکر پا برہنہ پہونچ گئے مجھکو
سخت تعجب تھا کہ ننگے پیر کیونکر آدمی ان خار و ار پتھریوں میں چل سکتا ہے
حالانکہ مولانا مرحوم از فرق تا قدم نہایت نازک و نرم اندام تھے مگر قوت
عشقیہ کے نزدیک سنگ و گل برابر ہے میں بیان نہیں کر سکتا ہوں
کہ مولانا مرحوم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے
کسقدر محبت اور عشق تھا جتے کہ اسم گرامی جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا سنکر لرزہ بدن پر پڑ جاتا تھا اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا
تھا اور ایک عجیب حالت نمایاں ہوتی تھی جو معرض بیان میں نہیں آسکتی
مدینہ شریف میں جناب شاہ عبد الغنی صاحب کے مکان پر قیام کیا جو
مولانا مرحوم کے اُستاد حدیث تھے سوائے ابو داؤد کے صحیحین
و سنن ثلثہ اون سے پڑہ چکے تھے اور ابو داؤد جو باقی تھی اوسکو

اپنی شہرت کے زمانہ میں بغل میں دبا کر جناب مولوی احمد علیصاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں جا کر پڑھ لیا اور ایسے نکات حدیث وقت درس کے بیان کئے کہ مولانا احمد علیصاحب مرحوم مجمع عام طلباء فارغ التحصیل کے روبرو اُن توجیہات مولانا مرحوم کو بیان فرما کر مولانا صاحب کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے چنانچہ ایک توجیہ اون میں سے بیان کرتا ہوں وہ اس شبہہ کا جواب ہے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ لفظ غیر اولی الضرر اسوقت نازل ہوا جبکہ عبداللہ ابن ام مکتوم نے شکایت کی کہ اس آیت میں جہاد کے واسطے حکم ہے میں اندھا کیسے جہاد کر سکتا ہوں اوسپر شبہہ یہ وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایسی شکایت ہوگی پس پہلے ہی آیت سابق کے ہمراہ یہ لفظ کیوں نہیں نازل فرمایا مولانا مرحوم نے اس شبہہ کا جواب یوں دیا کہ اللہ تعالیٰ نے لٰیستوی القاعدون فرمایا ہے المقعدون نہیں فرمایا عذر والے معقدون میں داخل ہیں اور بلا عذر بیٹھنے والے قاعدین کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بیان فرمایا جب نہ سمجھے تو یہ لفظ بڑہائی کی اجازت دیگئی۔ کیا عمدہ توجیہ ہے۔ وقت واپسی کے جدہ میں کشتیوں پر سوار ہو کر سب قافلہ جہاز پر سوار ہونے کو جاتا تھا اسقدر تیز و تند ہوا چلنے لگی کہ کشتیاں دونوں ادہر اودہر قریب غرق ہونیکے جھک جاتی تھیں ہر ایک کا رنگ زرد ہو جاتا تھا مگر مولانا مرحوم اپنے حال پر رہے اور مولانا رشید احمد صاحب جب کشتی قریب

Marfat.com

ڈوبنے کے ہوجاتی مسکراتے تھے باقی سب بدحواس ہوگئے تھے۔
غرض صحیح وسالم جاکر جہاز پر سوار ہوگئے ہاں خوب یاد آیا سوار ہونیسے
پہلے دو دن سمندر کے کنارہ پر بطور سیر کے یہ کاتب حروف
پھرتا تھا کہ ناگاہ جناب ظفر احمد صاحب عرف شیر شاہ ساکن رامپور ضلع
سہارنپور مرید باخلاص حضرت حاجیصاحب موصوف کو کنارہ سمندر پر
پھرتا ہوا دیکھا پہلی ملاقات تھی بڑے تپاک سے بغل گیر ہوے اور
فوراً بیس روپیہ جیب میں سے نکال کر مجھکو عنایت کرنے لگے کہ انکو
لیلو تمھارے پاس خرچ نہوگا اور فی الواقع بجز پانچ چار روپیہ کے
کچھ باقی نہ تھا میں نے نہیں لئے اور اون سے دریافت کیا کہ آپ
یہاں کیسے پہونچے فرمایا بمبئی میں وقت پر جہاز نہ ملا اب ایک جہاز
آتا تھا اوسنے مجھکو بٹھالیا اس لئے دیر ہوگئی اب مدینے شریف رہونگا
سال آیندہ میں حج کرلونگا شاہ جی شیر شاہ صاحب ریاست رامپور میں صاحب
خدمت تھے تمام شہر کی گلی کوچہ میں پھرا کرتے جو بیمار یا محتاج پاتے
اوسکی غمخواری اور خدمت کرتے جہاں شب ہوی وہیں لیٹ جاتے
بالکل متوکل بھوکے پیاسے خدمت خلق اللہ میں مشغول رہا کرتے اگر کسی نے
کھانیکے واسطے اصرار کیا کھا لیتے ورنہ کچھ پروا نکرتے ہاں اگر دوسرا
شخص فاقہ سے ہوتا اوس کے واسطے کہیں سے کھانا لادیا کرتے
اور جب تک بیمار اچھا نہو اوسکی دوادارو تیمارداری بڑی خوشی سے
کیا کرتے جب وہ اچھا ہوتا تب دوسری جگہہ چلے جاتے احکام شرع کے

Marfat.com

ہوئے پابند تھے ایک دن زمانہ طالبعلمی میں جامع مسجد کے اندر عصر کی نماز صحن مسجد میں پہ کاتب الحروف پڑھتا تھا یکایک بہت زور سے پانی برسنے لگا مجھکو فکر ہوی کہ روبرو میرے تین کتابیں میری رکھی ہیں خراب ہو جائیں گی اوسوقت کوئی آدمی مسجد میں نہ تھا ناگاہ سیڑہیوں پر دہم دہم کی آواز سنی جیسے کوئی دوڑا ہوا چلا آتا ہے اور فوراً وہ تین کتابیں اُٹھاکر مسجد کے اندر لے گیا جب میں نماز سے فارغ ہوا دیکھتا کیا ہوں وہ شخص شیر شاہ صاحب ہیں میں نے پوچھا آپ اسوقت کیسے پہونچ گئے فرمایا مسجد میں آتا تھا تمھاری کتابیں دیکھکر اُٹھالیا حالانکہ وہ وقت ایسا نہ تھا جو مسجد میں آنے کی ضرورت ہو کپڑے میرے بالکل بھیگ گئے تھے سیڑہیوں سے نیچے جاکر چادر کسی کی مانگ لائے اور مجھکو دی کہ اسکو باندہ کر کپڑے اُتار دیں میں نے کپڑے اُتار دئے اونکو نچوڑکر ہلا ہلا کر سکھانے لگے جب خشک ہو گئے مجھکو پہنا کر اور وہ چادر لیکر چلدئے غرض میرے حالپر بڑی شفقت کیا کرتے تھے ایک دن آدھی رات کے وقت میری آنکھ کھل گئی ایک مسجد میں چارپائی پر سو رہا تھا طبیعت میں بے اختیار پلاؤ کیطرف رغبت پیدا ہوی حالانکہ کبھی ایسی عادت نہ تھی اوسوقت مجھکو تعجب ہوا کہ بھلا اسوقت ایسی شئے کا بہم پہونچنا دشوار ہے اسی خیال میں آنکھ لگ گئی ایک شخص کو دیکھا کہ پیر پکڑکر جگاتا ہے غور کیا تو شیر شاہ صاحب ہیں فرمایا ذرا اوٹھکر یہ پلاؤ گرم ہے کھالو میری دعوت تھی تمھارے واسطے صاحب خانہ سے مانگ کر لایا ہوں مجھکو

Marfat.com

زیادہ تعجب ہوا اور اون کے فرمانے سے حسب خواہش نفس کے کھا لیا
لیکن ۔ کئی دن تک حیرت طاری رہی ۔

اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا مرحوم کو تقوےٰ و زہد و معرفت و تصوف و سخاوت و شجاعت و حسن اخلاق و ذہن سلیم ایسا عنایت فرمایا تھا کہ جسکی کچھ انتہا نہیں معلوم ہوتی تھی واپسی میں جہاز کے اندر ایسے بیمار ہو گئے کہ اوٹھنے بیٹھنے کی بالکل طاقت نہ رہی بار بار استفراغ ہوتا تھا یہ خادم اوٹھا کر بٹھاتا اور سلفچی میں استفراغ کراتا تھا صرف صفرا ہی نکلتا تھا کلی کرا کر پھر لٹا دیتا تھا دن اور رات میں کسی وقت اسقدر سکون نہ تھا کہ اچھی طرح خواب راحت ہو ذرا دیر ہوی کہ استفراغ کا تقاضا ہوا ہر وقت لیٹے رہتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا وہ استفراغ موقوف ہو جاتا اور بیٹھکر اطمینان سے نماز پڑھتے بعد نماز کے پھر وہی دورہ پے در پے شروع ہو جاتا آٹھ روز تک یہی حالت رہی ایک دن مجھکو کئی رات جگنے سے زیادہ تھکن اور اضمحلال ہو گیا ہے اوس رات کو جناب مولوی محمد منیر صاحب پاس بیٹھے رہے وہ مولانا مرحوم کے بچپن کے دوست مخلص تھے جب بمبئی کے قریب پہونچے تو قے موقوف ہو گئی اور اوٹھنے بیٹھنے لگے بمبئی میں اچھے رہے مگر نقاہت باقی تھی بمبئی سے ریل میں اٹاوہ تک لیٹے ہوے تشریف لائے میری رانوں پر قدم مبارک رکھ لیا کرتے تھے اٹاوہ سے مجھکو وطن جانیکی اجازت فرمائے اور چار روپیہ اپنے پاس سے عنایت کئے اور پانچ روپیہ مکہ شریف میں مسجد ابراہیم علیہ السلام کی

Marfat.com

حد میں مجھکو لیجا کر عطا فرمائے تھے۔ میں جب وطن آیا چند روز قیام
کرکے نانوتہ پہونچا اوسوقت مولانا صاحب کو اچھا تندرست پایا بالکہ مجھکو ملا
جلال اول سے آخر تک پڑھایا لیکن پہلی سی قوت نہ تھی اوسوقت مولانا صاحب
کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے مولوی محی الدین احمدخانصاحب مرادآبادی
اور مولوی عبدالعلی صاحب میرٹھی اور مولوی رحیم اللہ صاحب بجنوری
حاضر تھے میں اونکے اسباق کی بھی سماعت کرتا تھا لیکن اونکے فضل و
کمال کو کہاں پہونچتا تھا اور اون سے پہلے جناب مولانا مرحوم کی خدمت
بابرکت میں مولوی احمدحسن صاحب امروہی اور مولوی محمودحسن صاحب
دیوبندی اور مولوی فخرالحسن صاحب گنگوہی وغیرہ میرٹھ میں فارغ التحصیل
ہوچکے تھے اور کبھی کبھی نانوتہ میں بھی مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر
ہوا کرتے تھے مولانا صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب میں نہایت
محبت و اتحاد تھا کبھی گنگوہ کو کبھی رامپور ضلع سہارنپور میں جناب حکیم
ضیاءالدینصاحب خلیفہ حافظ ضامن صاحب پیر بھائی جناب حاجیصاحب رح
کے ملنے کو تشریف لیجاتے ایکبار میں بھی ہمراہ رکاب تھا واپسی میں
جب نانوتہ ایک میل رہا مولانا صاحب کا حجام نانوتہ سے آتا ہوا ملا دریافت
فرمایا تو عرض کیا کہ میں آپ ہی کے پاس جاتا تھا فرمایا کیوں عرض کرنے
لگا کہ تھانہ دار نانوتہ نے ایک عورت کے بھگانے کا جرم مجھ پر
لگا کر چالان کا حکم دیا ہے میں بالکل بے خطا ہوں خدا کیواسطے
مجھکو بچائیے۔ جسوقت مسجد نانوتہ پہونچے بیٹھتے ہی مجھ سے

Marfat.com

فرمایا منشی محمد یسین کو بلا لاؤ میں اونکو ہمراہ لایا اُن سے بہ عجب شان جلالی سے فرمایا کہ اس غریب کو تھانہ دار نے بے قصور پکڑا ہے تم اُس سے کہدو کہ یہ ہمارا آدمی ہے اسکو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے اگر اُس کے ہاتھ میں ہتکڑی ڈالو گے تمہارے ہاتھ میں بھی ہتکڑی پڑیگی انہوں نے تھانہ دار کے پاس جاکر مولانا صاحب کا ارشاد ہو بہو کہلا یا اُس نے کہا اب کیا ہوسکتا ہے روزنامچہ میں اُسکا نام لکھدیا گیا ہے جب انہوں نے مولانا صاحب سے تھانہ دار کا جواب کہا فرمایا پھر جاکر کہدو کہ اُس کا نام روزنامچہ سے نکال دو منشی صاحب نے تھانہ دار سے یہی جاکر کہدیا اُس نے کہا نام لکھا ہوا کاٹنا بڑا جرم ہے چلو میں بھی مولانا صاحب کے پاس تمہارے ساتھ چلتا ہوں وہ حاضر ہوکر مولانا صاحب سے عرض کرنے لگا حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر نام اوس کا نکالا میری نوکری جاتی رہے گی۔

فرمایا اس کا نام کاٹ دو تمھاری نوکری ہرگز نہیں جاوے گی اسوقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ مولانا صاحب فرماتے ہیں ایسا ہی ہوگا جس نے وہ حالت دیکھی ہے اوسکے یقین میں ذرا شک نہیں چنانچہ اوس مجرم کو اوس نے چھوڑ دیا اور برابر تھانہ دار رہا۔ عیدالضحیٰ میں مولانا صاحب کا دستور تھا کہ گائے سالم کی قربانی کیا کرتے تھے صبح کے وقت میں بھی حاضر تھا منشی محمد یسین صاحب مولانا صاحب کے ماموں زاد بھائی تشریف لائے اور عرض کیا کہ گائے کی قیمت سات روپیہ ٹھیر گئی ہے فرمایا اچھا وہ اٹھکر چلے گئے ایک گھنٹہ میں ایک مسافر آدمی جو غریب مسکین معلوم ہوتا تھا آیا اور مصافحہ کرکے بیٹھکر جیب میں سے کچھ

Marfat.com

روپے نکالکر مولانا صاحب کے نذر کئے مولانا صاحب نے وہ روپئے مجھکو دئے کہ منشی محمد یٰسین کو دیدوں میں نے دیکھا تو سات ہی روپے تھے حیران رہگیا کہ خداوندا یہ کیا اسرار اور راز و نیاز ہے۔ ایک دفعہ میں نے مولانا صاحب سے برسبیل تذکرہ شکایت کی کہ مجھکو کبھی رونا نہیں آتا اوسی دن دوپہر کو جب سو کر اُٹھا اسقدر رویا کہ ہر چند چاہتا تھا کہ موقوف کروں مگر آنسو نہیں تھمتے تھے اور کوئی وجہ رونے کی بھی نہیں معلوم ہوتی تھی پھر بہت دیر میں خیال آیا کہ آج میں نے مولانا صاحب سے شکایت کی تھی یہ اوسیکا ثمرہ ہے۔ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ مسجد کے سہ دری میں بیٹھا کرتے تھے اور وہیں مہمانون کا قیام ہوتا تھا اگر زیادہ مہمان آئے تو اپنے ماموں صاحب کے مکان پر ٹھہرادیا کرتے تھے میں سب مہمانوں کا بستر بچھایا کرتا تھا ایک دن چند مہمان کھانیکے واسطے ہاتھ دہونے کو اُٹھے میں اور دوسرے صاحب نے اونکے ہاتھ دہلادئے مگر ایک بڈھا مسکین شکستہ حال رہگیا اوس کے کسی نے ہاتھ نہ دہلائے۔ آخر وہ خود لوٹے کے واسطے جھکا ہی تھا کہ مولانا صاحب نے اوس سہ درے سے جھپٹ کر اسقدر جلد وہ لوٹا اٹھالئے کہ میں حیران رہگیا اور دونوں ہاتوں میں نہایت ادب سے لوٹا پکڑکر اوس بڈھے کے ہاتھ دہلادئے اوسوقت کی ندامت جسقدر مجھکو ہوئی ہے بیان نہیں کرسکتا۔ ایک صاحب مولانا صاحب کے پاس چندروز مقیم رہے وہ روزمرہ شکار کو جاتے

Marfat.com

اور دو چار تیتر اور مور کسی حکمت سے پکڑ لاتے ہم سب ہر روز ادن کا
گوشت کھاتے نہایت مزیدار ہوتا تھا ایک مہینہ کے بعد مجھکو خون کا پیشاب
چند سوراخوں سے آنے لگا مولانا صاحب کے ہمراہ دیوبند پہونچا
حافظ کلو صاحب کی بیٹھک میں مولانا صاحب نے مجھکو بھجوا دیا کہ وہاں
آرام رہیگا اور حکیم مشتاق احمد صاحب کا علاج شروع کرایا جو مولانا
صاحب کے مرید مخلص تھے مرض نے وہ ترقی کی کہ امید زیست نہ رہی مولانا صاحب
عیادت کیواسطے ہر روز مسجد چھتہ سے تشریف لایا کرتے تھے اور میرا چھوٹا
بھائی میری تیمار داری کیا کرتا تھا اس درمیان میں مولانا صاحب سہارنپور
تشریف لیگئے اور مرض نے ترقی کی ایک عریضہ لکھوا کر میں نے سہارنپور
بھیجا مولانا جلد تشریف لاسے اور فوراً آتے ہی میرے پاس تشریف
لائے اور فرمایا تیری وجہ سے جلد چلا آیا ہوں میں نے ایک خواب جو
اوسی روز دیکھا تھا بیان کیا فرمایا اب تو اچھا ہو جائیگا مت گھبرا چنانچہ
اوسی روز سے افاقہ شروع ہو گیا اور سوراخ مندمل ہونے لگے پھر جب
ذرا آرام ہوا ہاپوڑ جاکر علاج کرانے میں بالکل صحت ہو گئی۔ منگلور کی
مدرسی کے واسطے مہتمم صاحب نے مولانا صاحب سے مشورہ لیا فرمایا
ہاپوڑ سے منصور علی کو بلا لو اوسکو ضرورت ہے جب خط طلبی ہاپوڑ پہونچا
میں فوراً آکر منگلور چلا گیا اور دو مہینہ تک وہاں مدرسی کیا اسنتے میں جناب
مولانا صاحب مع ہمراہیوں کے اوڑکی کو مباحثہ سرستی کے
تشریف لائے اور ایک تلمیذ رشید کو منگلور بھیجا کہ اوس کو ملنے کے

Marfat.com

واسطے بلالاؤں میں یہ مژدہ سنتے ہی مولوی فخرالحسن صاحب گنگوہی کے ہمراہ چلا گیا سڑک پر پہلی کوٹھی اکر فرمایا تم بھی ضرور رڑکی آجانا حسب الارشاد دو تین روز کے بعد میں بھی رڑکی پہونچا چند روز مولانا صاحب رڑکی میں قیام فرما کر منگلور میں میرے پاس دو دن ٹھہرے اور قاضی محمد اسمعیل صاحب وغیرہ نے مہمان نوازی کی خوب داد دی وقت تشریف بری مولانا صاحب سے میں بھی رخصت لیکر ہمراہ رکاب ہولیا اور دیو بند سے وطن چلا گیا وہیں نکاح کر لیا اور نوکر ہو گیا اوہر مولانا صاحب کا مزاج پھر ناساز ہوا ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب نے علاج کے واسطے اپنے پاس مظفرنگر میں مولانا صاحب کو رکھا اور بہت خدمت و تیمار داری کی میں مرادآباد سے قدمبوسی اور عیادت کے واسطے گیا قدرے افاقہ تھا مگر اصل مرض باقی تھا ٹھکا اور خفیف بخار رہتا تھا چند روز کے بعد مولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ کے خطوط جابجا پہونچے کہ اب حالت مرض ترقی پر ہے جلد چلے آو بندہ بھی خط دیکھتے ہی دیو بند پہونچا مولوی ذوالفقار علی صاحب مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا طرح طرح سے علاج کیا گیا کارگر نہوا۔ جمعرات کو قریب دوپہر کے سب کا مشورہ ہوا کہ مولانا صاحب کو مکان پر لیجانا مناسب ہے چارپائی کو تمام خدام آہستہ آہستہ اٹھائے ہوئے مکان پر لیگئے دو بجے کے بعد پاس انفاس کی آواز اس زور سے آنے لگی کہ باہر دروازہ کے بھی میں سنے سنی مولانا رشید احمد صاحب قریب چارپائی کے تشریف رکھتے تھے کہ انتقال فرمایا انا للہ و انا

Marfat.com

الیہ راجعون ۔ہزار ہا آدمی اطراف و جوانب سے اُسوقت سے چلے آئے اور شریک جنازہ ہوے مدرسہ میں غسل دیا گیا تھا جنازہ کو بعد عصر کی نماز کے اُٹھایا گیا سیکڑوں آدمی جنازہ کو اُٹھانا چاہتے تھے چارپائی چرچر کرنے لگی حاجی محمد عابد صاحب نے غل مچایا کہ اسقدر ہجوم جنازہ اُٹھانے کو سب کے سب مت کرو چارپائی ٹوٹ جاوے گی قریب مغرب کے باغ میں جاکر جنازہ کو رکھا بعد نماز مغرب کے جب شب جمعہ شروع ہوی دفن کیا گیا بہت آدمی جنازہ میں کمبل پوش فقراء موجود تھے بعد دفن کے سب غایب ہو گئے دوسرے دن سے مخلوق رخصت ہونے لگی میں اور مولوی احمد حسن صاحب اور مرزا محمد نبی بیگ صاحب اور حاجی محمد اکبر صاحب مراد آباد چلے آئے ۔ مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ قرض اگر لینے کا کبھی اتفاق ہوتا تو اوسکو جلد ادا کردیتے اور فرماتے تھے کہ دوستو نکا قرض بہت جلد ادا کرنا چاہئے اور جھوٹ اور فریب سے بہت نفرت کرتے تھے اور اگر کوئی شخص ادنےٰ شئے بھی پیش کرتا اوسکو بڑی خوشی سے لیکر خود بھی کھاتے اور دوسرے حاضرین کو بھی کھلاتے خوراک اونکی نہایت قلیل تھی کبھی غذا کو بہت رغبت اور حرص سے نہیں کھایا نہایت چھوٹا لقمہ لیا کرتے تھے اور ہر لقمہ خواہ کھانے کا ہو یا میوہ یا شیرنی کا بسم اللہ ضرور کہا کرتے اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت دیکھکر خوشی بہت کرتے مگر بقدر نمک چشی کے

Marfat.com

اوس میں سے لیا کرتے باقی سب کو دیا کرتے۔ عمل اونکا حنفی تھا مگر ہر سنت کے اتباع میں بہت خیال رکھتے تھے اور کبھی کبھی خلافی مسائل پر بھی عمل کر لیتے تھے اور حضرت امام اعظم اور حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی کے کمالات اور حالات کے نہایت معتقد تھے اور بہت ہی تعریف کیا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے علوم کو سب بزرگان دین کے علوم سے اعلیٰ اور افضل بتلاتے تھے نماز جماعت سے ادا کرتے اور تکبیر اولیٰ کو کبھی ترک نہ کرتے اذان ہوتے ہی نماز کا اہتمام شروع کر دیتے حافظ قرآن تھے ہمیشہ تہجد میں قرآن شریف پڑھا کرتے جاہلوں کی نذر و نیاز کا کھانا کبھی نہ کھاتے بزرگوں کی مزار پر جایا کرتے اور دعا کر کے چلے آتے سماع اولیاء اللہ کے قائل تھے اگر اکیلے کسی مزار پر جاتے اور دوسرا شخص وہاں موجود نہوتا تو آواز سے عرض کرتے کہ آپ میرے واسطے دعا کریں اور ہمراہیوں کے ساتھ آہستہ دعا اور سورتیں پڑھکر چلے آتے۔ مولانا صاحب بہت دیر تک شاہ بلمل صاحب کے مزار پر مراد آباد میں بیٹھے رہے مجھ سے بوجہ سہو و غفلت کے اپنے قدم کی حفاظت نہوسکی میرا پیر مزار شریف سے لگا ہوا دیکھکر کانپنے لگے تمام بدن لرزتا تھا اپنے دونوں ہاتھ سے میرا پیر اٹھاکر فوراً علیحدہ کر دئے مجھکو بڑی شرمندگی اور خجالت ہوئی اور توبہ کیا۔ مولانا صاحب کے مراد آباد تشریف لانے سے تین چار ماہ

پہلے صوفی نسیم خانصاحب نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بالا خانہ دروازہ نواب شبیر علیخانصاحب تشریف رکھتے ہیں اور بہت آدمی بیعت کے واسطے آنے لگے اسوقت خانصاحب نے شیرنی منگواکر صوفی صاحب کے پاس رکھلا بھیجا کہ یہ اوسی خواب کی تعبیر ہے جواب ظاہر ہوئی ایسے چند اشخاص نے خواب میں بھی مضمون دیکھے ایک صاحب نے دیکھا کہ جامع مسجد مرادآباد میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر سفید پر تشریف رکھتے ہیں اور ایک آدمی کی جگہہ خالی ہے یہ صاحبِ خواب خالی جگہہ پر بیٹھنے لگے فرمایا یہ جگہہ مولوی محمد قاسم کی ہے دوسری جگہہ بیٹھ جاؤ۔ اور ایک صاحب نے دیکھا لڑکتا گھومتا ہوا میری طرف آتا ہے قریب میرے آگیا میں نے اوسکو ہاتھ بھی لگاکر دیکھا وہ بھی اسی خواب کی وجہ سے مولانا صاحب سے بیعت ہوے۔ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ جب جانا چاہیں کوئی اصرار سے نہ روسکے جب مولانا مرحوم نے قصد بریلی کیا حافظ عبد العزیز صاحب بھتیجے حضرت میانجی نور محمد صاحب کے فرمانے سے دو روز اور ٹھیر گئے میں ایک دن حصار سے چلے آیا میں نے بھی عرض کیا کہ حضرت میں آپکی وجہ سے جلد آیا ہوں دو روز اور قیام فرمائیے فرمایا اگر میری وجہ سے آئے ہو تو میرے ساتھ چلو میں بھی بریلی کو چلا گیا مولوی غلام مصطفےٰ صاحب شاگرد مولوی نقی علیخانصاحب معقولی مباحثہ کے واسطے تشریف لائے اور پیام

Marfat.com

سنایا کہ مولویصاحب کو آپکی کتاب تحذیر الناس پر ایک شبہ قوی ہے اگر آپ تشریف لاویں تو بہتر ہے مولانا صاحب نے فرمایا۔

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ ⁂ دگر جنگ جوئی ندارم درنگ ⁂

غلام مصطفےٰ صاحب نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ واسطہ فی العروض میں ذی واسطہ کیونکر موصوف ہوتا ہے کشتی کو حرکت بالذات ہے اور جالس کو بالعرض مگر در اصل وہ حرکت نہیں لہذا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نبوت میں واسطہ فی العروض ہوئے تو دیگر انبیاء سے سلب نبوت لازم آیا مولانا صاحب نے فرمایا سفینہ کو حرکت سے متصف نکہا جاوے تو وہ مغرب سے مشرق کیسے پہونچا اور محاذات اور ائیون اوسکے کیونکر بدلتے رہے اونہوں نے کہا شیخ نے تو یہی لکھا ہے کہ صرف واسطہ ہی موصوف ہوتا ہے اور ذی الواسطہ نہیں ہوتا فرمایا شیخ نے غلط لکھا اگر آپ کلام شیخ کو سمجھے ہیں تو سمجھا دیجئے غرض بعد چند ردوبدل کے غلام مصطفےٰ صاحب مولانا صاحب کے بہت معتقد ہوگئے عصر کے بعد مولانا صاحب مع خدام مولوی نقی علیخانصاحب کے مکان حسب استدعا اونکے تشریف لے گئے بندہ بھی ہمراہ گیا بہت دیر تک مولانا صاحب ادہر اُدہر کی معمولی باتیں کرتے رہے مگر جس واسطے اونہوں نے بلایا تھا وہ مباحثہ نکیا بعد رخصت اونکے احباب نے کہا آپ نے بحث کیلئے مولانا صاحب کو بلایا تھا کیوں خاموش رہے کہا مناسب نہیں کہ

Marfat.com

جو شخص اپنے مکان پر آوے اوس سے مباحثہ کیا جاوے ایسے ہی پیور میں مولانا صاحب تشریف لے گئے اور اصول فلسفہ کی دھجیاں میں خوب دھجیاں اڑائیں کوئی بھی مقابلہ میں نہ آیا اور گھر بیٹھے ہوئے اعتراض کرتے رہے اور اپنے شاگردونکو ہی بھیجتے رہے مولانا صاحب نے فرمایا اگر تمہارا سکوت تمہارے استادونکا سکوت ہو تو بحث کرتا ہوں ورنہ خود نہیں اون سے کہو مرد میدان بنو رو برو مقابلہ میں آؤ تو اس فلسفہ کی حقیقت کی قلعی کھل جاوے۔ مولانا صاحب فرماتے تھے کہ میری وہ مثل ہے کہ کہیں دوسری جگہہ کتا چلا جاوے تو وہاں کے پلے بھی بھونکنے لگتے ہیں۔ ریاضی میں بھی مولانا مرحوم کو نہایت کمال حاصل تھا میرے روبرو جناب مولوی سید احمد صاحب مدرس دیوبند نے جو بڑے ذکی ریاضی داں مشہور تھے چند سوالات مشکل کئے اور کہا مدت سے مجھکو انہیں شبہہ ہے مولانا صاحب کی تقریر سنکر اونکا پورا اطمینان ہوگیا اور مرید خاص بنگئے۔ مولانا صاحب کو جہتری لگانے سے نہایت کراہت تھی صرف انگرکہ پاجامہ ڈہیلا ٹوپی دو کلیہ پہنا کرتے تھے سبکے آگے نہیں چلتے تھے برابر سے چلے رہا کرتے تھے کوئی باہر کا آینوالا اول اون سے مصافحہ نہیں کرتا تھا مگر جبکہ اللہ تعالیٰ نے فراست دی تھی وہ فوراً پہچان لیتا تھا رنگ سانولا چہرہ لمبا بینی دراز اٹھی ہوئی قدرے داغ چیچک نمودار تھے اور چہرہ کی نورانیت اور رونق اور تقدس دیکھکر ہر شخص معتقد ہو جاتا تھا میانہ قد نہ موٹے نہ بالکل لاغر تھے

Marfat.com

اور پیشانی پر آثار سجود نمایاں تھے سرتاپا عشق و محبت معلوم ہوتے تھے کبھی کبھی یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے ؎ آسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے ٭ کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر ٭ ایک بار مجھ سے فرمایا کوئی شعر پڑھو میں نے یہ شعر حافظ کا پڑھا ؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ٭ ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما ٭ فرمایا اس کا مطلب کیا سمجھے ہو میں نے عرض کیا کہ پیالہ سے مراد قلب ہے۔ فرمایا پیالہ سے مراد عالم ہے۔ بچوں سے بہت خوش طبعی کیا کرتے تھے مگر بیجی ظرافت آمیز خوش طبعی تھی ایک بچے کو فرمایا اس بیل کی دم سے اسکو باندہو اوس نے کہا میں نہیں جاتا فرمایا بوجہ دونوں طرف برابر ہو جائے گا آگے سر اور گردن ہے پیچھے تو لٹک جا۔ یاد الٰہی سے کسی وقت غافل نہ تھے ہمہ تن ذکر بنگئے تھے باایں ہمہ حفظ مراتب اور رعایت حقوق و اجتناب بدعات و التزام ضروریات دین و مستحبات و سنن بدرجہ کمال تھا اور کسی امر میں تصنع اور تکلف مطلق نہ تھا اخلاق ایسے ہی تھے کہ آدمی بے اختیار معتقد ہو جاتا تھا غرض ہر کمال اور دیانت و امانت و تقوی ایسا تھا کہ باید و شاید جو شخص اونکے پاس بیٹھتا کیسا ہی سُست اور کاہل ہوتا چُست اور کامل بنجاتا نہ کسی دشمن سے دشمنی کرتے اور نہ کسی کو برا کہتے اور نہ کسی امیر مالدار کے دروازہ پر جاکر خوشامد کرتے اپنے کام میں بذات مشغول رہتے کبھی پیسہ یا روپیہ اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور نہ اوس کا کسی سے حساب لیتے تھے

دس روپیہ سے زیادہ کی کبھی نوکری نہیں سکئے وہ بھی مہمانوں سکے خرچ میں نان بائی کو بھجوادیا کرتے۔ نزاع باہمی بالکل پسند خاطر عاطر نہ تھا اتفاق کو بہت ہی پسند کرتے تھے ہر شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیتے اور دلجوئی اور اخلاق سے مسخر کر لیتے اونکی مسکنت اور غربت یاد کر کے رونا آتا ہے وہ کبھی نفسانی خواہش سے کسی پر خفا نہیں ہوتے تھے اونکی رضا اور ناراضی اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے تھی افسوس کہ اکثر علمائے زمانہ نے جو فلسفی تھے اونکی قدر نہ جانی اور اونکی شہرت معقول و منقول کی سُنکر حسد کرنے لگے مگر اللہ تعالےٰ نے اونکو اسقدر غنائے قلبی عطا کیا تھا کہ دنیا و مافیہا کو بالکل ہیچ سمجھتے تھے اور صرف سمجھنا ہی نہیں بلکہ سچے زاہد خدارسیدہ تھے وہ کبھی کسی سے اپنے کمالات و حالات کی داد نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنی شہرت سے بچتے تھے اور فرماتے تھے کہ آج کل کسقدر جہالت کا زمانہ ہے کہ ہم بھی علماء میں شمار کئے جاتے ہیں حالانکہ اونکا ذہن مصنف کتاب اور موجد فن کے ذہن سے بھی فایق تھا کبھی اونکے نفس نے اپنا بول بالا سوائے حق تعالےٰ کے نہیں چاہا عاجزی اور انکساری میں ذرا بھی ریا اور بناوٹ نہ تھی باوجود سواری کے اکثر پیدل چلتے تھے اور دوسرونکو اپنی جگھہ بٹھادیا کرتے تھے اونکی دست بوسی اور قدم بوسی کے واسطے ہاتھہ اور پیر کی نزاکت اور خوبصورتی ہی کافی تھی اونکے سلئے کچھ ایسی موزون اور دلکش تھی کہ بے اختیار ہو دینے کو جی چاہتا تھا اونکی سی نزاکت اور دلبری کسی معشوق میں بھی

نہیں دیکھی اونکا ذرا التفات اگرچہ جلالی ہو دافع بلیات تھا وہ سرتاپا اکسیر اور کندن تھے اونکا لطف اور التفات جمالی مفرح القلوب اور کفایہ منصوری تھا وہ سلف اور خلف کاملین کے یادگار اور خدا و رسول کے جان نثار تھے اونکے اخلاق و افعال و علوم فاخرہ دیکھکر خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت یاد آتی تھی اونکے جسقدر اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور علم باللہ اور اتباع رسول اللہ کا بیان کیا جاوے سب شایاں ہے فرماتے تھے کہ عالم سے فہم اٹھ گیا بہت کم آدمی ہیں جن کا فہم سلیم ہو اور علم ہی ہے کہ انسان کی سمجھ خوب ہو۔ مولانا صاحب کی عادت تھی کہ وعظ کے وقت کسی حافظ کو بلا کر فرماتے کہ کوئی آیت یا کوئی رکوع پڑھو جب حافظ پڑھتا اور مولانا صاحب اوسکا بیان شروع کرتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام لغات و تفسیر ابھی اسکے متعلق دیکھکر آئے ہیں پھر یہ کمال تھا کہ حاضرین کے دلوں میں جسقدر شبہات ہوتے تھے مولانا صاحب کے بیان سے اون سب کا جواب ظاہر ہوتا تھا گویا مولانا صاحب کو شبہات کی اطلاع ہوگئی ہے۔ باقی حالات کے واسطے مستقل کتاب درکار ہے۔ یہاں صرف مقصود حمد جناب باری ہے۔ نہ اوصاف قاری خیر جو کچھ بے اختیار آجائے اوسکو بیان ہی کرنا پڑتا ہے کوئی کتاب روبرو نہیں جسکو دیکھکر لکھتا ہوں صرف اپنی یاد سے جو مسائل اور حالات یاد آتے جاتے ہیں لکھتا ہوں اور اصل مطلب اصلاح و تزکیہ نفوس ہے خواہ اپنا نفس ہو یا غیر کا

اور جو بھلائی برائی میری نظر میں معلوم ہوتی ہے اوسکو بھی صاف صاف لکھدیتا ہوں۔ ناظرین باتمکین سے امید ہے کہ اگر کہین لغزش بتقاضائے بشریت و ناواقفی دیکھیں معاف فرماویں۔

اللہ تعالےٰ نے صوفیہ میں ریاضت اور ذکر اور زہد اور رغنائے قلبی عنایت کی ہے ہمارے زمانہ کے صوفیہ بھی ان صفات سے موصوف ہیں گو بعض متشبہین بالصوفیہ نے تصوف کو شریعت سے علیحدہ کردیا ہے مگر درحقیقت شریعت رہی ہے جو علم وعمل ہو صرف علم احکام کا نام شریعت نہیں بلکہ علم اور عمل ہی شریعت اور طریقت ہے اور صرف وحدۃ الوجود کو تصوف سمجھنا بھی غلط ہے بلکہ شریعت کاملہ ہی تصوف ہے بعض صوفیہ تو نہایت متبع شریعت ہوتے ہیں اور بعض صوفیہ جو کم علم ہیں اتباع شریعت میں کوتاہی کرتے ہیں مگر اتباع سنت کا دعوے بہت کرتے ہیں اور مزامیر وغیرہ کو خلاف سنت نہیں سمجھتے اور ہمیشہ دلائل رکیکہ سے اوسکی حلت ثابت کیا کرتے ہیں اور بعض تو ایسے بے قید اور آزاد ہوتے ہیں کہ اونکو صوفی کہنا بھی بیجا ہے اور وہ شغل مزامیر میں نماز کی کچھ پروا نہیں کرتے اور بعض طریق اویسیہ کا دعوے کرتے ہیں اور بجز ریاضت و ترک دنیا و ذکر قلبی کے اعمال ظاہری کو ضروری نہیں جانتے وہ بھی تصوف کے دائرہ سے خارج ہیں اگرچہ ایک نگاہ میں آدمی کو بیہوش کردیتے ہوں مگر صوفی نہیں چنانچہ میاں سبحان شاہ صاحب ریاست رامپور میں بعد طالب علی کے میاں علی نور صاحب کے

مرید ہو گئے تھے جو اوسیہ طریق پر مشہور تھے اور پچاس برس تک
ایک ہی جگہ پر ایک حالت سے بسر کردئے پتھر سے جو تھے دن
دو لقمہ کھا لیتے تھے مگر گرم پانی گرم بیسو نکا بجھا ہوا ہر روز پیا کرتے
تھے اور فرماتے تھے کہ بدون کھانے کے آدمی زندہ رہ سکتا ہے
کھانا صرف عادت کی وجہ سے ضروری ہو گیا ہے ۔ اوس شخص سے
بہت نفرت کرتے جو کھانے کا حریص ہوتا۔ ایک شخص نے کہا
میاںصاحب میں حج کو گیا تھا بولے کیا دیکھا اوس نے جواب دیا
میاںصاحب کھجوریں تو وہاں خوب ہی کھایا فرمایا تیرا حج نہیں ہوا پھر
کرنا بھلا ہندوستان میں تو حرص کر کے کھاتا رہا اوس خطۂ پاک کو بھی
بہت کھا کھا کر نجاست سے بھر دیا جا پھر حج کر۔ ایک شخص پاخانہ کما کر
جب نکلا تو سلام کر کے چلا گیا حاضرین سے کہنے لگے بانتے ہو اس نے
کیوں سلام کیا وہ بولے حضرت کہیں تو مونکا دستور ہی ہے کہ سلام
کیا کرتے ہیں کہا نہیں اس نے سلام اس لئے کیا کہ حضرات کل میں پاخانہ کو
صاف کر گیا تھا آج تمنے پھر اوسکو نجاست سے بھر دیا تم کو بس سلام
ہے ۔ ایک صاحب داروغہ اصطبل ہجان شاہ صاحب کے پاس آئے
اور کہا میاںصاحب کوئی فقیری کی بات مجھکو بتائیے لوگ کہیں گے کہ یہ بھی
میاںصاحب کے پاس بیٹھا کرتے تھے اونکو کچھ بھی خاک نہ آیا فرمایا
اول ایک بات بتلاتا ہوں جب اسپر عمل کرے گا تو دوسری بات
فقیری کی بتلاؤنگا وہ یہ ہے کہ جب تو کھانا کھانے کو بیٹھے تو

جسقدر بھوک ہے اوس سے دو چپاتی کم کھایا کر داروغہ اصطبل نے کہا بھلا یہ کیا بات ہے اسکو تو میں کر لونگا مگر کوئی فقیری کی بات بتلا دیجئے فرمایا وہ بھی بتلاونگا پہلے تو اسکو تو کر کہا بہت اچھا کرتا ہوں یہ کہکر چلے گئے اور بعد چار روز کے پھر ہنستے ہوے آئے اور عرض کیا میانصاحب وہ تو آپنے چورن بتلایا ہے جب یہ ارادہ کرتا ہوں کہ دو چپاتی کم کھاؤں دو گھڑی پہلے بھوک لگ جاتی ہے اور دو چپاتی زیادہ کھا لیتا ہوں حضرت مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا فرمایا جب تو اسقدر کھانیکا حریص ہے تو فقیری سے اور تجھ سے کیا واسطہ۔ اگر کوئی شخص کچھ نذرانہ پیش کرتا اوسکو ہاتھ نہیں لگاتے اوس سے مصلے کے نیچے رکھوا دیتے شام کو اٹھتے وقت مریدوں سے کہدیتے کہ مصلے کے نیچے دیکھ لینا وہ اوسکو جمع رکھتے اونکو حکم تھا کہ اپنے کھانے کے واسطے جو اناج اول نظر پڑ جاوے اوسیکو خرید لو آگے جاکر دوسرے اناج کی تلاش مت کرو چنانچہ کبھی روٹی مونگ کی اور کبھی گیہوں کی اور کبھی سور کی اور کبھی چاول کی مریدوں کے لئے پکتی تھی اور بعد ایک سال کے اوس نذرانہ کی جنس منگواکر پلاؤ پکواکر مساکین کو تقسیم کرا دیا کرتے تھے ایک دفعہ خود بھی اتفاق سے وہاں چلے گئے جہاں وہ کھانا تیار ہوتا تھا دیگیں پختہ سب تیار تھیں سیکڑوں محتاج اور فقیر جمع تھے میان جہان شاہ صاحب کو دیکھکر سب شکایت کرنے لگے کہ دیکھو میانصاحب ہمکو کھانا نہیں دیتے ہیں فرمایا تم خود لے لو تمھارے ہی واسطے پکا ہے

وہ بولے آپ اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں بس یہ کہنا ہی تھا کہ تمام فقرا دیگو نپر جھک پڑے اور گرم گرم کھانے میں ہاتھ ڈالکر کھانے لگے مگر ہاتھ جلنے سے ہائے واویلا بہت کرتے تھے لیکن کھانا نہیں چھوڑتے تھے اوسوقت میانصاحب اونکو چلاتا روتا دیکھکر کہنے لگے کہ دیکھو اونکو اس کھانے کی محبت ہے کہ ہاتھ منھ جلتا ہے مگر کھانا نہیں چھوڑتے بھلا حق تعالے سے اتنی محبت تو ہو پھر دیکھیں کیسے اللہ تعالے نہیں ملتا۔ اونکی عادت تھی کہ ہر شخص کو جو اونکے پاس جاتا کہتے آؤ بادشاہ ایک غریب شکستہ حال بھی گیا اونہوں نے اپنی حسب عادت اوس سے بھی کہا آؤ بادشاہ اوس نے کہا میں ایک غریب مسکین آدمی ہوں بادشاہ مجھسے آپ نفرمائیے فرمایا نہیں تم بھی بادشاہ ہو لیکن غافل بادشاہ ہو اپنی سلطنت کی تمکو خبر نہیں۔ مولوی فضل حق صاحب نے اپنے شاگردان کو بھیجا کہ میانصاحب سے سلام کہو اور کہو کہ ایسی بات بتلائیے جو آخرت کے کام آئے شاگردوں نے آکر پیغام پہونچایا فرمایا اون سے کہو جو کرتے ہو سو کیئے جاؤ شاگردوں نے کہا مولویصاحب نے کہا ہے کہ بغیر دریافت کئے مت آنا فرمایا اون سے کہدو کہ دنیا میں لوگ کری تو آپ اپنی بیوی کے واسطے کرتے ہیں اور نماز حور ونکے واسطے پڑھتے ہیں دونوں جہانکی کمائی ایک پیشاب کی دہار پر مار دی اللہ تعالے کے واسطے کیا کیا شاگردوں سے مولویصاحب نے دریافت کیا کہ کیا جواب دیا شاگرد اب خاموش رہے کہا جیسے اونہوں نے کہا

Marfat.com

ویسے ہی ادا کرو انہوں سے نے ہو بہو ادا کیا تو مولوی فضل حق صاحب سنکر بہت روئے اور فرمایا وہ سچ کہتے ہیں۔

ایک شخص ایک مسجد میں اذاں دیا کرتے تھے ایک دن اوس طرف کو نکلے جہاں میاں صاحب بیٹھتے تھے اون کو دیکھکر آواز دے کہ محمدؐ حیات ادہر تو آ۔ اُنہوں نے کہا میں آپکے پاس نہیں آتا کفر کی باتیں کروگے فرمایا مجھسے تو نے آخر کچھ پڑھا بھی ہے میرے بلانے سے کیوں نہیں آتا وہ آکر بیٹھ گئے فرمایا میں ایک بات پوچھتا ہوں اُسکا جواب دو وہ یہ کہ شرع میں بدون دیکھے ہوے گواہی دینا درست ہے یا نہیں اُنہوں نے کہا بدون دیکھے ہوے گواہی دینا ہرگز جائز نہیں فرمایا کمبخت پھر تو اذاں میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کیوں کہا کرتا ہے کیا تو نے خدا کو دیکھا ہے؟ کہا میں اسی لئے نہیں آتا تھا کہ کفریات بکوگے وہی ہوا کہا خفا مت ہو دیکھ کیوں نہیں لیتا ہم بس یہی کہتے ہیں کہ اول دیکھ لے پھر شہادت دے جھوٹی گواہی مت دیا کر وہ لاحول پڑھکر چلے گئے۔ ایک دن چند طلبا نے آکر سوال کیا کہ یومنون بالغیب کے کیا معنی ہیں فرمایا یومنون بالغیب کیا چیز ہے اونہوں نے کہا کہ آیت ہے فرمایا تم بھی آیت ہو اپنے معنی پہلے دریافت کرلو پھر تم کو سب آیتوں کے معنی آجائیں گے۔

ایک روز کسی نے کہا کہ اللہ تعالے سے ڈرنا چاہیئے بولے کیا وہ ہوّا ہے بلکہ اوس کی طرف دوڑنا چاہیئے اوس شخص نے کہا حضرت حدیث شریف میں ہے الایمان بین الخوف و الرجاء یعنی

Marfat.com

ایمان درمیان خوف اور امید کے ہے فرمایا ایمان دونوں کے درمیان ہے یعنی ایک طرف خوف کیا جائے اور دوسری طرف امید کرنی چاہیئے تب ایمان ملتا ہے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے خرچ کرو تب بھلائی کو پہونچوگے اور بدون بذل نفس کے ہرگز فلاح حاصل نہو گا۔

ایک شخص نے طاقوں میں کتابیں رکھی ہوئی دیکھکر پوچھا میاں صاحب آپ نے یہ کتابیں کیوں رکھی ہیں فرمایا تمھارے واسطے رکھی ہیں تم لوگ مردہ پسند ہو اگر میرا قول نہ مانوگے کسی مردہ کے قول کا حوالہ دیکر کتاب بتا دونگا جب تک انسان زندہ رہے ہرگز اوس کی بات کو تم نہیں مانتے اور جب وہ مرگیا پچاس برس کے بعد تم اوسکو رحمۃ اللہ علیہ کر لیتے ہو۔

ایکبار بیٹھے بیٹھے کہنے لگے کہ یہ تواریخ کی کتابیں جھوٹی معلوم ہوتی ہیں دیکھو میں زندہ بیٹھا ہوں اور بوریا بدھنا یہاں رکھا ہوا ہے جو کوئی آتا ہے اوسکو نماز کی تاکید کرتا ہوں کہ پڑھ لو۔ مگر اتنا کہدیتا ہوں کہ اگر نماز جنت کے انار توڑنے اور حوروں سے تقرب حاصل کرنے کو پڑھوگے تو ایسی نماز تمھارے موںھ سے ماری جائے گی۔ باایںہمہ تمام شہر میں یہ شہرت ہے کہ سبحان شاہ نماز کو منع کرتا ہے۔ پس تاریخی بیان سُنا سنایا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اون کو مباحثہ کرنے کا بہت شوق تھا صبح سے شام تک بیٹھے رہتے تھے جو کوئی آتا اوس سے فرماتے کچھ کہو تمام دن

Marfat.com

بحث کیا کرتے تھے خود تو کھانا نہیں کھایا کرتے تھے مگر بحث کرنے والے کو اگر وقت کھانے کا آجاتا کھانا کھلوادیا کرتے تھے۔ تمام معقول و منقول پڑھکر فقیر ہوگئے تھے۔ فرماتے تھے ایک دن ہمارے پیر نے مریدوں کے روبرو فرمایا کہ ہمارا لڑکا بہت دنوں سے مفقود الخبر ہے کوئی اوسکی خبر لاتا میں فوراً اوٹھ کھڑا ہوا کہ میں جاتا ہوں فرمایا اچھا جاؤ میں چادر بغل میں لیکر چلدیا اور گھر والوں سے بھی اطلاع نہ کیا منزل بمنزل دہلی پہونچا ہر جگہ تلاش کرتا تھا کہیں پتہ نہ ملا۔ ایک مسجد میں رات کو بعد عشا کے سونے کے واسطے آیا وہاں کے امام اور موذن نے کہا یہاں سے چلے جاؤ مسافر کو یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے ہم نے کہا رات بسر کر کے صبح کو چلا جاؤں گا وہ نہ مانے اور مجھ سے جھگڑنے لگے اتنے میں ایک شخص نے دروازۂ مسجد پر آواز دی کہ یہ حصے لیجاؤ وہ دونوں اوسطرف بھاگے اوس نے تین حصے دیئے کہ ایک امام کا اور ایک موذن کا اور ایک کوئی مسافر ہو تو اوس کا ہے وہ دونوں میرا حصہ لائے اور روبرو رکھدیا کہ لو اسکو کھاؤ ہم اسی واسطے کہتے تھے میں نے کہا میں کیا کروں تم ہی اسکو لے لو میں کھانا نہیں کھایا کرتا ہوں وہ بولے تم خفا ہوگئے ہم نے صرف تمھاری خیر خواہی کیواسطے کہا تھا میں نے کہا میں سچ کہتا ہوں میں نہیں کھاتا تم ہی کھالو یا کسی کو دیدو وانتہا رہے۔ غرض تین روز وہاں تلاش کر کے دہلی پہونچا چند روز تک گلی کوچے بازار میں دیکھتا پھرا کہیں پتہ نہ چلا ایک دن بازار میں صاحبزادے اتفاق

Marfat.com

ملگئے میں نے سلام کیا فرمایا سبحان شاہ تم یہاں کیسے آئے ہو۔ میں نے کہا آپکے والد ماجد آپکو یاد کیا ہے فرمایا ابھی میں نہیں چلتا بعد چھ مہینے کے چلونگا میں نے کہا بہت بہتر میں حاضر ہوں جب آپ چلیں گے آپ کے ساتھ چلونگا ابھی چھ مہینے پورے نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے بازار میں مجھکو دیکھکر فرمایا سبحان شاہ تم ابھی تک نہیں گئے چلو میں بھی چلتا ہوں میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ چھ مہینے کے بعد چلونگا اس لئے میں حاضر ہوں جب آپ کا جی چاہے چلیں وہ چلنے پر قبل ہی چھ مہینے کے مستعد ہوگئے جب رامپور میں اپنے والد کے پاس پہونچے اُن سے اُٹھکر بغلگیر ہوئے اور بہت خوش ہوکر فرمایا کہ سبحان شاہ اس جھاڑ میں فلاں ہسوڑہ جو لگا ہوا ہے اُسکو توڑکر کھا لو میں نے فوراً اوسکو کھالیا اوس کے کھاتے ہی تمام علوم باطنی میرے قلب پر منکشف ہوگئے اور بالکل میری حالت اوس دن سے کچھ اور ہی ہوگئی۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میرے نفس نے بہت ضد اور ہٹ کی کہ پلاؤ کھاؤں گا میں نے کہا پلاؤ کہاں سے لاؤں میرے پاس کچھ نہیں نفس نہ مانا اور یہی آرزو کیا کہ ایک بار ہی کھلادو مگر پلاؤ ہو میں نے کہا تم ہم سے عہد کرو کہ پلاؤ کھاکر پھر کوئی خواہش نہیں کرونگا اوس نے عہد وپیمان کرلیا کہ بعد پلاؤ کے کوئی آرزو نہوگی میں نے کہا اچھا دیکھو کہیں سے دعوت آویگی تو کھلادیں گے۔

جب میں اپنے پیر میاں علی نور صاحب کی خدمت میں گیا ایک آدمی آیا کہ دس آدمی کی دعوت ہے میرے ہمراہ کر دیجئے۔ میاں علی نور صاحب نے فرمایا کہ کیا پکا ہے اوس نے کہا پلاؤ کی دعوت ہے۔ فرمایا سبحان شاہ ایک تو تم چلے جاؤ اور باقی اور مریدوں کو لیجاؤ ہمارا نفس

بہت خوش ہوا میں نے اوس سے کہا کہ جس قدر خواہش ہو یہ پلاؤ کھائے مگر پھر ہم سے کوئی فرمایش نکرنا اوس نے اقرار کر لیا ہم نے اوسکو خوب پلاؤ شکم سیر ہوکر کھلایا جب فارغ ہوکر لوٹے تو نفس نے کہا پانی پلاؤ میں نے کہا ہرگز نہیں تم نے پہلے ہی اقرار کر لیا تھا کہ پھر کوئی طلب نہوگی اوس نے کہا ذرا سا پانی دیدو پھر کچھ نہیں طلب کرونگا میں نے کہا معاہدہ کے خلاف ہے وہ نہ مانا میں نے دیکھا تو جیب میں ایک پیسہ پڑا تھا میں نے ایک بنئے سے کہا اس کا نمک دیدے اوس نے دو مٹھی نمک دیدیا میں نے سب چاب لیا اور نفس سے کہا اب پانی مانگو اوسدن سے آج تک نفس نے کوئی خواہش نہیں کی۔

ایک دن ایک شخص نے کہا کہ شیعہ لوگ بہت برے ہوتے ہیں فرمایا کیوں۔ اوس نے کہا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا کہتے ہیں فرمایا کیا یہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے وہ ایسے اور ایسے اوس نے کہا نہیں وہ تو اون کو جناب رسالتمآب کا دشمن جانتے ہیں۔ فرمایا پھر اون کے برا کہنے کا کیوں برا مانتے ہو کوئی ابوبکرؓ و عمرؓ رسول اللہ دشمن ہوں گے وہ اونکو برا کہتے ہیں کیا تم رسول اللہ کے دشمنوں کو برا نہ کہوگے

نواب کاظم علی خاں کے مکان پر ایک مجتہد ایران سے آکر مقیم ہوئے چند روز کے بعد اونہوں نے نواب صاحب کے ملازموں سے دریافت کیا کہ اس شہر میں کوئی عالم یا درویش بھی ہے اونہوں نے میاں سبحان شاہ کا نام بتلایا مجتہد صاحب نے فرمایا مجھکو اون کا مکان بتادو ایک شخص اون کو

لے گیا وہ جب سبحان شاہ کے پاس جاکر بیٹھنے لگے تو بیٹھتے وقت
یوں کہنے لگے اوّل علیؑ آخر علیؑ ظاہر علیؑ باطن علیؑ بعد گفت و شنید
کے سبحان شاہ صاحب نے اون سے دریافت کیا کہ یہ الفاظ جو
آپ کی زبان سے نکلے غالباً آپ کا عقیدہ تو ایسا نہوگا۔ فرمایا آپ نے
کیسے جانا کہ میرا عقیدہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہی میرا عقیدہ ہے سبحان شاہ صاحب
نے فرمایا آپ کا عقیدہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہا برابر میرا عقیدہ یہی
ہے تھوڑی دیر کے بعد ایک کتیا بچوں کو لئے ہوئے گھر میں سے
نکلی فرمایا اسکو بھی کہو وہ بولے لاحول ولا قوۃ استغفراللہ
توبہ کیجئے فرمایا میں اسی لئے کہتا تھا کہ آپ کا اعتقاد ایسا نہوگا کیا یہ کتیا ظاہر
نہیں ہے جب اسکو نہیں کہ سکتے تو معلوم ہوا کہ آپ کا اعتقاد اس کے
خلاف ہے کہا یہ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں نعوذ باللہ سبحان شاہ صاحب نے
پوچھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے اونہوں نے کہا محب اہلبیت کہا سب
اپنے اپنے اہل کے محب ہوتے ہیں کہا میں محب اہلبیت نبی ہوں
کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم شیعہ ہو پھر تو آپس میں بحث ہونے لگی اور
صبح سے شام تک برابر مباحثہ ہر روز ہوا کرتا جب وہ مجتہد سبحان شاہ
کے مقابلہ میں لاجواب ہو گئے اور اون کی فقیری اور منصفانہ گفتگو
کے معتقد بن گئے تو ایک دن اُنہوں نے نواب کاظم علیخاں سے
کہا کہ یا تو آپ ان کتابوں کو جو ہمراہ لایا ہوں لیلیجئے یا میں اون کو کسی
ندی میں ڈالدیتا ہوں۔ نواب صاحب حیران ہو گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے

Marfat.com

ملازمین سے دریافت کیا کہ حضرت قبلہ کہاں جایا کرتے ہیں اور تمام تمام دن وہیں رہتے ہیں. انہوں نے کہا سبحان شاہ کا مکان ایک دفعہ دریافت کرتے تھے کاظم علیخاں نوکروں پر بڑے خفا ہوئے کہ کیوں انکو وہ مکان بتایا اور جناب مجتہد صاحب سے کہنے لگے کہ حضرت قبلہ وہ شخص تو کافر ہے تمام شہر میں آپ دریافت کریجئے سب اوسے کافر ہی بتلاتے ہیں کہا گو کافر ہو مگر مجھکو تو اوسی نے مسلمان کیا ہے آخر کو سب چھوڑ چھاڑ کر سبحان شاہ صاحب کی خدمت میں چلے آئے - غرض تقریریں ایسے چیت تھے کہ بڑے بڑے عالم اور فلسفی اون سے گفتگو کرنے سے گھبراتے تھے اور اسقدر بحث کا شوق تھا کہ کبھی نہیں تھکتے تھے -

ایک دن مولوی محمد علی صاحب جو مفتی سعد اللہ صاحب کے اُستاد اور مفتی شرف الدین صاحب کے بھانجے تھے اور منطق و فلسفہ میں خوب مہارت اور کمال رکھتے تھے. سبحان شاہ صاحب کے پاس تشریف لائے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ وحدۃ الوجود میں آپ کیا فرماتے ہیں سبحان شاہ صاحب نے کہا مولوی صاحب میں اگر اس ناسلائی کو جو روبرو رکھی ہے، نعوذ باللہ خدا کہونگا تو آپ سے اس کا رد بھی نہیں ہوسکیگا. مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا استغفر اللہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں بھلا ناسلائی کیسے خدا ہوسکتی ہے بولے میرا یہ دعویٰ ہے اب میں اسکو ثابت کرتا ہوں آپ اوسکا رد کیجئے آخر بحث شروع

Marfat.com

ہوگئی صبح سے دوپہر تک بحث رہی سبحان شاہ صاحب نے مریدوں سے فرمایا کہ مولوی صاحب کو کھانا کھلا دو ان کو عادت ہے۔ جب مولوی صاحب نے کھانے سے فراغت پائی۔ بحث شروع کی یہاں تک کہ شام ہوگئی اور بحث ناتمام رہی۔ مولوی صاحب اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات مختلف کتابیں دیکھتے رہے صبح کو پھر مباحثہ ہونے لگا دوپہر کا کھانا مولوی صاحب وہیں کھاتے اور شام تک مباحثہ کیا کرتے آٹھ روز تک اسی طرح مباحثہ ہوتا رہا کہ مولوی صاحب رات کو گھر جاکر کتب بینی کیا کرتے اور صبح کو بحث کیا کرتے اور شام کو جایا کرتے۔ آٹھویں دن بحث کرتے کرتے مولوی محمد علی صاحب بے اختیار کھڑے ہوگئے اور یہ کہنا شروع کیا تو خدا ہیں خدا یہ خدا وہ خدا نعوذ باللہ اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور یہی کہتے ہوئے گھر چلے گئے لوگ حیران تھے کہ مولوی صاحب کو کیا ہو گیا شدہ شدہ مفتی شرف الدین صاحب کو خبر ہوئی اونہوں نے سبحان شاہ صاحب کو بلوایا فرمانے لگے میری عادت نہیں کہ کسی کے مکان پر جاؤں لیکن چونکہ مفتی صاحب سے میں نے کچھ پڑھا ہے وہ میرے اُستاد ہیں اسلئے چلتا ہوں جب مفتی صاحب کے مکان پر پہونچے تو مولوی محمد علی صاحب کو ایک کوٹھری میں بند پایا مفتی صاحب نے فرمایا ان کو کسی طرح خاموش کر دیجئے سر بازار یہ الفاظ کہتے پھرتے ہیں اس لئے ان کو کوٹھری میں بند کر دیا ہے سبحان شاہ صاحب نے کہا بس یہی آپ چاہتے ہیں کہ ایسے الفاظ نہ بولیں اور خاموش رہیں فرمایا ہاں ہم یہی چاہتے ہیں کہ ان کو کسیطرح

Marfat.com

خاموش کرو سبحان شاہ نے کہا دروازہ کھولدو دروازہ کھولتے ہی مولوی محمد علی صاحب بولے وہ آیا میرا خدا اور وہی الفاظ بولنے لگے ۔ سبحان شاہ صاحب نے اون کے کان میں آگے بڑہ کے چپکے سے فرمایا کہ پھر کہنا کس سے ہے یہ کہتے ہی مولویصاحب خاموش ہوگئے اور تمام عمر خاموش رہے لیکن ننگے سر اور ننگے پیر بھی بازار چلے جایا کرتے تھے ایک مستی کا سا عالم رہتا تھا کچہ تن بدن کی پروانہ تھی۔

ایک روز بت پرستی کا کچہ تذکرہ ہوا سبحان شاہ صاحب نے کہا بت پرستی بری نہیں چند دن آدمی لاحول پڑہکر وہاں سے چلے گئے اور بعض لوگ بیٹھے رہے انہوں نے کہا یہ آپنے کیسا مقولہ زبان سے نکالا فرمایا قائل سے اوس کے کلام کی مراد جب تک دریافت نہ کی جائے حکم کفر نہیں لگانا چاہیئے ۔ میری مراد بت پرستی سے بت کی حالت حاصل کرنا ہے جو کوئی کسی کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے معبود کی حالت پیدا کرنا چاہتا ہے تخلقوا باخلاق اللہ وارد ہوا ہے ایسے ہی جو کسی کی خدمت کرتا ہے وہ اپنے مخدوم کی حالت پیدا کرتا ہے ۔ ع

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

اسیطرح بت یہ تعلیم دیتا ہے کہ حقتعالی کے روبرو میری سی حالت پیدا کرلے بھلا اس حالت میں کیا قباحت ہے ۔

ایک بڑھیا سبحان شاہ صاحب کے پاس آئی اور دعا کے واسطے درخواست کی اونہوں نے کہا وہ میری دعا نہیں سنتا میری داڑھی سفید ہے ہر چند

Marfat.com

چاہتا ہوں کہ سیاہ ہو جائے نہیں ہوتی اس نے پھر اصرار کیا کہ دعا کیجئے کہا بڑھی بی دیکھو اوس نے میرے باپ کو مارا دادا کو مارا اور اب میری فکر میں ہے میری دعا کب سنتا ہے۔ اسیطرح اکثر خوش طبعی اور مزاح بھی کرتے تھے مگر ہر وقت ہنستے بھی رہتے تھے حالانکہ غذا کو ترک کر دیا تھا پھر بھی رنگ چہرہ کا انار کی مثل چمکتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جو لوگ تعویذ کو گھول کر پلا یا کرتے ہیں بڑے ہی بے ادب ہوتے ہیں بھلا حلق تک تو وہ پاک جگہ میں گیا مگر آگے تو سب نجاست ہے حق تعالیٰ کے نام کو ایسے نجس مقام میں پہونچانا بڑی بے ادبی ہے۔ ادن کی پیٹھ میں راج پھوڑا نکلا تھا اوسی میں انتقال کیا۔ اخیر وقت میں لوگ مشورہ کرنے لگے کہ ان کی جگہ پر کون ہو اور کسکو گدی نشین کیا جائے آنکھیں کھول کر فرمایا کہ کیا یہ جولاہوں کی پنچایت ہے جو لائق ہو گا وہ آپ قائم مقام ہو جاوے گا۔ جہاں سے آفتاب نکلتا ہے وہ جگہ خود روشن ہو جاتی ہے۔ اور نہایت خوشی اور سرور میں جاں بحق تسلیم ہوئے اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ اگر انسان میں شرع شریف کے احکام کی پابندی ہو تو ریاضت و ذکر و زہد بہت کار آمد ہے اور جو کوئی شخص آزاد اور بے قید ہو اوسکو ترک دنیا اور ذکر و اشغال کچھ مفید نہیں۔ سبحان شاہ صاحب کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز لوگوں سے علیحدہ پڑھتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فرض نماز نہیں پڑھتے تھے مگر جنازہ کی نماز نہیں چھوڑتے تھے بہر حال ہمکو اون کی تقلید نہیں کرنا چاہیئے۔ جوگیہ خیال کا اگر کوئی شخص

Marfat.com

کیسا ہی کمال رکھتا ہو شرع شریف میں لغو اور باطل ہے اللہ تعالیٰ نے
ظاہر و باطن دونوں شے پیدا کی ہیں صرف ظاہر کی پابندی کرنا اور
اعمال قلبی پر نظر نہ کرنا جس طرح خلاف عقل و نقل ہے اسی طرح
اعمال قلبی و روحی کا اہتمام رکھنا اور اعمال جوارح کو ترک کرنا بھی گمراہی
ہے اگر حق تعالیٰ کو صرف باطن ہی مقصود ہوتا تو ظاہر پیدا نہ کرتا
اوس نے صرف خلق باطن و روح پر اکتفا نہ کی بلکہ عالم اجسام بھی پیدا
کیا اور انسان کو تمام کمالات ظاہر و باطن کی استعداد اور قابلیت
بخشا پس بعض احکام کو قبول کرنا اور بعض کو ترک کرنا یومنون ببعض ویکفرون ببعض کا
مصداق بننا ہے جو لوگ ظاہر و باطن کے عامل ہیں اور اتباع شریعت
کو بدون چون و چرا کے بجا لاتے ہیں وہی صوفی اور درویش اور
اولیاء اللہ اور کاملین ہیں۔ چنانچہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب کے
حالات کو غور فرمائیے کہ کیسے عمدہ اور اعلیٰ اور قابل تقلید تھے پس اگر
علماء اور مشائخ میں ظاہر و باطن کا تفرقہ پایا جاوے تو اعمال ظاہری میں علماء
حقانی کی پیروی اچھی ہے اور ذکر و اشغال و مجاہدات و ترک دنیا میں
فقراء اور مشائخ کی پیروی کرے بشرطیکہ سب کی چال چلن مطابق شریعت
ظاہری و باطنی ہو جسقدر تصوف اور فقیری اور زہد اور احوال قلبی حدیث
میں موجود ہیں کسی کتاب میں نہیں لہذا سب مسلمانوں کو قرآن و حدیث کا
مشغلہ سب مشاغل سے مقدم سمجھنا اور کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان میں روح پیدا کی ہے جس کے اندر جس طرح

Marfat.com

اوس کے اعضا کا دن بدن نشو و نما ہوا کرتا ہے اور شباب کے زمانہ میں وہ نشو و نما کامل ہو جاتا ہے اسیطرح انسان کی روح کا حال ہے کہ ترقی کرتے کرتے شباب کے وقت کامل ہو جاتی ہے اسی لئے بچے کے اعضا کی طرح روح اوس کی بھی ضعیف ہوتی ہے اعضاء کا ضعف اون کے حرکات سے ظاہر ہے اور روح کا ضعف بچے کی بے عقلی اور نقصان ادراکات سے نمایاں ہے اس روح کی قوت کا نام عقل ہے اور اسی روح کو نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں جس سے کلیات وجزئیات کا ادراک متعلق ہے اور نفس انسانی بھی یہی ہے جو نفس حیوانی کے غیر ہے کیونکہ نفس حیوانی سے صرف حس وحرکت صادر ہوتی ہے ادراک کلیات کا نہیں کرسکتا اوس کے قوی حواس ظاہری اور باطنی اور قوت باعثہ اور فاعلہ اور حس وحرکت کے واسطے حیات ضرور ہے اور قوت تغذیہ وتنمیہ بھی لابد ہے پس دراصل نفس حیوانی وہ روح حیوانی ہے جو اخلاط سے بخار لطیف اوٹھکر بذریعہ رگوں کے اور پٹھوں کے تمام بدن میں پھیلتا ہے اول قلب میں پیدا ہو کر بذریعہ شرائین کے دماغ اور جگر میں جاتا ہے وہی جب دماغ میں پہونچتا ہے اوس کا نام روح نفسانی ہے اور وہی بخار جب جگر میں جاتا ہے روح طبعی نام پاتا ہے اسی بخار کی وجہ سے انسان میں قوت اور طاقت ہے اور دماغ کی روح نفسانی میں حس وحرکت کی قوت ہے اور جگر کی قوت طبعی میں غذا دینے نشو و نما کرنے کی قوت ہے قوی دماغی

Marfat.com

یہ ہیں بصر۔ سمع۔ ذوق۔ شم۔ لمس۔ یہ پانچ حواس ظاہری ہیں یعنی دیکھنا۔ سننا۔ چکھنا۔ سونگھنا۔ چھونا اور حواس باطنی بھی پانچ ہیں۔ حس مشترک۔ خیال۔ متصرفہ واہمہ۔ حافظہ۔ حس مشترک وہ قوت ہے جو بذریعہ حواس ظاہری کے صور کو معلوم کرتی ہے اور خیال اوس کا خزانہ ہے اور متصرفہ وہ قوت ہے جو صور اور معانی میں توڑ جوڑ کرتی ہے اور وہم وہ قوت ہے جو اون معانی جزئیہ کا ادراک کرتی ہے کہ صور محسوسات سے حاصل ہوے ہوں اور حافظہ اوس کا خزانہ ہے غرض صورتیں اور معانی جو جزئیہ اور خاص ہیں خیال اور حافظہ میں جمع رہتی ہیں جب انسان چاہے اون کو یاد کرسکتا ہے اور معانی کلیہ حواس سے معلوم نہیں ہوا کرتے بلکہ اوس روح سے معلوم ہوتے ہیں جسکو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور قوت جگری غاذیہ اور نامیہ ہے جو غذا کو تیار کرکے اپنے موقع پر لگا دیتی ہے اور ہاضمہ جاذبہ ماسکہ دافعہ یہ چار قوتیں غاذیہ کی خدمت کرتی ہیں جاذبہ کا کام نافع چیز کا کھینچنا ہے اور ماسکہ کا کام ہضم تک روکنا ہے اور ہاضمہ کا کام اوسکو ہضم کرنا ہے اور نامیہ وہ قوت ہے جو اعضا کو نشو ونما کرکے اپنے کمال تک پہونچا دیتی ہے اور غاذیہ نامیہ کی خادم ہے اور غاذیہ اور نامیہ مولدہ اور مصورہ کی خادم ہیں بقاء شخص کے واسطے یہی غاذیہ اور نامیہ ہیں لیکن بقاء نوع کے واسطے مولدہ

Marfat.com

اور مصورہ بھی ضرور ہے مولدہ وہ ہے جو مادہ منی کا بناتی ہے اور
مصورہ وہ ہے جو اوسکو شکل و صورت دیتی ہے۔ اور در حقیقت
غذا بننے والا اور نشو و نما کرنے والا اور ہضم رابع کو پیدا کرنے والا
اور صورتیں اور شکلیں بنانے والا اور تمام اعضار اور قوی اور اخلاط
پیدا کرنے والا وہی اللہ ہے کسی قوت میں یہ طاقت نہیں کہ کسی
شے کو پیدا کرسکے سب اشیار حادث ہیں جو خود پیدا ہو وہ دوسرے
کو کیونکر پیدا کرسکتا ہے بہر حال تمام قوی اور نفس ناطقہ بذریعۂ
حواس کے ہرگز معلوم نہیں ہوسکتے صرف بذریعۂ آثار کے انکا
علم ہوا کرتا ہے کمال لطافت اسکو مقتضی ہے کہ حواس کو وہانتک
رسائی نہو کتنی ہی انسان کوشش کرے آنکھیں اور جملہ حواس کو ادراک
قوت یا روح کی طرف متوجہ کرے ہرگز اوس کا احساس نہیں کرسکتا
البتہ اسکا علم یقینی اوس کے آثار و افعال کو دیکھکر ضرور آجاتا ہے
جب بعض مخلوقات کا علم بدون آثار کے غیر ممکن ہوا تو خالق کل کا علم
بدون آثار کے کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ کسی مستقل اور قائم بالذات شئے کا علم بدون آثار کے نہیں ہوسکتا
آخر رنگ اور شکل اور روشنی اور گرمی اور سردی اور ثقالت اور
خفت اور رقت اور غلظت اور نرمی اور سختی وغیرہ سب عوارض اور
آثار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جوہر اور فلاں جسم ایسا ہے۔
نفس جوہر اور جسم کو بلا واسطۂ آثار کے کوئی شخص نہیں معلوم کرسکتا

Marfat.com

پس جسطرح شے کے آثار سے اوس شے کا علم ہوتا ہے اسیطرح جو اشیاء حادث اور نو پیدا ہوں گے وہ بھی ضرور ہے کہ کسی محدث اور قدیم کا اثر ہوں۔ پس تمام عالم بلکہ ہر ہر شے چھوٹی ہو یا بڑی جناب باری پر دلیل قطعی ہے اور چونکہ طبیعت کو اسباب و محسوسات سے اُنس جبلی ہوتا ہے اس لئے مسبب الاسباب بہت کم پیش نظر ہوتا ہے خصوصاً جبکہ طبیعت کی عادت انہیں محسوسات کا مشغلہ کردیا جائے اور روح اور عقل سے کام نہ لیا جائے بلکہ اون کو بھی طبیعت کا تابع کرلیا جائے تو پھر کیا خاک انسانیت ہے ایسے انسان سے کتا اچھا جو اپنے مالک کو تو جانتا ہے اور پہچانتا ہے اور اوس کے حکم کو مانتا ہے۔ خدا کے لئے اس قدر دنیا کی محبت میں مت ڈوبو کہ آخرت اور اوس کے بادشاہ کو بھول جاؤ ایک دن مرنا ہے سب غرور و تکبر بیماری میں فنا ہو جاتا ہے اور موت کے وقت تو سب امراء مفلس محتاج ہو کر مرتے ہیں چندروز کا عیش دراصل عیش ہی نہیں بلکہ غلبۂ خیالات و توہمات سے دنیا کو دارالقرار سمجھ لیا ہے جیسے اللہ تعالے نے غیب اور شہادت دنیا اور آخرت اور ظاہر اور باطن قوی اور افعال غرض ہر شئے کا مقابل پیدا کیا ہے اسی طرح اوس کے احکام بھی ظاہر و باطن قلب و جوارح کو شامل ہیں جو کچھ اوس نے کیا اور کرتا ہے اور کریگا بس یونہیں چاہئیے تھا یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید۔ اللہ تعالے کے صفات اور کمالات کو ایسا ذہن نشین اور مضبوط کرلو کہ کسی

Marfat.com

وقت اوس سے غفلت نہو اوس کا حکم سب احکام سے مقدم سمجھو اور سب سے پہلے اوس کا کام کرو تمام عالم میں وہی تو ہے اور سب اُسی کے سہارے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اوسیکی قدرت اوسیکی قوت اوسیکا انعام اوسیکا فیض اوسیکا سب کچھ پھر کیوں دوسری طرف جاتے ہو۔ کھانا پینا اس قدر ضرور ہے جس سے انسان ہلاکت سے محفوظ رہے اگرچہ مال غیر ہو اور اوس پر ضمان آوے کیونکہ بوجہ اضطرار کے اباحت منافی ضمان نہیں لیکن اگر دوسرا شخص اجازت دے کہ میرا ہاتھ کاٹکر کھالے تو مباح نہیں ہے کیونکہ انسان کا گوشت بوجہ کرامت کے اضطرار میں مباح نہیں ہوتا اور زیادہ کھانا پینا جس سے معدہ میں فساد اور کلفت ہو حرام ہے کم کھانا جس سے ادار عبادت مفروضہ میں ضعف ہو جائز نہیں۔ اور مختلف فواکہات کھانا جائز ہے مگر ترک اوس کا اولی ہے اور مختلف کھانے تیار کرانا اسراف ہے مگر قوت عبادت اور ضیافت کے واسطے مضائقہ نہیں اور کھانے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا سنت ہے اور ہاتھ دہونا اول اور آخر میں مسنون ہے اور روٹی پر پیالہ سالن کا رکھنا یا روٹی سے ہاتھ اور موتھ اور چھری چاقو کو پوچھنا مکروہ ہے اور روٹی کے کنارہ کو توڑکر بیچ کا کھالینا مکروہ ہے مگر جبکہ وہ کنارے کھانیوالا موجود ہو تو مکروہ نہیں اور تکیہ لگاکر کھانا یا سر ننگے کھانا مضائقہ نہیں اور روٹی جب آجاوے تو اوس کا اکرام یہ ہے کہ سالن کا انتظار نہ کیا جاوے

Marfat.com

اور یہ کہ گرا ہوا لقمہ نہ چھوڑ دیا جائے کہ اسراف ہے بلکہ اوسی کو اول کھا لیا
جائے اور رکابی کے بیچ سے کھانا لینا خلاف سنت ہے بلکہ ایک
طرف سے جو اپنے قریب ہو کھانا چاہیئے اور جو مختلف اشیا را ور پہل ہوں
تو اختیار ہے اور بائیں قدم کو بچھا کر سیدھے پیر کو کھڑا کر کے کھانا بہتر ہے
اور گرم گرم کھانا نہ کھایا جائے اور کھاتے وقت خاموش رہنا مکروہ ہے
اور رکابی سنی ہوی کو چاٹ لینا اچھا ہے اور اول اور آخر کھانے کے
نمک چکھنا مسنون ہے اور انگلی کو بھی چاٹنا مسنون ہے اور جس جانور
کو لید یا گوبر یا نجاست کھانے کی عادت ہی اُسکا گوشت اور دودھ مکروہ
ہے اور سونے اور چاندی کے برتن سے کھانا اور پینا اور تیل
لگانا اور خوشبو لگانا یا سونے اور چاندی کا خوان استعمال کرنا یا
اون کے طشت اور لوٹے سے وضو کرنا یا انگیٹھی اون کی سلگانا
یا اون کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے ایسے ہی سونے اور چاندی کے چمچے
سے کھانا اور سلائی اور سرمہ دانی اور قلم اور دوات سونے اور چاندی
کا استعمال کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے اس میں مرد اور عورت برابر ہیں
اور معاملات میں خبر کافر بالاجماع مقبول ہے اور دیانات میں مقبول
نہیں ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے بلکہ ہر دعوت کو قبول کرنا سنت
ہے بشرطیکہ اوس مقام پر راگ باجا اور دوسرے منہیات شرع نہوں اور
جن اشخاص پر خواہش نفسانی اور شہوت غالب ہے اُن کو وہ اشعار سننا
جائز نہیں ہے جن میں سراپائے معشوق کی تعریف ہو اور عورتونکو سونا چاندی

اور ریشمیں لباس پہننا جائز ہے اور مردوں کو حرام ہے اور وہ کپڑا جسکا
بانا سوت کا ہو مردوں کو پہننا درست ہے اور چاندی کی انگوٹھی ایک
مثقال کی مرد کو جائز ہے مگر ترک اُس کا اولیٰ ہے بشرطیکہ بادشاہ اور
قاضی نہو اور بچوں کو لباس غیر مشروع پہنانا نہیں چاہیئے اور مردوں کو
ہاتھ اور پیر پر خضاب منہدی لگانا اور انکو رنگین کرنا مکروہ ہے ایسے
ہی بچوں کو بھی نہ چاہئیے مگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں اور عورتوں کے
واسطے مطلقاً جائز ہے اور ٹخنوں سے نیچے پاجامہ رکھنا مکروہ ہے
اور اولیاء اللہ اور صالحین کی قبور پر پردے اور چادر لگانا خلاف
سنت ہے لیکن بعض نے اجازت دی ہے بشرطیکہ عوام الناس
کی نظروں میں اُن کی تعظیم کرانا مقصود ہو تاکہ وہ اہل مزار کو حقیر
نہ جانیں اور غافلوں کے واسطے خشوع اور ادب حاصل ہو اگرچہ بدعت
ہے مگر جائز ہے کیونکہ اعمال کا اعتبار نیت پر ہے البتہ اوسکو ثواب
اور مسنون جاننا بُرا ہے چہ جائیکہ فرض کرلیں مردوں کو چاہیئے کہ
نیچی نگاہ کرکے چلا کریں اور اگر کسی غیر عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً
نظر کو پھیر لیں اسیطرح عورتوں کو بھی نیچی نگاہ کرنی چاہیئے جیساکہ
مردوں کو عورت غیر پر بنظر شہوت و رغبت دیکھنا روا نہیں ایسا ہی
عورتوں کو بھی درست نہیں کہ وہ خواہش اور رغبت کی نظر مرد کے طرف
کریں اور یہ جو طریقہ بعض شہروں میں جاری ہے کہ عورتیں مزار پر اپنے
زوج سے اجازت لیکر یا وسہ ابہانہ کرکے جاتی ہیں اور چڑھاوا

Marfat.com

چڑھاتی ہیں اور جھولا جھولتی ہیں اور پتنگ اُڑاتی ہیں اور غیر آدمیوں سے آنکھ لڑاتی ہیں اور جنگل دیکھکر بے پردہ ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً مزار کے مجاوروں سے پردہ بالکل نہیں کرتی ہیں اور سفید پوش سے برائے نام کچھ پردہ کرلیتی ہیں حالانکہ وہ شریف عورتیں ہوتی ہیں اور عمدہ لباس اور زیور اور کنگھی سرمہ مسی سے آراستہ ہوکر جاتی ہیں یہ رواج نہایت مذموم اور معیوب ہے اُن کے ازواج کو اون کی خبر رکھنا چاہیئے کہ کہاں کی اجازت لی ہے اور کہاں گئی ہیں اسیطرح مردوں کو عورتوں کی خاطر مزاروں پر جانا اور اُن سے جب موقع مل جائے دل لگی کرنا فحش اور زنا کے قریب ہوجاتا ہے مزارات پر اکثر مجمع دوسری اغراض ناجائز کے واسطے ہوا کرتے ہیں۔ علی ہذالقیاس حسین لڑکا بھی عورت کا حکم رکھتا ہے اُس کی طرف نظر کرنا اور معانقہ اور تقبیل کی خواہش پیدا ہونا ممنوع ہے کیونکہ لوطی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ ہیں جو لڑکوں کو نظر رغبت اور شہوت سے دیکھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اُن سے بوس وکنار کرتے ہیں اور تیسرے وہ ہیں جو اُن سے لوطیوں کے سے عمل کرتے ہیں اور خلاف وضع فطری کام کرتے ہیں ایسے ہی زنا کی بھی تین قسمیں ہیں اور اگر اچھی صورت اور بری صورت میں امتیاز پیدا ہوا اور اچھی صورت کو اچھا اور مستحسن تصور کیے تو یہ انسان کی طبعی حالت ہے اس میں کوئی گناہ نہیں

Marfat.com

البتہ خواہش نفسانی کو ایسے مواقع میں دخل دینا ممنوع ہے مثلاً ایسا میلان ہو کہ معانقہ اور تقبیل ممنوع کو جی چاہے تو یہ صورت اچھی نہیں اور ممنوع شرعی ہے ہر چند نظر وغیرہ گناہ صغیرہ ہے لیکن اُس سے بھی ممانعت ہے تا کہ انسان گناہ کبیرہ میں مبتلا نہو جائے غرض جو امور گناہ کرنے پر برانگیختہ کرتے ہوں اونکو منع کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو امتحان اور آزمایش منظور ہے اوسکو اختیار ہے کہ بعض اعمال و افعال کو منع فرمادے اور بعض کی اجازت دے تا کہ معلوم ہو جائے کہ اچھا کون ہے اور برا کون پس جو شخص باوجود جاننے کے خدائے تعالےٰ کے حکم پر نفس کے حکم کو غالب رکھتا ہے گو بعض اوقات میں حکم آلٰہی کو غلبہ دیتا ہو وہ درپردہ نفس کو حق تعالےٰ کا شریک کرتا ہے اسی لیئے گناہ اگرچہ چھوٹا ہو یا بڑا دراصل شرک میں داخل ہے لیکن شرع نے اوسکو شرک سے خارج کرکے بڑا ہی رحم اور لطف کیا ہے کفار کی بت پرستی بھی دراصل اور باعتبار شرع شریف کے شرک میں داخل ہے اور بت پرستی کی بنا وہی نفس پرستی ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کفار تو نفس کی خواہش سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مسلمان نفس کی خواہش سے ممنوعات شرع کے مرتکب ہو جاتے ہیں نفس کو عبادت کا مستحق نہیں جانتے گو دراصل نفس کا حکم ماننا اور شارع کا حکم نہ ماننا ایک گونہ نفس کی عبادت ہے۔ لیکن سجدہ ورکوع وغایت خضوع وخشوع نہیں اللہ تعالیٰ نفس پرستی

Marfat.com

سے سبکو بچاوے جیسے کلام انسانی ہیں حقیقت اور مجاز اور استعارہ اور تشبیہ اور تاویل پائی جاتی ہے اسیطرح کلام الٰہی و کلام رسالت پناہی میں بھی یہ اقسام کلام موجود ہیں اور کلام اللہ کی ہر آیت متواتر اور قطعی ہے اس کا منکر کافر ہے اور حدیث متواتر اور مشہور کا ثبوت یقینی ہے اور حدیث احاد کا ثبوت ظنی ہے اور اگر حدیث صحیح ہو تو اوس پر عمل واجب ہے بعد قرون ثلٰثہ کے بعض آدمیوں نے اپنی اغراض مختلفہ سے حدیثیں بنالیں اور ان کو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف منسوب کردیا خصوصًا حضرات شیعہ نے اپنے مذہب کی اشاعت میں موضوع حدیثوں سے بہت کام لیا ائمہ اطہار کیطرف ایسی ایسی روایتیں نقل کی گئیں جو بالکل عقل ونقل کے خلاف ہیں اسی لئے محدثین عالیمقام نے احادیث صحیحہ وضعیفہ وموضوعات کو علیحدہ علیحدہ کردیا اور ان راویوں کی حدیث کو قابل قبول سمجھا جو دیندار اور پرہیزگار تھے اور حدیث کو اپنی اغراض کیوجہ سے نہیں بدلتے تھے بعض نے ترغیب اور ترہیب کیواسطے بہت سی حدیثیں گھڑ لیں اور بعض نے اپنے بیگن اور کدو جلد فروخت ہوجانیکے لئے حدیثیں بنائیں اور بعض نے مباحثہ کیوقت حدیث وضع کرکے پیش کی اور بعض نے اپنے وعظ کو عجائب وغرائب اور ضعیف اور موضوع حدیثوں سے زینت دی چونکہ لوگ عجیب وغریب کلام سے بہت خوش ہوا کرتے ہیں اس لئے واعظین کو قصہ وکہانی کرامات نادرہ بیان شہادت میں اکثر بناوٹ اور گھڑت کرکے کام لینا پڑا کیونکہ صحیح روایات میں لوگوں کو ذرا مزہ نہیں آتا اور سامعین جبتک رغبت نکریں ہرگز نصیحت کارگر نہیں ہوتی اس خیال خام کیوجہ سے

Marfat.com

واعظوں کو سامعین کی خاطر طبع و پاس کا وعظ کہنا پڑا اور عوام الناس کی عادت ایسی خراب کر دی گئی کہ بجز لستانی اور حکایت اور موضوع روایت کے اون کو کوئی وعظ پسند نہیں آتا آج کل بڑا واعظ وہ ہے جو شہادت نامہ اور مناقب اور حکایات اور کرامات زیادہ تر بیان کیا کرے اور جو شخص وعظ میں صرف احکام خدا و رسول بیان کرتا ہو اوسکو مولوی اور عالم ہی نہیں جانتے بلکہ وہابی کا لقب اسکو ملتا ہے ہاں جو شخص یہ بیان کرے کہ فلاں بزرگ نے فرشتوں کو مارا اور روحوں کی زنبیل ان سے چھین لی اور فلاں شخص کو بیٹا دیا اور فلاں کو جو نیا کیا کرتا تھا مالا مال کر دیا اور نیاز کی ایک ہڈی سے تمام مردے قبرستان کے بخشے گئے اور شب معراج میں کندھا دیا پھر چادر اوڑھکر حق تعالی کے پاس لیٹے ہوئے تھے اور منکر و نکیر کے ہاتھ پکڑ لئے اور ہر حال میں اپنے خاندان کے مریدوں کی مدد کرتے ہیں اور جس نے نزع کیوقت اون کو پکارا اوسکا خاتمہ بالخیر ہوا اور جس نے خدا تعالی کو پکارا وہ وہابی منکر اولیا اللہ ہے ایسا وعظ سنکر اکثر جہال مرید ہونیکو اسقدر ضروری اور فرض سمجھتے ہیں کہ نماز کو بھی اتنا ضروری نہیں جانتے اون کے ذہن نشین کر دیا جاتا ہے کہ نجات اور کمالات اور فلاح دارین صرف سلسلہ میں داخل ہوجانا ہے۔ اور جو شخص یہ بیان کرے کہ اللہ تعالی کو خالق اور مالک اور حاجت روا اور ذات وصفات وافعال میں یکتا صدق دل سے یقین ایسا کرلو کہ دن رات اسی فکر میں بسر ہو اور اللہ تعالی کے ذکر و فکر میں محو اور مستغرق ہو جاؤ اور احکام الٰہی و احکام رسالت پناہی

Marfat.com

کو بجالاؤ جسطرح کہ پہلے بزرگوں کو کامل اتباع شرع کیوجہ سے کرامات اور کمالات عطا ہوئے اونہیں بزرگوں کے اعمال وافعال تم بھی کرو تو ایسے شخص کے وعظ میں لذت اور مزہ نہیں آتا بلکہ اور بوجھ گردن پر ہوجاتا ہے۔ جیسے عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی تکلیف اور محنت شاقہ کفارہ ہے اسی طرح مسلمانوں میں بھی اکثر جاہل مولویوں نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور نذر نیاز اور ان سے صرف عقیدت کرنیکو کافی سمجھ لیا ہے کوئی عمل اچھا نہ ہو مگر حضرت امام حسین ودیگر ائمہ اطہار سے اعتقاد رکھنا موجب نجات جانتے ہیں اور بعض مسلمان پیروں کا ارشاد بجائے ارشاد نبوی بلکہ اس سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں اور بعض مریدوں کی بیوی بیٹی بہو ماں بہن پیر کے سامنے بے پردہ رہتی ہیں اور بعض پیر تو غیر عورتوں سے پیر دبواتے ہیں یہ سب امور ایسے لوگ کیا کرتے ہیں جو شرع سے واقف نہیں ہوں یا احکام شرع کی حقارت کرتے ہوں تین سو ساٹھہ جب مرید ہوگئے تو ایک روپیہ روز کی آمدنی گھر بیٹھے ہوگئی اور گاؤں والوں کے پیر تو پیری کرکے بہت کچھہ کما لاتے ہیں اناج اور بکری اور مرغی اور کپڑا جو کچھہ ملا وہی ایک سال کا خرچ ہے کسی مرید سے یہ نہیں کہتے کہ نماز پڑھو اور احکام شرع سیکھو اگر لوگ احکام شرع سے واقف ہوجاویں تو پھر پیروں کی کچھہ پیری نہ چلے کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں تریسٹھہ برس پھرتا رہا کسی نے نہ پہچانا کوئی کہتا

Marfat.com

ہے کہ نماز زاہدوں کی سجدہ وسجود ہے اور نماز عاشقوں کی ترک وجود ہے
پھر اردو اور فارسی کے جاہل مصنف ایسے ہیں کہ اکثر عوام الناس اون
رسالوں کو دیکھکر گمراہ ہو جاتے ہیں- میلاد شریف کے رسالوں میں
اکثر موضوع اور ضعیف روایتیں موجود ہیں اور صحیح روایتیں متروک ہیں
پھر میلاد شریف کو مستحب نہیں جانتے بلکہ فرض و واجب سے زیادہ تصور
کرتے ہیں اور اگر کوئی مجلس میلاد میں خاص وقت پر قیام نہ کرے اوس
کے وہابی ہونے میں کسیکو کلام نہیں پھر میلاد مبارک کا بیان ایصال ثواب
اور دفع بلیات اور قضاء حاجات کے واسطے روپیہ خرچ کرکے کیا جاتا ہے
کہیں صرف اشعار نعتیہ اور کہیں ہندی دوہرے عاشقانہ مضامین
اور کہیں مقفے اور مسجع عبارت اور کہیں لڑکے خوش آواز اور
کہیں عورتیں پڑہتی ہیں تمام رات ساری چار پلاکر مولود والوں کو ایسا
چلواتے ہیں کہ کوئی نہیں سنتا اور اگر سنتا ہی تو کچھہ نہیں سمجھتا اور بڑے جانون
کی آواز سے سب کراہیت کرتے ہیں- مولود خوان اکثر بے نمازی
ہوتے ہیں غرض حمد اور نعت اور مناقب عورتوں اور بچوں کے
منہ سے سننے کو سب مشتاق رہتے ہیں اور قرآن شریف کہی جبتک
اچھے لہجہ میں نہ پڑہا جاوے کوئی نہیں سنتا نماز بہی اوسی مسجد میں زیادہ
پڑہتے ہیں جو فرش و فانوس و سامان کفرستان سے خوب آراستہ
ہو اور اسی مسجد کی تعریف کرتے ہیں جسمیں تمام تکلفات دنیاوی
موجود ہوں اور جو مسجد خام کچی بنجاوے اوس میں بہلا کون جاوے

Marfat.com

اور جہاں پر میلاد شریف میں یا ختم قرآن مجید میں لڈو جلیبی تقسیم ہوا وس میں
بہت مجمع ہو جاتا ہے اور وعظ میں چونکہ مٹھائی کی تقسیم نہیں ہوتی اس
لئے وہاں صرف واعظ کی مانگی دیکھنے کو چلے جاتے ہیں۔ وہ بھی بہت کم
اور جب دینداری میں دنیا کے ترقی نہیں دیکھتے ہیں تو اس سے بیزار ہو کر
دنیا داری اختیار کرتے ہیں اور وہی دین اچھا سمجھتے ہیں جس میں دنیا
ہی افراط سے ہو غرض خورد و نوش کے چرچے جہاں ہوں وہی
مقام مجمع عوام و خواص بنجاتا ہے۔ غذائے جسمی کیواسطے در بدر مارے مارے
پھرتے ہیں اور غذائے روحی کی تلاش تو کیا اوس کا تصور بھی نہیں آتا
پس ایسے نام کے مسلمان اور ترقی دنیا کے بندوں کو ترقی دین و
اسلام کیونکر نصیب ہو۔ ملاقات کا وقت ایسا ہو کہ بار خاطر نہ گذرے
دوپہر کو اور بعد عشا کے اور صبح صادق کیوقت بلا ضرورت شدید
کسی کے پاس جانا مناسب نہیں اور زیادہ دیر تک بیٹھنا اور اس شخص کے
ضروریات و حوائج کی پروا نکرنا معیوب ہے بہت باتیں فضول کرنا اور
خوشامد اور تواضع نا جائز سے پیش آنا بھی برا ہے مثلاً فرشی سلام کرنا
اور قدم پکڑنا اور یوں کہنا کہ ہم اپنے پوست کی جوتیاں بھی آپ کے
قدموں کو پہنا دیں تو بھی کم ہے یا یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے اور نیچے تم ہو۔
اور جب کسی سے ملنے کو جاوے تو اول اجازت لینا چاہئے اگر انکار
ملاقات کیا جاوے یا دوسرے وقت کا حوالہ دیا جاوے تو ہرگز
کشیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے مصافحہ اور سلام مسنون: ملاقات کے طریقہ مسنون

ہے اور وقت رخصت کے صرف سلام کافی ہے مصافحہ ضرور نہیں اور جو سفر کو انسان جاتا ہو تو مصافحہ کرنا مضائقہ نہیں بلکہ مسنون ہے۔ اور کھانے پینے چار خوری کے وقت نہیں ہے اور انتظار کرنا معیوب ہے ہاں اور حقہ اگر نہ ملے تو اسکا ملال نہ ہو اور حتی الامکان اگر ہو سکے تو پان خوری وحقہ نوشی کو ترک کرے اور سب سے بہتر طریقہ ترک ملاقات ہی بلا ضرورت جلسہ بازی کرنا اور تمام نہیں فضول بیکار کرکے دل بہلانا اور جابجا دن بھر خدائی خوار پھرنا اور یار بازی اور جلسہ بازی کا شائق وحریص رہنا بالکل انسانیت کے خلاف ہے - چونکہ انسان کو مشاغل علمیہ وعملیہ معلوم نہیں اس لئے انسان مثل چوپایوں کے زندگانی بسر کرتا ہے اور اپنے خیال باطل میں اسیکو عیش تصور کرتا ہے اور یہ بھی مسلمانوں میں بہت بڑا عیب پھیلا ہے کہ جس دوست یا رشتہ دار کو سفر سے وطن آتا ہوا یا وطن سے سفر کو جاتا ہوا معلوم کرتے ہیں جھٹ ایک فرمائش بھی ضرور کر دیتے ہیں کہ ہمارے واسطے فلاں مقام سے عطر یا رومال یا جفت یا کلاہ یا ظروف یا فلاں میوہ لیتے آنا یا بذریعۂ ڈاک روانہ کر دینا اور بعض فرمائشیں قیمتی ہوتی ہیں گر وہ بھی لغو اور بیکار بلکہ بیگار ہیں ہاں ضرورت کیواسطے اگر کوئی فرمایش ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اکثر ضروری امور تو متروک ہیں اور غیر ضروری کو ضروری تصور کر لیتے ہیں اور لفظ سلام اہل اسلام میں ہمیشہ وقت ملاقات کے رائج رہا ہے اب امرا کو اس لفظ سے کراہیت ہے جو غریب مسکین کسی امیر کو سلام علیک کرے اوسکو مدعی ہمسری اور بے ادب جانتے ہیں اور جو لفظ بندگی و آداب تسلیمات کہے اُس سے خوش

ہوتے ہیں اور ملا اور مولوی کے مسائل کو لغو اور بیکار سمجھتے ہیں جبہ و دستار سے نفرت ہے کوٹ پتلون بوٹ ترکی ٹوپی میں عزت جانتے ہیں آج کل کے زمانہ میں اگر حضرت امام مہدی کا ظہور ہو تو بدون انگریزی لباس و ترکی ٹوپی کے کوئی اونکو نہ مانیگا حق کے طالب مفقود ہیں مال و دولت کے طالبوں سے دنیا مالامال ہے بہت اچھا ہوا کہ ایسی طبائع و الو کو قرن اول کے دیکھنے کا موقع نہ ملا ورنہ اول اول ہرگز ایمان نہیں لاتے اور کفار مالدار کیساتھ ملے جلے رہتے ہاں فتوحات متواترہ اور غنائم بیشمار دیکھتے تب اسلام کی حقیقت کا اونکو یقین ہوتا اتنی سمجھ رکہ حق بات کو سنتے ہی ایمان لادیں بلکہ جبتک اسو حقانی کیساتھ دوسرا مصالحہ نہ ہوا اور ان کی شان و شوکت آنکھوں سے نہ دیکھیں شبہات و تردوات ہی میں پڑے رہینگے غرض جس طرف دنیا کا جلوہ دیکھا اوسی طرف دوڑے چلے گئے۔ ترقی ترقی پکارتے ہوئے دوسری قوم کو آسودہ دیکھکر اون کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہیں اور ٹھوکریں کہا تے ہیں اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ سو دوسو برس میں مسلمان کوشش کرکے کفار کے برابر ہو جائینگے اوسوقت بھی یہی رونا رہیگا کیونکہ کفار اُن سے بہت زیادہ ترقی پر ہوں گے پہر ان کو دیکھکر حسرت کرینگے اور تمام نسلیں ترقی کی آرزو میں تہ خاک مل جاوینگی مگر ترقی ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ اس لئے رائے صائب یہ ہے کہ اس ترقی کو جانے دو جس کا آج کل پکارا ہے اور وہی ترقی صحیح

کرو جس سے یہ ترقی دنیا کی خود بخود ہو جائے اور اگر نہ ہو تو کچھ پروا نہیں ہم کو صرف دین کی ترقی چاہیئے اگر وہ حاصل ہوگئی تو ہم سا کوئی ترقی کرنیوالا خوش نصیب نہیں اور اگر وہ ترقی حاصل نہ ہوئی تو پھر بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور زر و جواہر اور کارخانجات تمہاری و پارچہ باقی نہ ہوائی جہاز و حکومت دنیا ہمارے کس کام کی ہے چند روز میں چھوڑ کر ہم تو چلدینگے اور اولاد ہماری بھی مثل ہمارے دنیا پرستی و نفس پرستی میں عمر تمام کردیگی اور اس کا نام تہذیب اور ترقی اور عیش رکھنا کچھ کام نہ آئیگا۔

فاعتبروا۔ اور خطوط نویسی میں آداب و القاب جھوٹے لکھنا و خلاف شرع تحریر کرنا مثلاً ایسے الفاظ ہرگز نہیں لکھنے چاہیئے بعد ادائی آداب عبودیت و بندگی و سر افگندگی۔ و مربی دو جہان اسیطرح قدوۃ السالکین و زبدۃ العارفین حقائق آگاہ مقرب بارگاہ واقف اسرار الٰہی منبع فیوض نامتناہی وجنیں و چناں محض رسوم زمانہ کی تقلید ہے۔

پھر شاعرانہ مضامین کسی کی مدح میں لانا اور جھوٹ سچ ملانا اور قصائد و اشعار جھوٹے بیان کرنا اور ان کو پڑھکر واہ واہ سے مسرور ہونا بالکل بیہودہ اور لغو خیالات ہیں مثلاً شعر میں جو رونیکو غم ہجر میں نکل بیٹھ گیا اثر اکر وہیں گرد و نکا محل بیٹھ گیا ۞ اور حضرت یوسف اور حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی تحقیر کرنا مثلاً۔ کشتۂ چشم سرگیں تو ام ۞ خون من بر سر کلیم اللہ ۞ اسیطرح اکثر اشعار میں محض کفریات و تمسخر و کذب صریح ہوا کرتا ہے اور یار کے سراپا میں

Marfat.com

وہ وہ مبالغے کرتے ہیں کہ کچھ حد و پایاں نہیں ایسے اشعار کو دیکھکر اکثر آدمی گمراہ اور عیاش ہو جاتے ہیں اور بعض شاعر تو بالکل آزاد اور دائرۂ اسلام سے باوجود دعویٰ کرنے کے خارج ہو جاتے ہیں۔ اونکا مذہب بجز شعر گوئی کچھ بھی نہیں قوال اور ارباب نشاط کو اون کے اشعار حفظ ہیں۔ وہی رنڈیوں کے معلم اول اور گویوں کے استاد ہیں۔ ہمارے زمانہ کے صوفی اشعار مجازی کو حقیقت کی طرف لیجاتے ہیں اور مجازی بیان کو بہت پسند کرتے ہیں اور مجاز میں حقیقت کا جلوہ دیکھتے ہیں۔ لیکن حسن پسندی اور قوالی پر فریفتہ ہیں نفس کی عادت ہے کہ موقع پاکر ہر کار خیر میں اپنا حصہ ضرور لیتا ہے اور یہ تمیز کرنا بہت مشکل ہے کہ اس نظر سے حظ نفس حاصل ہوا یا قوت روح حاصل ہوئی بھلا کم سے کم اتنا تو انسان معلوم کرے کہ کسی حسین عورت یا مرد کو دیکھکر معانقہ اور تقبیل کو جی چاہا یا نہیں؟ اگر یہ رغبت نہ ہوا اور صرف قدرت و صنعت الٰہی دیکھکر خوشی پیدا ہو تو سمجھنا چاہیے کہ نفس کا لگاؤ نہیں لیکن نفس کے مکر و فریب سے ہرگز مطمئن نہ رہے کہ اگر ایک دفعہ یا دو دفعہ اوس نے رغبت نہیں کی تو آیندہ بھی ایسا ہی پرہیزگار رہیگا بلکہ جب وہ موقع پائیگا ظہور کرے گا اور سب تقویٰ و طہارت بالائے طاق رکھیگا اسی لئے شرع شریف میں بہت احتیاط کا حکم دیا گیا ہے کہ نیچی نگاہیں کریں اور جو نظر اتفاق سے پڑ جائے فوراً اوسکو دوسری طرف کر دیں۔ متقدمین صوفیہ بھی بڑی احتیاط کیا کرتے تھے حالانکہ نفس کا ذرہ بھی لگاؤ ان میں نہ تھا پھر بھی اوس کی مکاری سے غافل نہیں رہتے تھے

Marfat.com

اور متاخرین صوفیہ بھی مثل متقدمین کے تمام دنیا کے حسن وجمال کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مگر فرقہ متصوفہ نے شریعت وتصوف وطریقت کو بالکل جدا جدا سمجھ لیا اور اپنے مریدوں کو بھی مثل اپنے شریعت سے واقف نہ ہونے دیا وہرکہ آمد براں مزید کرد تابدیں غایت رسید اب توکھلم کھلا فریقین میں خلاف وخصومت قایم ہوگئی علما علیحدہ ہوگئے اور متصوفہ علیحدہ ہوگئے اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے لگا اور برا کہنے لگا علما میں بھی یہ اختلاف بعد غدر کے پیدا ہوگیا کہ فلاں مقلد اور فلاں غیر مقلد ہے یہ ان کو مشرک بتلاتے ہیں اور وہ انکو وہابی ومنکر ائمہ کہتے ہیں اور حتی الامکان باہم کوئی تقریب ورشتہ مفقود ہے اور نماز بھی اون کے پیچھے نہیں پڑھتے اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدین اپنے کو لقب احمدی دیتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جو مرزا صاحب مرحوم کو عیسی موعود نہیں سمجھتے یہ سب لوگ مسلمان ہیں اور اللہ تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثار ہیں مگر باہمی مخالفت کرکے علیحدہ علیحدہ ہوگئے ہیں حتی کہ ایک دوسرے کی تکفیر پر آمادہ ہے ہر ایک اپنے مرشد اور پیر کو فضیلت دیتا ہے اور آیات واحادیث میں تاویل کرتا ہے قرون ثلثہ میں صرف ایمان باعث اتفاق تھا اور اب کیسا ایمان ہے جو اتفاق ہی معدوم ہوگیا کوئی گمان کرتا ہے کہ میں بڑا آدمی ہوں غریب مسکین کو کیسے سلام کروں اور انکے برابر کیسے کھڑا ہوں کسی کو یہ گھمنڈ ہے کہ میں بزرگ سید ہوں سب میرے غلام ہیں کسیکو یہ زعم ہے کہ مثل میرے کوئی دوسرا اس خوبی اور صفت کا آدمی نہیں اوس کو اس کے

Marfat.com

خوشامدیوں سے نے خراب کر دیا اور اس کا خیال اور تصور بدل دیا کوئی کہتا ہے
کہ میں خاندانی ہوں اور میرے باپ دادا ایسے تھے اور ایسے ہی کیسکو بی اے
اور ایم اے کے پاس نے بدحواس کر دیا ہے وہ کسی کی لیاقت اور
انسانیت اپنے برابر نہیں جانتا کوئی علم کا مدعی ہے اور کوئی تقویٰ وطہارت
کا اور کوئی اپنی نماز وارکان کے مقابلہ میں کسیکی نماز نہیں سمجھتا کوئی شاعری میں
مست ہے اور کوئی انشاپردازی پر نازاں ہے اور کوئی اپنی جوانی کے
جوش میں بھرا ہوا ہے کوئی زعم کرتا ہے کہ میں اپنی قابلیت اور لیاقت کی
وجہ سے اس رتبہ کو پہنچا کوئی اپنی تجارت کو باعث ترقی جانتا ہے اور کوئی
تاریخ وریاضی واخبار کو باعث افتخار سمجھتا ہے کوئی نوکری کی نشہ میں
چور ہے کوئی دولت وثروت سے اتراتا پھرتا ہے کسی کو اپنے مکان
اور سامان سے اُنست ہے کیسکو اولاد پر ناز ہے کوئی گھوڑا گاڑی میں
اکڑا ہوا چلا جاتا ہے کوئی ہاتھی پر بیٹھکر سبکو دیکھتا ہے کہ اوسکو دیکھیں کوئی
موٹر پر بڑی تعلی میں بیٹھا ہے کیسکو یہی فقر ہے کہ وہ بادشاہ یا کسی حاکم کا مقرب
ہے کسی کو اپنی سلطنت اور بادشاہت پر بڑا غرور وتبختر ہے کیسکو اپنی فہم وعقل پر
غرہ ہے کیسکو سخاوت اور شجاعت پر اور کیسکو طاقت اور ریاست پر اور کیسکو گھوڑے
گدھے پر اور کسی کو بھینس گائے پر اور کیسکو سامان ولایت پر اور کیسکو تقلید یورپ
پر اور کسی کو خیال خام پر بڑا ہی فخر وغرور ہے اب برا نہ مانو تو میں پوچھتا ہوں
کہ آپ سب صاحب کون ہیں اور یہ کہاں سے آئے اور کس شئے سے
بنائے گئے اور کس نے منی کے قطرہ سے تمام اعضا بنائے اور عقل

وفہم عطا کیا وہی منی سب کی اصل ہے خواہ کچھ ہی بنجاؤ اپنی اصل کو مت بھولو اور سب سامان پیدا کرنے والے پر قربان ہوجاؤ دیکھو تمام خوبی اور صنعت اور زینت اس نے پیدا کی اور اس کی چیزوں پر قبضہ کرکے مدعی بن بیٹھے مستعار شئی پر اس قدر افتخار ذرا تو جی میں شرماؤ یہ کیسا افتخار اور کیسی تعلی ہے اور کیسے لغو خیالات سد راہ ہوگئے سب اولاد آدم ہیں قطرۂ منی سب کی اصل ہے کسی کو کسی پر تعلی اور افتخار کا حق حاصل نہیں البتہ اللہ تعالیٰ جس کو فضیلت عطا فرماوے وہی فضیلت قابل اعتبار ہے دوسرے سب ڈھکوسلے اور خیالات فاسدہ ہیں نہ دنیا میں کارآمد ہیں نہ دین میں کارآمد ہوں گے جبکہ لمن الملک الیوم کا نقارہ بجنے لگے گا اوس وقت حقیقت معلوم ہوگی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور غذا سے ہضم رابع کا فضلہ بچا کر تولید کیواسطے رکھا اور سینہ اور پیٹ کے درمیان سے اوس کا نفو ذکر کے رحم میں پہونچایا جسکو منی کہتے ہیں وہ سفید بودار غلیظ ہوتی ہے اوسکو دیکھکر ہرگز یہ خیال میں نہیں آتا کہ اس کو نشو ونما ہوکر کچھ کا کچھ بنادیا جائیگا وہ رحم میں جاکر بستہ ہوجاتی ہے پھر مضغہ بن جاتی ہے پھر اوس میں ہڈیں اور پٹھے اور رگیں اور دل وجگر اور دماغ اور جھلی وغیرہ ہوجاتے ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت لگایا جاتا ہے پھر باہر نکلتا ہے اور روز بدن پرورش پاتا ہے یہانتک کہ بڑا آدمی بنجاتا ہے اور بنانیوالیکو بھول جاتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ میں خود عدم سے وجود میں نہیں آسکتا اور اسقدر اطوار نہیں بدل سکتا بلکہ کوئی دوسرا بڑا قادر ہے اوس کو تلاش کروں اور اس

Marfat.com

کے احکام بجالاؤں چہ جائے کہ اوسی میں شک کرے انسان کیوں نہیں غور کرتا کہ جس شئے کو سب طرف سے عدم گھیرے ہوے ہو وہ کیونکر قدیم ہو سکتی ہے؟ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، مادہ، صورت، پانی، ہوا، آگ اور ہر جسم اور جسم کے اجزا کو جو مادہ اور صورت ہے چار طرف سے عدم محیط ہے اور جس شئے کو حدود عارض ہوں وہ ہرگز ابدالآباد نہیں ہو سکتی مثلاً چاند، سورج، ستارے، آسمان، زمین وغیرہ مقدار خاص اور اندازہ خاص اور اقطار خاص پر بنائے گئے ہیں اسی لئے انکو ہر طرف سے عدم نے گھیر لیا ہے یعنی یہاں ہوں اور وہاں نہ ہوں یہ حدبندی اور مقدار کا کس نے اندازہ مقرر کیا خود تو کوئی شئے اپنے آپ پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ معدوم میں یہ طاقت کہاں کہ کچھ تاثیر کر سکے اور حادث شئے کبھی محدث نہیں ہو سکتی اس کو تو وجود مستعار ملا ہے وہ دوسرے کو کیونکر ایجاد کر سکتی ہے ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہم باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے کوئی شئے پیدا نہیں کر سکتے بلکہ کسی دوسرے کی پیدا کردہ اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں. اگر اوس طرف سے پیدائش موقوف ہو جائے تو ہم بالکل عاجز اور معدوم ہو جائیں جب ہمکو باوجود عقل و فہم کے ذرا بھی پیدائش کا اختیار حاصل نہیں تو ہیولی اور مادہ اور صورت نوعیہ اور طبیعت کو جو بالکل بے شعور ہیں کیونکر پیدا کرنے اور مقدار و شکل خاص دینے اور تمام انتظام عالم کرنے کی قدرت ہو سکتی ہے پس متناہی غیر متناہی پر اور محدود غیر محدود پر اور ناقص کامل پر اور کھوٹا کھرے پر اور جھوٹ سچ پر اور برائی بھلائی پر اور حادث قدیم پر نہایت صریح دلالت کرتے ہیں

Marfat.com

اور جبکہ ہیولی اور مادہ کے قائل صرف مشائین ہیں اور وہ بھی دلائل اور علامات سے اسکو ثابت کرتے ہیں کیونکہ جسم میں بجز صورت جسمیہ اور عوارض کے اشراقین کے نزدیک دوسری شئے موجود نہیں وہی صورت جسمیہ بذریعہ عوارض کے محسوس ہوتی ہے ان کے نزدیک کوئی جسم ہیولی اور صورت سے مرکب نہیں بلکہ صرف صورت جسمیہ وحدانی جوہر ہے اور مشائین کے نزدیک ہیولی اور مادہ قابل جوہر ہے اور صورت جسمیہ اور نوعیہ فاعل جوہر ہے صورت جسمیہ کو حلول کرنیوالا اور مادہ کو محل یعنے جائے حلول لیتے ہیں اور باہم دونوں میں ایسا اتحاد بتلاتے ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا صورت جسمیہ کو محتاج ہیولی اور ہیولی کو محتاج صورت جسمیہ مانتے ہیں اور ہر فعل کا فاعل صورت ہے اور مادہ منفعل ہے لیکن فاعل مجازی کے قائل ہیں اور فاعل حقیقی بجز حق تعالے کے کسیکو نہیں جانتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ کو عوارض شے سے انفکاک اور جدائی نہیں حتی کہ تشخصات کو جو عوارض ہیں ہر شئے کیلئے ضروری سمجھا ہے اور عوارض کا حدوث اور تجدد ظاہر ہے پس معروض ہی ضرور ہے کہ حادث ہو ورنہ قدیم کو محل حوادث ماننا پڑیگا جو سراسر عقل کے خلاف ہے یا سلسلۂ حوادث غیر متناہی تسلیم کرنا ہوگا جو برہان تطبیق اور برہان سلمی سے باطل ہے پس جمیع محالات اور اعتراضات اور شبہات سے خلاصی ممکن نہیں جب تک ایک ذات جامع الکمالات نہ مانی جائے اور اسکو ضرور ہے کہ قدیم الذات و الصفات ہو ورنہ وہی دقت اور مشکل پیش آئیگی جو حادثات سے پیدا ہوتی ہے ۱۲ ءارباب متفرقون خیر

Marfat.com

امِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ یعنی کیا متفرق اور متعدد خالق بہتر ہیں یا ایک اللہ غالب بہتر ہے۔ پس مظہر قدرت کو قادر سمجھنا بڑی غلطی ہے اور قوائے طبعی کو فاعل حقیقی جاننا بڑی بےسمجھی ہے اور وسائط اور اسباب مجازی کو موثر کہنا سخت بیعقلی ہے بھلا جو شئے خود بےشعور اور نافہم اور بہیم اور لایعقل ہو وہ کیونکر عقل و شعور پیدا کرسکیگی انسان میں باوجودیکہ مادہ اور صورت اور اعضاء اور قوت اور عقل اور شعور موجود ہے وہ تو کوئی شئے پیدا نہیں کرسکتا اس سے ادنیٰ چیزیں کیسے خالق ہوسکتی ہیں پس خالق وہی ایک ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا اور تمام کمالات اسی سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اسکی قدرت تمام قدرتوں کا منبع اور اسکی صفات تمام صفتوں کا سرچشمہ ہے اور اسکی صنعت سب صنائع بدائع کی اصل ہے اسکی قدرت ہر شئے میں جلوہ گر ہے وہی پانی برساتا ہے وہی میوہ اور اناج اور غذا اور دوا اور اعضاء اور اخلاط اور ارواح اور قویٰ اور معدنیات اور عقول اور شعور غرض سب کچھ پیدا کرتا ہے اور بڑا ہی مہربان ہے سب مسلمانوں میں کوئی وجودی ہے اور کوئی شہودی کوئی عامل بالحدیث کوئی عامل بالفقہ مگر صوفیہ کے دو فرقے ہیں ایک وہ ہیں جو وحدۃ الوجود کے مدعی ہیں اس بارے میں یہ فرقہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہے جنہوں نے وحدۃ الوجود کے اثبات میں بڑا زور لگایا ہے۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جو وحدۃ الشہود کا قائل ہے یہ فرقہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا پیرو ہے اس زمانہ میں اکثر صوفیہ وحدۃ الوجود کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اسکا مطلب اپنے ذہن میں سوائے

Marfat.com

اس کے کچھ نہیں سمجھتے کہ سب ایک ہے ایسے ہی بعض وحدۃ الشہود والے بھی اسکے معنی بجز اس کے کچھ نہیں جانتے کہ مشاہدہ میں وحدت ہے اور فی الواقع کثرت ہے اور بعض وجودیوں نے اسقدر غلو کیا ہے کہ وحدۃ الوجود کو وحدۃ الوجود کہتے ہیں نعوذ باللہ بہر حال کوئی فرقہ خواہ وجودی ہو یا شہودی بندے اور خدا کو بالکل ایک نہیں کہتا بلکہ تشبیہ اور تنزیہہ کے قائل ہیں اور بعض جہال متصوفہ جو دعوے حسین بن منصور کرتے ہیں اور اس دعوی کو نفس الامری خیال کرتے ہیں انکی سراسر جہالت اور نافہمی ہے پس دونوں فرقوں کی تقریر مفصل بیان کیجاتی ہے تاکہ اہل فہم کو کچھ مذاق حاصل ہو لیکن اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کسی تقریر سے اگر اتحاد سمجھا جائے تو مغائرت بھی اس کے ساتھ ملحوظ رکھی جائے اور اگر کسی تقریر سے مغائرت ہی سمجھی جائے تو اتحاد بھی ملحوظ رکھیں مگر بندی کی حقیقت اور واجب کی حقیقت کو بالکل ایک نہ سمجھنا چاہیئے اگرچہ بعض گفتگو سے دونوں ملجائیں پس شرع شریف کا اتباع دونوں مذہب میں ضرور ہے ورنہ الحاد تک نوبت پہنچ جاتی ہے ہر چند اولیاء اللہ کے کشف میں اختلاف نہیں لیکن اس کشف کی تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے کیونکہ کشف اور علم ایک نہیں اہل کشف کیواسطے عالم ہونا ضرور نہیں اور اہل علم کیواسطے اہل کشف ہونا ضرور نہیں پھر تعبیر کشف کے الفاظ ایسے قاصر ہوتے ہیں کہ پوری ہیئت اور حقیقت مکشوف شئے کی ان سے منکشف نہیں ہوتی اگرچہ عالم ہی کا بیان ہو جانا چاہیئے کہ معرفت الہی مثل اس دریا کے ہے کہ جس کا مبدا اور منتہی معلوم نہ ہو اور اس میں گفتگو کرنے والے

Marfat.com

مثل سوئی کے ہیں جو دریا میں غوطہ دیجائے کہ وہ سوئی دریا سے کچھ بھی کم نہیں کرتی یا مثل چڑیوں کے ہیں جو دریا سے پانی پیکر لوٹ جائیں پس ہر شخص ایک کمال کی خبر دیتا ہے دوسرے کی خبر نہیں دیتا اور ایک جمال کو بتلاتا ہے اور دوسرے جمال کو نہیں کہتا پس جو اشارات کے مقامات کو پہچانتا ہے وہ ہر قول کو اپنے محل پر کرتا ہے اور سب اقوال کی تصدیق کرتا ہے اور جو شخص اختلاف عبارات و اشارات دیکھکر متحیر ہوتا ہے اور اس سے خلاصی پر قادر نہیں وہ حیران و پریشان رہتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے چند آدمی اندھے ایک درخت کو ہاتھ لگائیں اور اس کا مزہ چکھیں پس بعض اندھے پتوں کو اور بعضے شاخوں کو اور بعضے کلی اور پھول کو اور بعضے پھلوں کو معلوم کر کے بیٹھکر باتیں کریں بعض کہے کہ یہ درخت چکنا ہے اور بعض کہے کہ صرف لکڑی ہے اور بعض بیان کرے کہ وہ نہایت نرم اور نازک ہے اور بعض بتلائے کہ وہ کھُرکھُرا اور سخت ہے اور بعض اسکو میٹھا بتلائے اور بعض کڑوا اور کسیلا کہے اور بعض کہے کہ وہ بے مزہ ہے اور بعض کہے اسکی بو بہت اچھی ہے اور بعض بیان کرے کہ اس میں کچھ بو نہیں پس باہم ان کے جھگڑا ہوا اور ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگے اتنے میں کوئی آنکھوں والا آجاوے اگرچہ ان سے اوصاف مشہور میں کم ہو پس وہ یہ فیصلہ کرے کہ اصل میں تم سب کا کلام صحیح ہے لیکن حصر کرنے میں تمکو غلطی ہوئی ہے پھر ہر قول کو اس کے محل اور موقع پر رجوع کرے۔ پھر عارف کاملین جو علم ظاہر و باطن

Marfat.com

کے جامع ہیں انکا کشف صحیح ہوتا ہے مگر بعض کو متقدمین کے کلام کی توجیہ کرنے میں اور انکا مقصد بتلانے میں خطا واقع ہوجاتی ہے اور یہ خطا ان کی معرفت اور کمال کو مضر نہیں کیونکہ کلام کی توجیہ کرنا اور اس کے محل کو متعین کرنا بحث کشف سے خارج اور جدا ہے اور اجتہاد اور تحری کا شعبہ ہے جس میں علمائے ظاہر بھی شریک ہیں بلکہ عوام بھی کر سکتے ہیں اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں تطبیق دینا ممکن ہے اس لئے کہ ہر زبان اور ہر قرن کے لئے ایک علم ہوتا ہے جو حکمت الٰہی کی تقسیم سے اہل زمانہ واہل قرن کو پہنچتا ہے اور اگر اس امت مرحومہ کو غور وتامل سے دیکھا جائے کہ جب علوم شرع کے مدون نہ ہوئے تھے اور فنون ادب اور انکی زیادہ بحث نہیں تھی اُس وقت ان کے سینوں میں الہام حق موج زن تھا اور بمقتضائے حکمت الٰہی ہر دورہ میں علم تقسیم ہوا اب آخر میں متاخرین کے سینوں میں علمائے سابقین کا علم معقول ومنقول کا مجتمع ہو گیا جسکی وجہ سے دونوں کلام میں تطبیق ممکن ہوئی تا محل خلاف نہ رہے اور ہر قول اپنے محل پر صادق آئے اسی طرح فقہ اور تفسیر اور کلام اور تصوف وغیرہ کا سطابق کرنا ممکن ہوگیا پس جاننا چاہئے کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دو لفظ ہیں جو دو محل پر مستعمل ہیں کبھی دونوں کا استعمال سیر الی اللہ کی بحث میں ہوتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ اس سالک کا مقام وحدۃ الوجود ہے اور اس سالک کا مقام وحدۃ الشہود ہے اور معنے وحدۃ الوجود کے یہاں پر اس حقیقت جامعہ کی معرفت میں استغراق حاصل ہونے کے ہیں جس میں تمام عالم فانی ہے

Marfat.com

ایسا استغراق جس سے احکام تفرقہ وتمیز کے ساقط ہو جائیں ایسے احکام
جن پر خیر وشر کی معرفت مبنی ہے اور شرع اور عقل ان کی خبر دیتے ہیں
اور ان کو پورا بیان کرتے ہیں اس مقام میں سالک رہتا ہے جب تک
اللہ تعالیٰ اسکو اس مقام سے خلاصی دے اور معنی وحدۃ الشہود کے درمیان
احکام جمع اور تفرقہ کے جمع کرنے کے ہیں اس مقام میں سالک جانتا ہے کہ
جملہ اشیاء ایک وجہ سے ایک ہیں اور دوسری وجہ سے کثیر ہیں اور یہ مقام
تام ہے اور اول اس مقام سے اعلیٰ ہے۔ اور کبھی وہ دونوں لفظ حقائق
الاشیا ہیں فی نفس الامر استعمال کئے جاتے ہیں پس جبکہ صوفیہ نے حادث
کو قدیم کے ساتھ ربط دینے میں نظر کی پس بعض نے کہا کہ عالم اعراض
مجتمعہ ہیں ایک حقیقت میں جیساکہ صورت انسان اور صورت فرس اور صورت
حمار ایک موم پر وارد ہوتی ہیں حالانکہ موم کی طبیعت سب حالات میں باقی ہے
لیکن موم پر یہ اسماء انہیں صورتوں کی وجہ سے اطلاق کئے جاتے ہیں
بلکہ یہ صورتیں حقیقت میں تمثال ہیں مگر وجود انکا بدون موم کے کچھ بھی
نہیں اور بعض نے کہا کہ عالم اسماء اور صفات الٰہی کا عکس ہے جو
اعدام مقابلہ میں منقش ہوتا ہے چنانچہ قدرت کا مقابل عدم قدرت
ہے جس کو عجز کہتے ہیں پس جبکہ قدرت کی روشنی عجز کے آئینہ میں
پڑے تو وہ قدرت ممکنہ ہے اور اسی قیاس پر تمام صفات اور وجود کو بھی
سمجھنا چاہئے پس پہلا مذہب وحدۃ الوجود کا ہے اور دوسرا مذہب
وحدۃ الشہود کا ہے اور ہمارے نزدیک دونوں کشف صحیح ہیں

Marfat.com

اور یہ کہنا کہ ان معنی سے کے وحدۃ الشہود سے کے شیخ عربی رحمۃ اللہ علیہ قائل نہیں غفلت اور سہو ہے بلکہ شیخ عربی اور ان کے اتباع بلکہ حکما بھی اس کے قائل ہیں اس لئے کہ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ حقائق امکانیہ ناقص اور ضعیف اور حقیقت وجودیہ تام اور قوی اس طرح کہ حقائق امکانیہ کو اس کے مقابلہ میں اعدام کہنا ممکن ہے جن میں موجودات کی صورتیں منعکس ہوئی ہیں اور اس میں کلام نہیں کہ یہ قول متفق علیہ ہے اب معلوم کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ موجود جزئی ہے جیسا کہ دوسرے جزئیات ہیں مگر اللہ تعالیٰ قدیم اور تاثیر کرنے والا عالم میں اور خالق انکا اور رازق ان کا ہے اس علم کو ہر عاقل قبل ریاضت اور قبل درس معقولات کے اپنے سینہ میں پاتا ہے اور اسی کی شرع نے آدمیوں کو تکلیف دی ہے کیونکہ شرع الٰہی ایسی انسان کو تکلیف دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انکی فطرت میں باعتبار صورت نوعیہ کے امانت رکھا ہے خواہ وہ شئے جسکی تکلیف دیجائے علم ہو یا عمل ہو اور شرع نے لوگوں پر ایسی چیز سے حجت قایم کی ہے جسکی طرف ان کی فطرت ہدایت کرتی ہے اور وہ شئے سب کے اندر مخفی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فطرت کو جس پر آدمیوں کو مخلوق کیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے مگر خراب صحبت سے یہودی یا نصرانی وغیرہ ہوجاتا ہے اور یہ معرفت صحیح ہے اور اشارہ صادق ہے اس کا مرجع ایک تجلی ہے تجلیات الٰہیہ سے

Marfat.com

جو قدیم ہے اور قبل پیدائش زمان کے قلب نفس رحمانی میں اس تجلی نے ظہور کیا ہے اس لئے نفوس بشریہ کو اس تجلی کی طرف انجذاب اور کشش ایسی ہے جیسے لوہے کی کشش طرف مقناطیس کے ہوتی ہے اور ایسا میلان ہے جیسا آگ کو اوپر کی جانب اور زمین کو نیچے کی طرف ہوتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ تو مقناطیس ہوگیا ہے کہ ہمارے قلوب تری طرف بے اختیار مائل ہوتے ہیں اسی تجلی کے وصول کا نام بعد موت کے لقاء اللہ ہے اور جو شئے اس وصول کی اعانت کرے وہ طاعت ہے اور جو شئے اس سے دور کرے وہ گناہ ہے اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو کہ کسی کو اس کے دیکھنے میں دقت اور مزاحمت واقع نہیں ہوتی پس اگر تم سے ہوسکتا ہے کہ نماز صبح اور نماز عصر کو فوت نہ ہونے دو تو کرو پس جس شخص نے اس تجلی کو کما ینبغی جان لیا وہ فطرت الٰہی کو پہونچ گیا جس پر آدمیوں کو پیدا کیا ہے اور اس نے انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی معرفت الٰہی میں موافقت کی اور جس نے اس تجلی کو نہ جانا اور فطرت کو چھوڑ دیا وہ زندیق اور دہریہ ہوگیا اسی طرح علوم فطریہ سے جن کا منکر زندیق ہوجاتا ہے یہ ہے کہ حقائق اشیا وجودات خاص ہیں جن پر ان کے خواص متفرع ہوتے ہیں مثلاً آگ جلاتی ہے اور پانی بجھاتا ہے اور سونٹھ گرم ہے اور کافور سرد ہے اور نماز خیر ہے اور زنا شر ہے پس جو آدمی اس کا قائل نہ ہو

Marfat.com

اس پر اسی کے نفس کی طرف سے اس کے نفس پر حجتیں قائم ہیں اور اسی کے نفس سے اس کے نفس پر دلائل اوسکی تکذیب کرتے ہیں اور وہ نہایت گندہ قول اور رائے کے گڑھے میں گر گیا ہے اور ہم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریق کو پہچانتے ہیں کہ وہ طور فطرت سے تجاوز کرنے اور اس کے ماسوا میں خوض کرنے سے منع فرماتا ہے مگر صوفیہ کہتے ہیں کہ یہ ممانعت عقل اور صورت انسانی کو ہے اگر کوئی عقل انسانی سے اس میں خوض کرے تو منع ہے اسی لئے صوفیہ اس طور سے فکر کرتے ہیں جو طور عقل کے علاوہ ہے بہرحال لوگوں نے بعد اس فطرت کے استحکام کے بھی دوسرے علم میں خوض وغور کیا اور وہ یہ ہے کہ اشیاء معقولہ اور محسوسہ وجود میں مشترک ہیں اور وجود کے وہ معنی ہیں جس سے اشیاء کو معدوم سے امتیاز حاصل ہے کیونکہ ہم مثلث کو مثلاً یہ تصور اور تعقل کریں کہ وہ موجود نہیں یا یہ تصور اور تعقل کریں کہ وہ موجود ہے پس دوسرا تصور پہلے تصور کے مخالف ہے اور جس شئے کیوجہ سے دونوں میں خلاف ہوا ہے وہ وجود ہے اور وہی وجود مبداء قابلیت اور فاعلیت ہے ان اشیاء میں جو ماہیات ہیں جدا جدا ہیں اور ماہیت وہ خصوصیت ہے جو وجود سے زائد ہے جسکی وجہ سے فرس اور انسان اور حمار اور بعیر نے یہ نام پائے ہیں اور جس کے سبب سے احکام اور آثار مختلف موجود ہیں اور یہ وجود امر انتزاعی ہے کہ جس سے ماہیات موصوف ہیں اور جاعل نے ماہیت کو ماہیت یا وجود کو وجود نہیں

Marfat.com

بنایا بلکہ جاعل نے ماہیت کو موجود پیدا کیا اس جعل کو جعل مرکب کہتے ہیں اور یہ قول صحیح ہے مگر معرفت وجود کا حصر اس وجود انتزاعی میں صحیح نہیں اس اعتبار سے کہ گفتگو وجود حقیقی میں ہے اور وجود انتزاعی میں کچھ کلام نہیں اس لئے کہ ہم ایک امر انتزاعی کو ادراک کرتے ہیں جس کا وجود نام رکھتے ہیں جس سے ماہیات موصوف ہیں اور موصوف ہونا بھی ایک اثر جعل جاعل کا ہے بعد کو ناظرین نے بعض احوال اس کے مثل ظہور قابلیت اور فاعلیت کو جب دیکھا تو ان کے سینہ میں ایک صورت منقش ہوئی جسکا نام وجود ہے اور حق یہ ہے کہ یہاں وجودات خاصہ ہیں جن کو ہم ماہیات کہتے ہیں اور وہ وجودات خاصہ اور رو وجود کے درمیان میں ہیں ایک وجود وحدانی ہے جو تمام موجودات میں پھیلا ہوا ہے اور وہ وجود منبسط تمام وجودات خاصہ پر مقدم ہے دوسرا وجود منتزع ہے جو وجودات خاصہ کے اجمالی ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے اور قائلین وحدۃ الوجود کہتے ہیں کہ جو شئے خارج میں ہے اور اس پر آثار خارجیہ مرتب ہوں دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ اپنے حصول خارجی اور ترتب آثار خارجی میں کسی شئے کے ملنے کی محتاج ہوگی یا نہ ہوگی پس اول ممکن ہے اور ثانی واجب اور ذوق وجدانی سے ہم کو ادراک ہوتا ہے کہ وہ وجود منبسط ہے جو قائم بالذات اور مقدم غیر ہے اور وہ فی نفسہ متعین نہیں اور نہ کسی نوع آثار کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اس وجود منبسط کے علم اور عمل میں تنزلات ہیں جن کی

Marfat.com

وجہ سے وہ وجود متعین اور مختص آثار خاص کے ساتھ ہو جاتا ہے
اور اول مرتبہ اس کے تنزل کا شان کلی میں تجلی کرنا ہے جس سے
کوئی شان خارج نہیں پھر تنزل کرنا اس کا اس شان کلی کی تفاصیل
میں اندر علم کے ہے نہ خارج کے پھر تنزل کرنا اس کا مطابق علم
کے خارج میں پس حقائق ممکنات کے نزدیک وجودیوں کی صورتیں
اس ذات کی ہیں جو شیون اور اعتبارات کے لباس میں آکر کثرت قبول
کی ہے پس جب وہ اس شان سے متلبس ہو تو حقیقت اس ممکن کی ہے
اور جب اس شان سے متلبس ہو تو حقیقت دوسرے ممکن کی ہے
اور ممکنات کے وجودات اسی وجود منبسط کا ان حقائق میں ظہور کرنا ہے
او ظہور شئے کا عبارت ہے اس شئے کی صورت احتمالی سے جسکی وجہ
سے وہ شئے متعین ہوئی اور اس کے احکام اور آثار کو اپنا لباس کر لیا
یہ قول بھی عقل و کشف سے صحیح ہے کیونکہ معرکہ قتال میں جسم ہی جاتا ہے
وہی جسم قاتل ہے اور وہی جسم مقتول ہے اور وہی ہتیار ہے اور وہی
سوار ہے اور وہی سواری ہے اور وہی زین پوش اور چار جامہ ہے
اور وہی تلوار ہے اور وہی نیزہ اور وہی کمان اور وہی تیر اور وہی مارنیوالا
اور وہی بھاگنے والا اور وہی مفرور ہے اور وہی حملہ کرنیوالا اور وہی
جسم وہ ہے جسپر حملہ کیا جاتا ہے لیکن وہ جسم خاص خاص اسم کا بوجہ کیفیت
خاص اور معنی خاص کے مستحق ہوا ہے اور جب ہم ان کیفیات کو بدون
جسم کے تصور کرتے ہیں تو بالکل معدوم پاتے ہیں اور ان سے ان کے

Marfat.com

آثار نہیں صادر ہوتے اور جب جسم ان میں ہو تو وہ موجود بنجاتے ہیں اور ان سے ان کے آثار صادر ہوتے ہیں اور جسم اُن کیفیات کا محل ہے اور ان کا حال ہے وہ جسم عقل اور تقدیر میں قبل وجود خارجی کے ان معانی کی استعداد رکھتا تھا اور یہ صورتیں کثیرہ محض عدم ہیں اگر جسم سے قطع نظر کیجائے تو اُن کا تحقق نہیں صرف موہومات ہیں اور اگر جسم کیساتھ اونکا لحاظ ہو تو وہ موجود ہیں پس جبکہ یہ حالت جسم کی ہے تو موجود کی بدرجہ اولی ہوگی اور موجود وہ ہے جو وجود سے موصوف ہوا اور وجود صفت انتزاعی ہے اب اس صفت انتزاعی میں ہم بحث کرتے ہیں کہ آیا اس کا منشا خارج میں ہے یا وہ مثل انیاب اغوال کے ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بداہت عقل پہلے کا حکم دیتی ہے اور دوسرے کو منع کرتی ہے اور جب موجود کا یہ حکم ہوا تو وجود حقیقی کا یہ حکم بدرجہ اولی ہوگا جو اس کے انتزاع کا منشا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ثبوت قبل وجود ہوتا ہے بہت معدوم ہیں جو ثابت اور متعین اور مخصوص الاحکام والآثار ہیں مثلاً محاسب اعداد کے مراتب کا جب تعقل کرتا ہے تو وہ اس بارہ میں اس قاعدہ کا تابع طبیعت پر چلتا ہے جسکو وہ بداہۃً جانتا ہے پس اگر وہ چاہے کہ زوج کو فرد کرے اور فرد کو زوج کرے تو ہرگز نہیں کرسکتا اور اگر چاہے کہ کسی عدد کو اس کے مرتبہ سے مقدم یا مؤخر کردے ہرگز نہیں کرسکتا یہی وہ ثبوت ہے جسکو ہم نے قبل وجود مانا ہے علیٰ ہذا القیاس ہم بالیقین جانتے ہیں کہ کھجور کا

Marfat.com

جھاڑ اگر پایا جاوے تو اس کی خاصیت اور کیفیت فلاں فلاں ہو گی اور اگر بیری کا درخت موجود ہو تو اس کے پتے ایسے ایسے ہوں گے پس ہر نوع کے واسطے احکام خاص لازم ہیں خواہ وہ نوع خارج میں ہو یا نہ ہو چنانچہ اس قول میں ملازمت صحیح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو مخلوق کو پیدا نہ کرتا گو یہ صورت متحقق نہیں ہوئی ہے پس یہ ثبوت نفس الامر میں قبل وجود خارجی کے واقع ہے اور جو شئے کہ خارج میں موجود ہے وہ ضرور ثابت ہے لیکن ممتنع شئے ثابت نہیں اسیطرح مخترعات ذہنیہ جو انقطاع اختراع سے منقطع ہو جاتے ہیں اور عقلی ثبوت ان کا کچھ نہیں الغرض وجود خارجی امر ثابت سے لاحق ہو کر اس کو موجود کر دیتا ہے اور وجود خارجی کا منبع اور مصدر وہی وجود منبسط ہے جو ہیاکل موجودات پر پھیلا ہوا ہے یا نفس رحمانی کہو یا نفس کلیہ کہو اختیار ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے کہ ہماری عبارتیں مختلف ہیں اور حسن تیرا ایک ہے ہر شخص کی عبارت اسی جمال کے طرف اشارہ کرتی ہے اور وہی وجود منبسط ذات الٰہی سے اول صادر ہوا ہے اور ثبوت کا منبع اقتضاء ذات الٰہی ہے واسطے عالم کے عالم عقل میں قبل وجود خارجی کے اور اُسکو صوفیہ تنزل علمی کہتے ہیں اور علم سے مراد صور اشیاء نہیں لیتے بلکہ صدور اشیاء کا مرتبۂ عقلیہ ہیں مراد لیتے ہیں جو واجب کیساتھ قائم ہیں اور بالذات قائم نہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک انگوٹھی کو موم پر لگاؤ تو اس انگوٹھی کے حروف مکتوبہ موم میں نقش کر دیتے ہیں پس موم کے

Marfat.com

حروف نقش کئے ہوئے بوجہ علت فاعلہ اور علت قابلہ کے ظاہر ہوئے ہیں جو کہ انگوٹھی اور موم ہے اور وہ حروف وقت اجتماع و انطباق انگوٹھی اور موم کے موجود ہوئے ہیں لیکن جب سے انگوٹھی بنی ہے اس میں استعداد اس کی موجود ہے کہ جب اسکو موم یا مٹی پر لگایا جائیگا تو صورت حروف کی اس پر جم جائیگی پس جو شئے بعد چھاپ کرنے انگشتری کے موجود ہوئی اسکا ثبوت پہلے اس کے نفس الامر میں تھا اسیطرح جو شئے کسی زمانہ میں موجود ہو وہ بحیثیت ثبوت اور بحیثیت کمال واجب اور بحیثیت اقتضار واجب کے ذات الہیہ کے ساتھ قائم تھی اسیکو صوفیہ فیض اقدس اور حکما عقل کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ عقل تمام وجودات خاصہ کو شامل ہے گو حکما نے عقول افلاک ہی کو معلوم کیا ہے پس یہاں چار اصل ہیں ایک ذات الہیہ دوسرے عقل جو اس سے صادر ہوئی ہے تیسرے نفس کلیہ جو اُسی ذات واحد سے بشرط عقل و بواسطہ عقل صادر ہوا ہے چوتھے ہیولیٰ جو اسی ذات سے بشرط نفس کلیہ کے صادر ہوا ہے پس جب وقت صدور اشیاء کا آیا تو وجود حسب اُن استعداد کے ظہور کرتا ہے جو پہلے سے ثابت اور قایم بالذات تھیں پس وجود ظاہری ثبوت باطنی پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر وجود اور باطن وجود میں ایسی نسبت ہوتی ہے جس کی بنا تو معلوم ہے مگر کیفیت مجہول ہے پس اسقدر وحدۃ الوجود عقل اور کشف سے ثابت ہے۔

Marfat.com

اور اکثر معقولی اسی کے قریب قریب گھومتے ہیں جس نے کہا
کہ ذوات ذاتیت میں متحد ہیں اور اوصاف میں مختلف اوسکی مراد
یہی معنیٰ ہیں اور جس نے کہا کہ عالم ہیولی اولیٰ اور صورت
جسمیہ عالیہ میں متعین ہے وہ بھی اس قاعدۂ مذکور سے بہت دور
نہیں گیا اسیطرح یہ کہنا کہ وجود شئے کا عین حقیقت اُس شئے
کی ہے اس مسئلہ کے خلاف نہیں ایسی ہی وجود کو صفت انتزاعیہ
کہنا بھی مخالف اس مسئلہ کے نہیں ہے کیونکہ ہر قول کیلئے ایک
محل ہے جس پر وہ منطبق ہے اب باقی رہا ایک اشکال جو وجودیوں
کو اوسکا حل کرنا دشوار ہے وہ یہ کہ یہ وجود منبسط عین ذات واجبہ
ہے یا اس سے بطریق ابداع کے صادر ہوا ہے اور ظہور شئے
کے مراتب دو طرح پر ہو سکتے ہیں ایک وہ مرتبہ ہے کہ جسکو
صدور اور ابداع سے تعبیر کیا جائے اور دوسرا وہ مرتبہ ہے جسکو
تعین اعتباری کہا جائے پس شیخ صدرالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ
اپنی کتاب مفتاح الغیب کے اول میں فرماتے ہیں کہ وجود
منبسط ذات الٰہی سے صادر ہے اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں کہ ذات الٰہیہ اور صادر اول میں فرق اعتباری
ہے اور میرے نزدیک مذہب اول ہی حق ہے کیونکہ وجودات
خاصہ کا احکام میں ممتاز ہونا اجلی بدیہیات سے ہے ایسی ہی نوع
اور اسکی افراد میں مغائرت ہے اور فرق اعتباری سے مغائرت

Marfat.com

نہیں ہوتی کیونکہ وہ انقطاع اعتبار سے زائل ہوجاتا ہے اسی طرح ہر عام وخاص میں اگر فرق اعتباری مانا جائے تو یہ فرق کچھ بھی نہیں حتی کہ ترقی اس فرق اعتباری کی ذات الہیہ تک پہونچیگی اور عبد اور خالق میں صرف فرق موہومی لینا پڑے گا جو شرعاً وعقلاً ممنوع اور محال ہے اور صوفیہ جو عالم کو عین حق کہتے ہیں اوس سے تعین اُس کا وجود منبسط میں مراد لیتے ہیں تمائز کی نفی مراد نہیں لیتے چنانچہ انہی کے شاعر نے لکھا ہے کہ ہر مرتبہ وجود کا حکم جداگانہ رکھتا ہے اگر تو مراتب میں فرق نکرے گا تو زندیق ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صفات آلہی خارج ہیں ذات واجبہ سے متمیز ہیں اور ہر صفت کیلئے اس کے مقابل ایک عدم ہے پس علم کا مقابل جہل ہے اور قدرت کا مقابل عجز ہے اور یہ عدمات علم الٰہی میں متمیز ہیں اسی تمیز کیوجہ سے اسماء اور صفات کے وہ عدمات آئینہ ہوگئے لہذا حقایق ممکنات کے اسماء وصفات کے عکوس ہیں جو اعدام مقابلہ میں چھپ گئے ہیں پس اعدام بمنزلہ مادہ اور ماہیت کے ہیں اور عکس اسماء وصفات بمنزلہ صورت کے ہے جو مادہ میں حلول کی ہے پس حقایق ممکنات کے حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ کے نزدیک وہی اسماء وصفات ہیں جو علم میں متمیز ہیں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقائق کے صرف عدمات ہیں جن میں اسماء وصفات کے انوار نے جلوہ کیا ہے اور یہ عدمات

Marfat.com

اور یہ عکس علم میں واقع ہوتا ہے لیکن فاعل مختار جب کسی ماہیت کو خارج میں ایجاد کرنا چاہے تو اُس کو وجود ظلی سے پیدا کرے گا پس وہ خارج میں موجود بوجود ظلی ہوگی اور عالم کو کبھی موجود ظلی فرماتے ہیں اور کبھی موجود وہمی بتلاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مرتبہ بڑا استحکم بنایا اس لئے عالم موہوم متقن ہے اور جاننا چاہئے کہ حقائق ممکنات کا چند معنیٰ پر اطلاق کیا جاتا ہے ایک وجودات خاص پر مثلاً انسان کی حقیقت اور گھوڑے کی حقیقت اور یہ حقائق خارج میں متحقق ہیں جنکو انسان اپنے نفس میں وقت بولنے ان اسمائے کے سمجھتا ہے اور دوسرے امور ثابتہ ہیں جو اپنی ذات میں نہ موجود ہیں اور نہ معدوم ہیں مگر اُن سے وجود ملجاوے تو وہ موجود ہو جاتے ہیں اور معدوم نہیں ہیں اور ان معنیٰ کے حقائق کو معقولی ماہیات نام رکھتے ہیں پس معقولی نے یہ تو معلوم کیا کہ ایسے امور بھی ہیں جو نہ موجود ہوں اور نہ معدوم ہوں اس سے اُسکو ان امور کے ثبوت کا قائل ہونا پڑا خواہ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن ان امور کے ربط کو معقولی نے نہیں معلوم کیا کہ کس اول شئے سے ان کا ارتباط ہے اور ثبوت ان کا فیض اقدس سے اور وجود انکا فیض مقدس سے ہے لیکن صوفی کو معلوم اور منکشف ہوگیا کہ ایسے امور کا ربط مرتبۂ عقلیہ سے ہے جو قبل وجود خارجی ہے پس صوفی نے پہچان لیا کہ ذات مقدسہ نے

Marfat.com

اول اپنے نفس پر تجلی کی اور اپنے نفس کے اقتضا اور کمال قدیم کو جانا اور علم مظاہر کا ہی درحقیقت اقتضا ہے پس جن میں استعداد مظاہر کلیہ فعالہ مقدسہ کی تھی ان کا نام اسماء ہوا اور جن میں استعداد مظاہر جزئیہ منفعلہ ملطخہ کی تھی ان کا نام اعیان ممکنات ہوا جو اصطلاح میں صور معلومۂ الٰہی کو کہتے ہیں تیسرے معنیٰ یہ ہیں کہ حقائق ممکنات اسماء وصفات ہیں جو مرتبہ علم میں متمیز ہیں یا وہ حقائق عکوس اسماء و صفات ہیں جو اعدام مقابلہ میں منتقش ہوئے ہیں اور ان دونوں عبارتوں میں کچھ فرق نہیں مگر ضعیف سا فرق ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ بہر حال حقائق ممکنات کو عکوس اسماء کہنا کلام حضرت شیخ ابن عربی کے مخالف نہیں کیونکہ وہ اور ان کی تابعین ان معنیٰ کو صراحۃً و اشارۃً کئی مقام پر ذکر کئے ہیں اسیطرح حقائق ممکنات کو اسماء کہنا حضرت مجدد کے خلاف نہیں اگر ہم چاہیں تو انہیں کے کلام سے ان معنیٰ کے دلائل پیش کر سکتے ہیں پس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جو بعض اقوال حضرت ابن عربی اور ان کے اتباع رحمۃ اللہ علیہم کے دیکھ کر اپنے وجدان کے مخالف فرمایا ہے یہ ان کے کشف کی لغزش نہیں بلکہ لغزش علمی ہے جس سے علماء خالی نہیں ہوا کرتے اور ان کی بعض لغزشیں ان کے علو مقام کو ضرر نہیں دیتیں رہا یہ قول حضرت مجدد کا کہ صفات الٰہی متمائز ہیں اس کو صوفیہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ صفات ان کے نزدیک عین ذات ہیں ان معنیٰ سے کہ خود ذات ہی کفایت

Marfat.com

کرتی ہے اور متکلمین کے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسپر نہیں ہے نقلی دلیل تو اس وجہ سے نہیں کہ غایت ما فی الباب یہ کہ سکتے ہیں کہ یہاں کوئی حقیقت ہے جس پر شرع میں سمیع اور علیم وغیرہ کا باعتبار عرف اور لغت کے اطلاق کرنا صحیح ہے لیکن یہ بات کہ یہاں صفات متمائز ہیں کسی آیت اور حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے اور عقلی دلیل اس لئے نہیں کہ عقل صرف اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ یہاں ایسی شئے ہے جس سے آثار صادر ہوتے ہیں لیکن یہ کہ وہ صدور صفات کی زیادتی میں منحصر ہے ہرگز عقل سے ثابت نہیں ہوتا پس اگر کوئی یہ کہے کہ یہ مذہب اہل سنت کا ہے لہذا قبول کرنا چاہئے ہم جواب دینگے کہ اہل سنت ہمارے نزدیک وہ اشخاص ہیں جو قرون ثلثہ کہلاتے ہیں جن کے خیر ہونے پر حدیث شاہد ہے اور ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے صفات میں گفتگو کی ہو کہ وہ زائد ہیں یا نہیں اور درصورت زیادہ ہونیکے امور انتزاعیہ ہیں یا امور خارجیہ اب رہا یہ فرقہ متاخرین کا جو اپنے کو اہل سنت ہونے کا مدعی ہے بشرطیکہ یہ دعوی ان کا دین میں بدعت نہوا اور اُس شئے کا اختراع نہو جس کو متقدمین نے نہیں بیان کیا ہم کہیں گے کہ ہم بھی رجال ہیں اور وہ بھی رجال اور اگر تم مجھسے خالص حق بات کو دریافت کرتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالے کی ذات من حیث ہی ہے اس سے برتر ہے کہ خارج میں ہو یا اعیان

Marfat.com

میں جو خارج کی طرف اشارہ ہے البتہ اُس کی تجلی عظیم خارج میں ہے اس لئے حق تعالےٰ کو خارج میں یا عیان میں بشرط اس تجلی کے کہا جاتا ہے اور جب مجھسے ان سب اقوال کو پوچھا جائے تو کسی قول کا انکار نکرونگا مگر باعتبار تعبیر یا ذکر شے کے غیر محل میں ورنہ صاحب کشف ایسی شئے کی طرف اشارہ نہیں کرتا جس کی کچھ حقیقت نہو پس صفات ثمانیہ کا قول بھی ایک وجہ وجیہ رکھتا ہے وہ یہ کہ اوائل نفس رحمانی جس میں ذکر اور تجلی اعظم متمثل ہے اشاعرہ کے نزدیک صفات نام رکھا جاتا ہے اس لئے اشاعرہ صفات کا صدور بالایجاب لیتے ہیں اور اُن کے قدم زمانی کے قائل ہیں مگر وہ ایک شئے کے مختلف نام بوجہ اختلاف جہات اور اعتبارات کے رکھتے ہیں اور بہت سے اختلاف جہات کو لوگ اختلاف حقائق پر محمول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بیاض اور ابیض حقیقت میں ایک ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بشرط لا بیاض ہے اور بشرط شئے ابیض ہے یہ ترجمہ مکتوب مدنی کا تھا اس مضمون کو وہی صاحب خوب سمجھیں گے جو مذاق تصوف رکھتے ہیں اور منطق اور فن الٰہیات بھی جانتے ہیں۔ کیونکہ علم تصوف میں مسئلۂ وحدۃ الوجود کا مفصل بیان بھی اشکال سے خالی نہیں ہر شخص اسکو کما ینبغی نہیں سمجھتا۔ غرض وجود کی بحث میں اکثر غلطی بھی ہو جاتی ہے بڑے بڑے علماء کے اقوال اس میں مختلف واقع ہوئے ہیں اور سچ یہ ہے کہ بدون مکاشفہ کے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اس کی بحث اور گفتگو

Marfat.com

اہلِ کشف کو ہی زیبا ہے اکثر بے علم اس میں بحث کر کے ملحد بنجاتے ہیں اور وحدۃ الوجود کو وحدۃ الموجود کر لیتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وجود ہمارا استعارہ ہے صرف عطائے الٰہی ہے خواہ عین ذوات ممکنات ہو یا اُن کو عارض ہو اس قدر سمجھ لینا کافی ہے اور یہ کہنا کہ وجود عالم بلکہ وجود ہر ہر فرد وہی وجود باریتعالیٰ شانہ ہے کچھ فرق دونوں میں فی الواقع نہیں مگر صرف اطلاق وتعین کا فرق اعتباری ہے۔ ہرگز شرع شریف سے ثابت نہیں ہوتا اول تو شرع میں کہیں لفظ وجود وارد نہیں ہوا اور ہم اُس کی تحقیق اور اعتقاد کے مکلف نہیں پس اس مسئلہ کو ضروری اعتقاد کرنے میں حد سے تجاوز کیا گیا ہے۔ دوسرے اگر کسی آیت یا کسی حدیث سے بندہ اور خالق میں اتحاد وعینیت کا شبہ پیدا ہو تو اُس کو متشابہات میں داخل کرنا احوط اور اسلم ہے اور توقف کرنا یا تاویل کرنا بہ نسبت ادعائے فرق اعتباری کے بدرجہا بہتر ہے اور جب قرون ثلٰثہ میں اس مسئلہ سے بالکل بحث نہیں کی گئی تو کیا اب اسکی بحث کرنا اور داخل دین کر لینا بدعت نہو گا حتیٰ کہ بعض اہل حال نے ایک کتاب "کلمۃ الحق" لکھی اور اس میں غیر حق کو بزور تقریر حق ثابت کیا اور ان سے بیشتر ان کے ہمنام بزرگ نے یہاں تک ایک کتاب میں لکھدیا کہ کفار مکہ ومشرکین صرف اس وجہ سے کافر ہوے کہ انہوں نے بتوں کو غیر خدا اعتقاد کیا اور اگر عین خدا جانتے تو کافر نہوتے نعوذ باللہ

Marfat.com

اور بعض وجودی آیت نحن اقرب اور آیت وفی انفسکم اور آیت معکم سے عینیت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان آیات میں ہرگز اُنکا مدعا نہیں ہے۔ اور بعضے اس حدیث سے عینیت لیتے ہیں کہ اگر تم ایک رسّی تحت الثریٰ تک پہونچاؤ تو وہ اللہ تعالےٰ پر واقع ہوگی اس حدیث سے بھی اُنکا مطلب ثابت نہیں ہوتا اسیطرح حدیث قدسی انی مرضت لم تعد سے بھی عینیت واقعی ثابت نہیں کیونکہ اُسکی تصریح موجود ہے کہ ہمارا ایک خاص بندہ بیمار تھا تو نے اُس کی عیادت نہ کی اگر کرتا تو ہمکو پالیتا ایسے ہی حدیث قدسی کنت سمعہ وبصرہ سے عینیت سمجھنا محاورۂ کلام کے مخالف ہے دیکھو جب انسان کسی انسان سے خوش ہوتا ہے تو کہدیتا ہے کہ ہم تم ایک ہیں اور اتحاد کا مدعی ہوتا ہی علیٰ ہٰذا القیاس لاتسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ الحدیث سے عینیت عالم ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ دہر سے متصرف اور مقلب لیل و نہار مراد ہے ورنہ خاص سبّ دہر کو کیوں منع کیا جاتا۔ باقی رہا یہ امر کہ بعض اولیاء اللہ اور کاملین نے ایسے الفاظ اپنے جوش میں فرمائے ہیں جن سے عینیت ثابت ہوتی ہے سو جواب اُس کا یہ ہے کہ اُن الفاظ سے عینیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی صرف غلبہ حال میں ایسے الفاظ برآمد ہوئے ہیں تجلی الٰہی جس پر غلبہ کرے گی خواہ وہ انسان ہو یا درخت ہو ضرور مجبور ہو کر انی انا اللہ کی صدا دیگا وہ قول حق کا سمجھنا چاہیئے جس کو انسان یا درخت نے وقت غلبہ تجلی کے بے اختیار کہدیا ہی

Marfat.com

چنانچہ اُنہیں بزرگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس عالم کی طرف متوجہ ہوتے استغفار کرتے اور اپنا مقولہ نہیں سمجھتے تھے بہر حال غلبۂ حال کو جو تجلی الٰہی سے ہو کسی کی طاقت نہیں کہ منع کر دے اس میں انسان معذور ہے جیسے لوہا اگر سرخ انگارا ہو کر انا النار کہے تو اوصاف نار کا دعویٰ ہے نہ یہ کہ دونوں شئے فی الواقع ایک ہوگئیں اور خود حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے صاف صاف اپنی کتاب میں فرما دیا ہے کہ بندہ بندہ ہی رہتا ہے اگرچہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور رب رب ہی ہے اگرچہ تنزل کرے۔ لہٰذا شہودیوں کا مسلک بہت محفوظ اور مطابق شرع شریف معلوم ہوتا ہے اور وجودیوں کا مسلک مثل مسلک عشاق ہے کہ جسمیں بیحد جوش و خروش و اضطراب ہوتا ہے اور ضبط اور صبر نہیں رہتا۔

جاننا چاہیے کہ جملہ مخلوق اپنی ذات میں ممکن ہے یعنی عدم اور وجود اُس میں برابر ہیں کوئی ضروری نہیں اللہ تعالیٰ فاعل مختار نے جانب وجود کو ترجیح دیکر اُسکو موجود کیا۔ ممکن کی مثال مثل اُس خط کی ہے جو درمیان دھوپ اور سایہ کے حد فاصل ہوتا ہے اور دھوپ اور سایہ میں مشترک ہے اور دونوں سے برابر نسبت رکھتا ہے یا مثل مربع مخمس مسدس مثلث وغیرہ اشکال کے ہے یا مثل دائرہ کے ہے جن میں مطلق سطح مشترک ہوتا ہے اور بوجہ خطوط مختلف کے اختلاف اشکال ہوتا ہے۔ پس وجود منبسط مثل سطح مشترک کے ہے

Marfat.com

جو تمام اشیا میں مشترک ہے اور ماہیت ممکن مثل خطوط مثلث وغیرہ کے ہے جو وجود و عدم سے پیدا ہوتے ہیں اور ممکن سے تمام آثار و افعال خیر بوجہ وجود مستعار کے صادر ہوتے ہیں اور افعال و آثار شرور کا منشا اُس کی حد اور ماہیت ہے اور حق تعالیٰ کا وجود ذاتی اور قدیم ہے وہ محدود نہیں ہو سکتا ہاں اُسکا فیض اقدس اور فیض مقدس سب مخلوقات کو عام ہے اسی وجہ سے وہی اول اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور وہی باطن ہے اور تمام مخلوق اُس کے مقابل میں بالکل فانی ہے جسکو چاہے موجود کر دے اور جس کو چاہے معدوم کر دے کسی کو یہ طاقت نہیں کہ وقت موت سے تقدیم یا تاخیر کر سکے دیکھو زمین پر آفتاب کا جب نور آتا ہے تمام در و دیوار منور ہو جاتی ہیں اور جب آفتاب نور کو سمیٹ کر اپنے ہمراہ لیجاتا ہے تو زمین کی یہ مجال نہیں کہ نور اور دھوپ کو روک رکھے یہ سب بیان قال تصوف ہے اور قال سے کچھ فائدہ نہیں جب تک حال نہو یہ گفتگو اُنہیں کو زیبا ہے میں صرف ناقل ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے اور وہ صاحب حال ہونے کی سعی بلیغ کرے اسلئے صوفیۂ کرام کے چند ملفوظات لکھدئے ہیں اور حال انسان میں اُسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ کسی کامل صاحب دل کی صحبت کیمیا خاصیت اُسکو میسر آجائے اور جب ارشاد و تلقین اُس کامل کے پاس انفاس وغیرہ اور مراقبات اور ذکر و شغل کیا کرے اُسوقت مسموع مشاہدہ

Marfat.com

بنجاتا ہے کتابوں سے انسان کو صرف علم حاصل ہوتا ہے اور اہل اللہ کے صحبت میں وہ علم عمل ہو جاتا ہے تب علم کا لطف اور ثمرہ ظاہر ہوتا ہے تقرب الٰہی کا حصول ذکر اور فکر اور تلاوت قرآن مجید اور جمیع اعمال صالحہ و فرائض و سنن سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ تصوف میں دو شئے کا ذکر کیا جاتا ہے ایک قبول۔ دوسرے وصول اور قبول کا درجہ وصول سے بہت اعلیٰ ہے اور جو دونوں امر انسان میں جمع ہوں تو وہ شخص کامل قابل ارشاد و تلقین ہے بشرطیکہ ضروریات دین سے واقف ہو۔ پس جو آدمی تمام احکام شرع مبین کما ینبغی بجالاتا ہو اسکو مرتبۂ قبول میں سمجھنا چاہیئے اگرچہ کمال ریاضات کرکے مرتبۂ وصول اسکو میسر نہو اور جو شخص ریاضت اور محنت اور ترک لذائذ کرکے واصل ہو جائے اور اتباع شرع کی پروا نکرے اسکو مرتبۂ وصول حاصل ہے مگر قبولیت کے درجہ کو نہیں پہونچا اکثر کفار بھی ریاضت کرکے تقرب حاصل کرلیتے ہیں۔ لیکن وہ تقرب معتبر نہیں جیسے چور کوشش بلیغ کرکے بادشاہ کے گھر میں چلا جاتا ہے آخر تو چور ہے اور جو انسان حسب مرضی الٰہی احکام شرع بجالاتا ہو وہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے اگرچہ دور پڑا ہوا ہو۔ پس انسان کو سب کاموں سے مقدم اتباع شرع کرنا ضرور ہے اس کے بعد جس قدر زیادہ سعی کرے گا تقرب حاصل ہوگا۔ اور بدون اتباع شرع شریف تمام کوششیں بے سود ہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں اگر انسان کو کیسا ہی تصرف اور خرق عادات

Marfat.com

حاصل ہو اور اتباع شرع نہو تو ذرہ بھر اُس کے تصرفات اور خرق عادات کی وقعت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ انسان کے واسطے کوئی دولت اور کوئی نعمت اور کوئی لذت اس سے بہتر نہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول مقبول کو راضی اور خوش رکھے اور رضائے الہٰی بدون اتباع شرع شریف ہرگز ممکن نہیں سوائے طریقۂ اسلام کے کوئی طریقہ مقبول نہیں۔ لہذا تحصیل علم دین سب سے پہلے انسان پر فرض ہے اگر اس میں کوتاہی کریگا سب کمالات میں نقصان رہیگا اور جبکہ انسان کو علم دین سے فراغت حاصل ہوگئی اور مطابق اُس کے عمل کرنے لگا اب کونسی نعمت اور کونسا کمال ہے جو اُس کے واسطے ضرور رہو۔ پس اگر کہا جائے کہ وجود منبسطہ کا اقتران جبکہ ہر شئے سے ہوا خواہ وہ شئے خیر ہو یا شر پاک ہو یا ناپاک تو وجود کیسے پاک اور طاہر ہو سکتا ہے جواب اوس کا یہ ہے کہ نور آفتاب نجس اور غیر نجس پر واقع ہوتا ہے اور نجاست کے اقتران اور اتصال سے خود نجس نہیں ہو جاتا لیکن آفتاب کا نور ذاتی ہے اور نور زمین اور جو سما کا عرضی ہے اور نجاست اور طہارت اور حسن و قبح اشیاء کا بوجہ اونکی ذاتی قابلیت اور استعداد کے ہے دیکھو جس قدر مکان کا صحن ہوتا ہے اُسیقدر دھوپ اُس میں آتی ہے۔ اگر صحن مثل دائرہ یا مثلث یا مربع کے ہوا اُسی شکل کی دھوپ بھی ہو جاتی ہے لیکن صحن کی بھلائی برائی اُس دھوپ میں اثر نہیں کرتی ہے آفتاب کا نور جو اُس کے جرم میں موجود ہے

Marfat.com

اور وہ نور جو اُس سے صادر ہو کر شعاع بنجاتا ہے اور وہ نور جو شعاع سے صادر ہو کر دھوپ کے ذریعہ سے مختلف اشکال کا نظر آتا ہے جن آئینوں میں صیقل اور شفافیت ہوتی ہے وہ خود بھی منور ہوتے ہیں اور دوسرے کو بھی منور کر دیتے ہیں اور جو اشیا کثیف ہوتی ہیں اُن میں دوسروں کے منور کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ پس پہلا نور مثال نور الٰہی کی ہے اور دوسرا نور مثال نور محمدی اور عقل کلی کی ہے۔ اور تیسرا نور مثال مخلوقات کی ہے۔ غور کرو کہ پانی جب صاف ہوتا ہے اُس میں آفتاب اور ماہتاب کا عکس پورا نظر آتا ہے اسیطرح آئینۂ شفاف میں بھی پورا عکس نظر آتا ہے۔ زنگ آلود آئینہ کو کتنا ہی آفتاب کے مقابل کرو ہرگز منور نہیں ہوتا اور جب صیقل کر دیا جائے اسوقت اُسکو صرف مقابلہ آفتاب کا کافی ہے حتّٰی کہ لوہے کو صیقل کر کے آئینہ بنا سکتے ہیں۔ اور کثیف لطیف اور لطیف الطف بنجاتا ہے مٹی سے پانی اور پانی سے ہوا اور ہوا سے آگ کی طرف استحالہ ہو سکتا ہے ہر استعداد دوسری استعداد کا سبب مجازی ہے غذا میں یہ استعداد رکھی گئی ہے کہ وہ خون صفرا، سودا، بلغم، بنجاے اور ان اخلاط میں یہ استعداد ہے کہ انکا کثیف اعضا بنجائے اور لطیف روح ہو جائے اور روح میں حیات اور حس و حرکت اور تغذیہ اور تنمیہ اور تولید مثل کی قوتیں آجاتی ہیں آخر بصارت سماعت المس، ذوق، شم یعنی دیکھنا، سننا، چھونا، چکھنا، سونگھنا اُسی روح سے ہے جو غذا سے بنی ہے وہی روح باصرہ آنکھوں میں بشکل نور نظر آتی ہے اگر غذا میں

Marfat.com

یہ استعداد نہو بصارت مفقود ہو جائے۔ پس غور کرو کہ کثیف غذا کیسی لطیف نورانی ہو گئی لیکن یہ نور بنانا انسانی طاقت سے خارج ہے خود انسان میں ایسی غلیظ غذا کس قدر لطیف بنتی ہے لیکن آدمی جس قدر چاہے عقل و حواس کی دوربین سے نظر کرے ہرگز اُس کو نہیں بنا سکتا اگر کسی بڑی عاقل زمانہ سے کہو کہ اس غذا کو کسی قرع انبیق جدید کے ذریعہ سے ایسا کر دیجیے کہ براز علیحدہ۔ بول علیحدہ پسینا علیحدہ میل کچیل علیحدہ سب اخلاط جدا جدا اور ارواح الگ الگ ہو جائیں تو بغلیں جھانکیگا اور جو یہ اُس سے کہو کہ سو دو سو آدمی کی غذا کو جمع کر کے اُس کی قوت کو فعل میں لاکر کوئی گاڑی چلاؤ تو عقل اُس کی چکر کھانے لگے گی انسان یہ سمجھتا ہے کہ ظہور استعداد میری سعی سے ہوا اگر میں فلاں فلاں کام نکرتا تو وہ استعداد کیونکر فعل میں آکر ظاہر ہوتی اور یہ نہیں سمجھتا کہ ہاتھ اور پیر اور عقل اور آنکھ، کان اور حرکات کس نے پیدا کئے کیا صرف آدمی کی حرکت اور تحریک سے کوئی شکل اور صورت ظاہر ہوئی حاشا و کلا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو حسب مقتضائے ذاتی اُسکے قابلیت اور استعداد بخشی اور بذریعہ اسباب و وسائل کے اُسکو ظاہر کر دیا اسباب مجازی کو یہ غرہ زیبا نہیں کہ ہم نے فلاں فلاں نایاب شئے کا ایجاد کیا بھلا جس کو اپنی عقل پر گھمنڈ ہو وہ خون اور دودھ تو غذا سے علیحدہ کر کے کسی کے بدن میں چڑھا دے اور غذا سے فضلہ اور جوہر خالص کو تو جدا کر دے اور پھر اُس جوہر کو بہرے اور اندھے میں استعمال

Marfat.com

کر کے دیکھے کہ سماعت اور بصارت نے کیوں عود نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ قدرت الٰہی نے جس شئے کو جس قابل بنایا ہے وہی قابلیت ظاہر ہو سکتی ہے۔ غذا کو دیکھو انسان نے اُس میں کیا کام کیا منہ اور ہاتھ فقط چلایا ہے۔ پھر معدہ نے کیا کام کیا صرف اُس کے اندر کیلوس بنا ہے جگر نے کیا کیا اُس میں صرف اخلاط بنے ہیں پتہ نے فضلہ صفرا کا کھینچ کر کچھ تو اپنی غذا کر لیا اور کچھ آنتوں پر رفع حاجت کے واسطے ڈالدیا۔ آنتوں نے فضلہ کو اپنے اندر سے رستہ دیدیا ماساریقا نے بچا کچا خلاصہ آنتوں سے بھی لیکر جگر کو دیدیا اور تلی نے سودا بچا ہوا جگر سے بذریعہ ماساریقا کھینچ لیا اور کچھ اپنی غذا کر لیا۔ اور بقیہ فم معدہ پر واسطے تقاضائے طعام کے ڈالدیا وریدوں نے جگر سے خون وغیرہ لیکر جا بجا تقسیم کر دیا اور معدہ کا فضلہ براز بذریعہ معا مستقیم دفع ہوا اور جگر کا فضلہ بذریعۂ طالعین وبرنجین گردہ مثانہ میں ہوتا ہوا پیشاب گاہ سے نکلا رگوں کا فضلہ پسینا بنکر چلدیا اور خلاصہ اُس کا بذریعہ باریک رگوں کے اعضا پر ٹپک کر شکل اعضا قبول کر لیا اُس کا فضلہ میل ہو کر نکلا اور خلاصہ بچا ہوا منی کے واسطے ذخیرہ رہا تاکہ نسل منقطع نہو اور اس کا دوسرا مثل بجائے اُس کے قائم مقام ہو جائے جب انسان خود اپنا انتظام بدن نہیں کر سکتا تو دوسرے کا انتظام کیا کر سکتا ہے غذا کے استحالات کا منتظم وہی حق تعالےٰ ہے علیٰ ہذا القیاس ہوا کا انتظام بھی اُسی کے ذمہ ہے۔

Marfat.com

حضرت انسان نے فقط ہاتھ ہلا کر کیا کمال بتلایا بلکہ اُنگلی کاٹ شہیدوں میں داخل ہو گیا۔ اسیطرح عورت اولاد وغیرہ کا کیا انتظام کیا صرف زبانی جمع وخرچ اور حرکت کو کافی سمجھ لیا بڑے شرم کی بات ہے کہ باایں ہمہ وہ اکڑا اور وہ تبختر اور وہ غرور اور نفس پرستی کہ شیطان بھی دیکھکر شرما جائے انتظام مملکت و انتظام خانہ داری سب تو منتظم حقیقی کر رہا ہے اور جملہ ضروریات کا کفیل ہے اور خود بھی انسان اپنی نفس بصیرت رکھتا ہے اگرچہ عذرات بارد بیان کرے۔ پس دیدہ و دانستہ قانون الہٰی کو چھوڑ کر قانون انسانی کی تعمیل کرنا پرلے درجہ کی حماقت اور نخوت اور شیطنت نہیں تو اور کیا ہے زمین رہنے کو، چاند، سورج، روشنی۔ غذا کھانے کو۔ کپڑا پہننے کو، آنکھ دیکھنے کو۔ کان سننے کو۔ ہاتھ پیر کام کرنے کو۔ عقل تمیز سوچنے اور جانچنے کو۔ غرض سب سامان تو خدا تعالےٰ نے انسان کو دیا اور انسان نے حق تعالےٰ سے مقابلہ کرکے دوسرے کو حسب خواہش اپنی معبود اور خدا اپنا بنا لیا غرض جس کو اپنی حس میں واسطہ احسان و انعام کا دیکھا اُس کو حق سمجھا اور اُس کے ساتھ وہ برتاؤ کرنے لگا جو حق تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہیئے تھا اگر کچھ طاقت ہو تو خدا تعالیٰ کے ملک سے چلے جاؤ اور آسمان و زمین اس کی چھوڑ دو کیا کسی عذاب کا انتظار ہے یا مغفرت پر بھروسہ کئے بیٹھے ہو جب تک مغفرت کی قابلیت نہو مغفرت نہیں ہو سکتی۔ بھلا اتنا تو ہو کہ کسی کو خدا کی عبادت میں شریک نہ کیا جائے سو اول تو عبادت ہی ندارد اور اگر کچھ ہے

بھی تو صرف خدا کے واسطے نہیں بلکہ دوسرے اغراض بھی اُس میں شریک ہیں لہذا شرک جلی اور خفی دونوں سے بچنا ضرور ہے۔ پھر بھی مشیت جسکو چاہے بخشے اور جس کو چاہے نہ بخشے اگر عذاب الٰہی ہوا تو سب عمر ضائع گئی اور جو معاف کیا گیا تو سب کچھ مل گیا لیکن معلوم نہیں کہ کسکے واسطے معافی ہے اور کسکے واسطے شفاعت ہے اور کس کے واسطے عذاب ہو کر خلاصی ہے اس لئے گناہ سے بچنا ہی بڑی دانائی ہے اور اگر نہیں بچ سکتے تو اُس کا فادزہر سیکھ لو وہ یہ کہ سچے دل سے رجوع الی اللہ ہو جاؤ کہ آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں گے اور اگر پھر بھی بشریت سے صادر ہو گیا تو نا امید مت ہو پھر اُسی طرف متوجہ ہو جاؤ اور سچی توبہ کرو۔ اور جو تیسری یا چوتھی بار گناہ صادر ہو جائے بلکہ ستر بار میں بھی نا امید مت ہو۔ شعر

نا امیدی را خدا گردن زدست ؛ چوں گنہ مانند طاعت آمدست

مگر اعمال ضروری کو اگر نہیں کروگے تو پھر توبہ کا اعتبار نہیں اول بندہ الٰہی بنجاؤ پھر خطا کی تلافی کرو۔

سوالات و جوابات

سوال ۔ اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کس لئے پیدا کی ؟

جواب ۔ تاکہ اُس کی معرفت اور شناخت ہو اور اُس کے کمالات ظاہر ہوں

سوال ۔ کیا مخلوق کی پیدائش بالاختیار ہے یا بالایجاب ؟

جواب ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی اختیار سے پیدا کیا ہے اور اگر

کوئی مخلوق اضطرار سے پیدا ہوتی تو نعوذ باللہ جہل باریتعالیٰ لازم آتا جو خلاف شان الٰہی ہے۔

سوال:۔ کیا مادّہ اور ارواح قدیم ہیں؟

جواب:۔ ہر شے اپنے حدوث مین قدیم کی محتاج ہے اور جو شئے خود قدیم ہے اُس کو پیدا کرنے والے کی طرف کوئی احتیاج نہیں اور جب مادہ اور ارواح اپنے صدور میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہوئے تو قدیم نہیں ہوسکتے ورنہ نعوذ باللہ جہل باریتعالیٰ لازم تعدد قدما لازم آئیگا۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق کا علم پہلے سے تھا اور جب علم اُس کا قدیم سے تھا تو پھر پیدا کرنے میں کونسی حالت منتظرہ تھی علت تامہ جب موجود ہوتی ہے تو معلول دیر نہیں کرتا؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کو جمیع اشیا کا علم تھا کہ فلاں فلاں وقت میں فلاں فلاں شے اپنے ارادہ اور اختیار سے پیدا کریگا اور ارادۂ الٰہی قدیم ہے وہ بھی موجود تھا مگر اس کا تعلق بوقت خاص تھا۔ پس صدور اشیا میں تعلق ارادہ واختیار کو فاعل مرید ومختار کے ضرور دخل ہے ورنہ وہی خرابی خلق اضطراری کی لازم آئے گی جو شان حق تعالیٰ کے خلاف ہے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس لئے پیدا کیا۔

جواب:۔ تاکہ اُس کی عبادت اور اطاعت اور فرماں برداری کرے۔

Marfat.com

سوال :- اللہ تعالےٰ نے انبیا اور رسولوں کو کسواسطے پیدا کیا ؟
جواب :- تاکہ احکام الٰہی کو دوسرے بندوں کے طرف پہونچادیں اور جزا و سزا کی اطلاع کریں۔ دنیا کے بادشاہ بھی اپنا حکم ہمہ شما سے نہیں کہتے پھرا کرتے بلکہ اپنے مقربان دربار کے ذریعہ سے رعایا کو احکام شاہی پہونچاتے ہیں۔

سوال :- اللہ تعالےٰ نے خیر و شر کو کس لئے پیدا کیا ؟
جواب :- تاکہ صفت جمالی اور جلالی کا ظہور ہو اور تاکہ بندوں کی آزمائش کیجائے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے اور اس لئے کہ ممکن میں وجود و عدم دونوں موجود ہیں۔ پس وجود کے جملہ آثار خیر ہیں اور عدم کے جملہ آثار شر ہیں۔ لہذا بھلائی برائی دونوں کی ضرورت ہوئی۔

سوال :- اللہ تعالےٰ نے اضداد کس لئے پیدا کئے ؟
جواب :- تاکہ ان سے شناخت حاصل ہو کیونکہ روشنی سے اندھیرا اور ظلمت سے نور اور سفید سے سیاہ اور سیاہ سے سفید اور گرمی سے سردی اور سردی سے گرمی اور سخت سے نرم اور نرم سے سخت اور بھلائی سے برائی اور برائی سے بھلائی اسی طرح ہر ضد سے دوسری ضد کی شناخت اور تمیز حاصل ہوتی ہے۔

سوال :- اللہ تعالیٰ کی شناخت کس لئے دشوار ہے ؟
جواب :- اس وجہ سے کہ اس کی کوئی شے ضد نہیں اور وہ ایسا لطیف ہے کہ حواس کو وہاں تک رسائی نہیں۔ البتہ اسکی صفات اور

Marfat.com

اُس کے افعال سے اُس کا علم یقین ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ دین کسکو کہتے ہیں؟

جواب:۔ دین ایک وضع آلہی ہے جو ذوی العقول کو طرف خیر بالذات کے لیجاتی ہے۔

سوال:۔ خاتم النبیین کسکو کہتے ہیں؟

جواب:۔ نبی آخرالزمان کو جس پر تمام اوصاف نبوت ختم ہو جائیں۔

سوال:۔ قرآن شریف میں کن کن امور کا بیان ہے؟

جواب:۔ قرآن شریف میں اثبات صانع اور وحدانیت کے دلائل واثبات قیامت ورسل وانبیا وایمان واعمال کی ضرورت اور صفات اور افعال الٰہی اور بھلے اور برے آدمیوں کے قصص واسطے عبرت کے مذکور ہیں۔

سوال:۔ قرآن شریف کے کلام آلہی ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب:۔ پہلے فصاحت و بلاغت کا اول سے آخر تک اعلیٰ درجہ پر ہونا جو انسان سے ممکن نہیں اگر کسی انسان کی تصنیف شدہ کتاب ہوتی تو ضرور اس میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ دوسرے اخبار بالغیب اس میں موجود ہے جو انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ تیسرے مضامین اور جملہ علوم اُس میں ایسے ہیں کہ بجز حقتعالیٰ کے کوئی نہیں بیان کرسکتا۔ چوتھے جناب احمد مجتبیٰ صلعم نے جن کی رسالت معجزات متواترہ اور انبیاء سابقین کی پیشینگوئی سے ثابت ہے تصدیق کی ہے

Marfat.com

اور شہادت دی ہے۔

سوال:۔ قرآن پاک میں وہ امور کونسے ہیں جن کی تعمیل انسان پر ضرور ہے؟

جواب:۔ وہ عقائد اور اعمال ہیں مثلاً اللہ تعالےٰ کو یکتا جامع جمیع صفات کمالیہ جاننا اور جملہ انبیا خصوصاً جناب رسالتمآب صلعم کی تصدیق کرنا اور قیامت اور ملائکہ اور کتب آسمانی خصوصاً قرآن مجید کو برحق یقین کرنا اور ایمان کا اقرار کرنا اور نماز پنجوقتہ قائم رکھنا اور زکوۃ مال دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت ہو تو حج کرنا اور باہم مسلمانوں میں دوستی و اتحاد ہونا اور کذب و بہتان و خمر و ربوا و قمار و سرقہ و زنا و غیبت و شرک و کفر و ظلم سے بچنا یہ سب امور ہر انسان کے واسطے ضرور ہیں۔

سوال:۔ شرک کسکو کہتے ہیں؟

جواب:۔ حق تعالیٰ کے برابر دوسری شے کو سمجھنا یا وہ عبادت جو حق تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے کے لئے کرنا۔

سوال:۔ کفر کسکو کہتے ہیں؟

جواب:۔ خدائے تعالیٰ یا اُس کے رسول یا ملائکہ یا کتاب آسمانی یا قیامت کا انکار کرنا یا اُن امور کا انکار کرنا جو نص قطعی سے ثابت ہیں

سوال:۔ مشرک کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟

جواب:۔ صریح نص قرآنی سے ثابت ہے کہ مشرک کی مغفرت

Marfat.com

نہ ہوگی اور ماسوا شرک کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے گا بخشدیگا۔

سوال:۔ شرک اور کفر میں کون زیادہ بدتر ہے؟

جواب:۔ شرک بہ نسبت کفر کے زیادہ بدتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال میں باوجود جاننے کے دوسرے کو شریک کرنا سب سے بدتر معصیت ہے اور جو شخص حق تعالیٰ کا انکار کرتا ہے وہ اُسکو جانتا ہی نہیں اس لئے کفر بہ نسبت شرک کے کمتر ہے۔

سوال:۔ کیا کفار ہمیشہ آگ میں رہیں گے؟

جواب:۔ نص قرآنی سے ہمیشہ آگ میں رہنا ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت بھی اسی پر ہے لیکن حضرت محی الدین عربیؒ خلود سے مراد زمانۂ دراز لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعد زمانہ دراز کے رحمت الٰہی سبقت کریگی اور غضب الٰہی اسکے پیچھے رہجائیگا واللہ اعلم۔

سوال:۔ قیامت کے دن سب سے اول کن کن اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا؟

جواب:۔ حقوق اللہ میں سب سے اول نماز کا حساب لیا جائیگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ کیا جائیگا

سوال:۔ نماز کس لئے ضروری کی گئی؟

جواب:۔ نماز عبادات بدنیہ میں سے ہے اس کے پڑھنے سے عذاب آخرت نہیں ہوتا اور جنت اور دیدار الٰہی کا استحقاق

Marfat.com

ہوتا ہے۔

سوال:۔ روزہ کس لئے فرض کیا گیا؟

جواب:۔ روزہ بھی عبادت بدنی ہے روزہ سے تزکیۂ نفس اور تشبہ باوصاف الٰہی ہوتا ہے اور بدن کی ریاضت اور فرحت سے ہے اور آخرت میں حوض کوثر اور لقاء رحمٰن نصیب ہوگی۔

سوال:۔ زکواۃ کسواسطے فرض کی گئی؟

جواب:۔ یہ عبادت مالی ہے عذاب قیامت سے بچاتی ہے حق تعالےٰ کی محبت کو مال کی محبت سے غلبہ دیتی ہے۔

سوال:۔ حج کس واسطے فرض کیا گیا؟

جواب:۔ یہ عبادت بدنی اور مالی ہے اس کا ثواب جنت ہے اور اگر باوجود استطاعت کے حج نہ کیا جائے تو اللہ تعالی کو کچھ پروا نہیں کہ حج نہ کرنے والا یہودی مرے یا نصرانی مرے حج کے ارکان وافعال بالکل عاشقانہ ہیں بغیر سلے ہوئے کپڑے پہننا اور ننگے سر رہنا اور تلبیہ کہنا اور طواف بیت اللہ کرنا اور حجر اسود کو بوسہ دینا اور حرم کے جانوروں کو نہ ستانا اور وہاں کے گلی کوچہ میں چیخنا اور دوڑنا اور دشمنوں اور رقیبوں پر پتھر مارنا پھر جان قربان کر دینا یہ سب انداز عاشقانہ ہیں۔ حج کا لطف اُن حاجیوں کو ہی پورا نصیب ہوتا ہے جو محبت الٰہی میں چور چور ہیں۔

Marfat.com

سوال :- وضو نماز کے واسطے کس لئے شرط کیا گیا؟
جواب :- وضو میں اطراف بدن کو پاک کر لینا واسطے حضوری دربار الٰہی کے قائم مقام غسل ہے اور طہارت ظاہری کا اثر طہارت باطنی پر ہوتا ہے اور قیامت کے دن آثار وضو سے آنحضرت صلعم اپنی امت کی شناخت کر لینگے۔
سوال :- باد مخالف کے نکلنے سے کیوں وضو نہیں رہتا اور جدید وضو کرنا پڑتا ہے اور مخرج ریح کو کیوں نہیں دھویا جاتا؟
جواب :- اس وجہ سے ہاتھ پیر کو دھویا جاتا ہے کہ ہاتھ پیر ہی کسب کر کے کھانا لاتے ہیں پس انہیں کو دھونا چاہیئے اور باد مخالف کا مقام بالکل بے قصور ہے وہ اخراج ریح پر مجبور ہے اُس کا دھونا خلاف قیاس ہے البتہ اگر نجاست سے ملوث ہو جائے تو ازالہ نجاست ضرور ہے۔
سوال :- جنابت کی حالت میں کل بدن کا دھونا کس واسطے فرض ہے؟
جواب :- اس لئے کہ جماع کی لذت کل بدن کو ہوتی ہے اسلئے تمام بدن کو دھونا چاہیئے تاکہ جنابت کا اثر ہر جزو بدن سے جاتا رہے اسی وجہ سے زانی محصن کے تمام بدن کو سنگسار کرنے کا حکم ہے اور غیر محصن کی پیٹھ پر جو محل خروج منی ہے درہ لگانے کا حکم ہے
سوال :- زکوٰۃ کے لئے حولان حول کس لئے شرط ہے؟
جواب :- کیونکہ کسب و زراعت کا حساب بعد ایک سال کے

Marfat.com

معلوم کیا جاتا ہے۔

سوال :۔ حج تمام عمر میں ایک بار کس لئے فرض کیا گیا؟

جواب :۔ اسلئے کہ حج کا اختتام طواف اور قربانی پر ہوتا ہے اور جان کی قربانی عمر بھر میں ایک بار ہی ہو سکتی ہے۔

سوال :۔ صرف رمضان کے مہینہ میں کیوں روزے فرض ہوئے؟

جواب :۔ تاکہ آدمیوں کو بار خاطر نہ ہو اور روزہ کی عادت نہ ہو جائے۔

سوال :۔ اللہ تعالیٰ نے چار عنصر میں کس لئے انحصار فرمایا۔ پانچ یا تین یا دو کیوں نہیں کئے؟

جواب :۔ اس لئے کہ چار ہی ارکان کی ضرورت تھی زائد کی حاجت نہیں کیونکہ ترکیب ایسے جسم رطب کی محتاج ہے جو صورا اور اشکال کو قبول کر سکے لیکن زیادہ رطوبت بھی مناسب نہیں ورنہ اشکال کی حفاظت دشوار ہوگی بلکہ یبوست بھی ضرور ہے جس سے اعتدال پیدا ہوا اور حرارت کی بھی ضرورت ہے تاکہ طبخ اور پختت اچھا ہو مگر زیادہ حرارت نہ ہو جائے ورنہ احتراق واقع ہوگا بلکہ برودت سے معتدل ہوئی ہو لہذا چار ارکان درکار ہوئے پہلا حار یابس۔ دوسرا حار رطب تیسرا بارد یابس۔ چوتھا بارد رطب مثلاً آگ، ہوا، زمین، پانی، اور اگر دو عنصر یا تین عنصر سے ترکیب دیجاتی تو بعض کیفیات میں شدت پائی جاتی اور بعض میں ضعف ہوتا یا ضدین میں ربط دینے والا مناسب واسطہ نہ ہوتا اور فی الواقع یہی چاروں چیزیں سب ضروریات کے لئے

Marfat.com

کافی ہیں اگر ایک بھی ان میں نہ ہوتی تو بڑا ہرج واقع ہوتا لہذا چار ہی عنصر واسطے ترکیب کے پیدا کئے گئے دو عنصر ثقیل ہیں اور دو عنصر خفیف ہیں زمین میں ثقل زیادہ رکھا گیا تاکہ مرکز کو محیط ہو جاوے اور پانی میں ثقل کم رکھا گیا تاکہ زمین سے متصل رہے اور ہوا میں خفت کم رکھی گئی تاکہ پانی اور زمین کے اوپر رہے اور آگ میں بہت خفت رکھی گئی تاکہ سب سے اوپر رہے باقی عناصر جو بعض لوگوں نے بیان کئے وہ بھی انہیں چار سے باہر نہیں خواہ بسیط ہوں یا مرکب ہوں کیونکہ دو کیفیت خالص یا غالب سے کوئی مفرد اور مرکب خالی نہیں ہو سکتا

سوال ان چار عناصر کے فوائد کیا کیا ہیں؟

جواب۔ زمین موالید ثلثہ کا جزو ہے اور اشکال اور ہیئات کی حفاظت کرتی ہے اور حیوانات کی بود و باش اسی پر ہے اور پانی بھی موالید ثلثہ کا جزو ہے اور اشکال کو باسانی قبول کرتا ہے اگر زمین کے ساتھ پانی نہ ہوتا زندگی حیوانات دشوار ہوتی اور ہوا بھی موالید ثلثہ کی ترکیب میں داخل ہے اور مسامات میں داخل ہو کر تخلخل پیدا کرتی ہے اگر ہوا نہ ہوتی تو حیوانات کا زندہ رہنا دشوار ہو جاتا اور آگ بھی موالید کا جزو ہے اور پکانا اور لطیف کرنا اور پانی اور زمین کے اجزا ثقیلہ میں ہوا کو لیجانا ہے اس میں رکھا گیا ہے اور زمین اور پانی اعضاء کی خلقت اور ان

Marfat.com

سکون میں زیادہ معاون ہیں اور ہوا اور آگ ارواح کی خلقت اور تحریک اعضا میں زیادہ معاون ہیں۔

سوال جب کہ جملہ ارکان باہم متضاد ہیں تو کیونکر ان میں اتفاق پیدا ہو گیا اور مختلف صورتیں اور اشکال کے مرکبات عجیب و غریب خود ارکان نے باہم مشورہ کر کے پیدا کر لئے یا کسی دوسری قدرت اور قہر سے مجبور ہو کر باہم مصالحت کر لئے؟

جواب۔ ارکان میں مطلق شعور و فہم نہیں وہ اپنے اقتضا طبعی کو بدون قسر قاسر اور بغیر قہر قہار نہیں چھوڑ سکتے۔ ورنہ مطلوب بالطبع متروک بالطبع ہو جائیگا۔ اور یہ محال ہے لہذا حق تعالیٰ کی یہ قدرت اور حکمت ہے کہ اضداد کو متفق کر کے موالید ثلثہ پیدا کیا۔

سوال اگر مادہ کو قدیم سے قابل صور و اشکال مانا جائے تو کیا خرابی لازم آئیگی۔

جواب۔ مادہ بالکل مبہم شئے ہے اور صور و اشکال کا محتاج ہے بدون صورت اور شکل کے اسکا وجود محال ہے جیسا کہ مذہب فلاسفہ کا ہے اور جب اوسکو قدیم مانا جائے تو اسکو خالق کی ضرورت نہو گی کیونکہ اشیا کو حدوث کی وجہ سے محدث کی ضرورت ہے اور جب کوئی شے قدیم ہو تو اسکو محدث کی کیا حاجت ہے اور اگر بالاضطرار اوس کا صدور مانا جائے تو جہل باری تعالیٰ لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری خرابی یہ ہے کہ تعدد قدما لازم آتا ہے اور دلائل عقلیہ قطعیہ سے

Marfat.com

ثابت ہے کہ بجز ایک ذات واحد قہار کے کوئی شے قدیم نہیں ہوسکتی بلکہ حق تعالیٰ کی صفت ارادہ اور اختیار ہے اگر اضطرار ہو تو خدائی میں نقص و عجز لازم آئیگا۔

سوال۔ بدن انسان میں کس لئے خون پیدا کیا گیا؟

جواب۔ خون کی خلقت میں پانچ فائدے ہیں ایک یہ ہے کہ خون غذا بدن ہوتا ہے اور تحلیل شدہ اجزا بدن کے قائم مقام ہوجاتا ہے یا بمقدار نقصان کے جو سن وقوف میں ہوتا ہے یا زیادہ نقصان سے پہونچتا ہے جیسے سن نمو میں یا ناقص اور کم عوض ہوتا ہے جیسا کہ سن انحطاط میں۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ظاہر بدن کو خون گرم رکھتا ہے تاکہ برد خارجی کی تکلیف کو دفع کرے اسی لئے جو شخص کثیر اللحم ہوتا ہے اس کو برودت سے انفعال کم ہوتا ہے پس اوس کے قوی افعال پر زیادہ قوی ہوتے ہیں اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ روح جو مرکب قویٰ ہے لطیف خون سے پیدا ہوتی ہے اسیوجہ سے جب خون زیادہ نکلجاتا ہے تو بیہوشی اور سقوط نبض عارض ہوتا ہے اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ خون کی وجہ سے چہرہ اور جلد میں جمال اور رونق آجاتی ہیں اور پانچواں فائدہ یہ ہے کہ خون کو طبیعت سے بہت مناسبت ہے اسی لئے طبیعت خون کو دوا کے ذریعہ سے نہیں استفراغ کرتی ہے اور بخل کرتی ہے جب تک کہ باقی اخلاط نہ نکلیں۔

Marfat.com

سوال۔ بلغم کو بدن میں کسلئے پیدا کیا گیا؟
جواب۔ بلغم کیلئے بدن میں کوئی خاص خزانہ مقرر نہیں کیا گیا بلکہ خون کے ساتھ رگوں میں رہتا ہے تاکہ جب کسی عضو کو اتفاق سے غذا نہ ملے تو بلغم چونکہ خون خام ہوتا ہے نضج پاکر قایم مقام خون کے ہوجاتا ہے۔ دوسرا فائدہ بلغم کا یہ ہے کہ بعض اعضا کی غذا ہو جائے جیسے دماغ ہے اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ خون کو اعضا سے خوب چپکا دیتا ہے اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ مفاصل کو بوجہ حرکت کے خشک نہیں ہونے دیتا۔
سوال صفرا کو بدن میں کسواسطے پیدا کیا گیا؟
جواب۔ صفرا اور سودا کا خزانہ پتہ اور تلی ہے تاکہ فضلہ انکا دونوں خزانوں میں رہے اور بدن کو ضرر نہ پہنچائے کیونکہ ان دونوں خلطوں میں خون ہوجانے کی قابلیت نہ تھی اسلئے زائد صفرا کو پتہ میں رکھا گیا تاکہ پتہ اس کو اپنی غذا کرکے باقی کو آنتوں کی طرف ڈالدے اور آنتوں کو فضلہ اور بلغم لزج سے دھو ڈالے اور عضلہ مقعد پر چین پیدا کرکے براز کے واسطے انسان کو برانگیختہ کرے۔
سوال۔ سودا کو کسواسطے بدن میں پیدا کیا گیا؟
جواب۔ سودا جبکہ جگر میں پیدا ہوجاتا ہے تو دو حصہ ہوتا ہے ایک حصہ اُسکا رگوں میں خون کو گاڑھا کرنیکے لئے چلا جاتا ہے تاکہ اعضا کی شکل اور قوام بوجہ غلظ کے خون جلد قبول کرلے اور

Marfat.com

صفرا کا حصہ باریک رگوں میں خون کو اپنی تیزی سے پہونچا دے پس تنقیہ میں صفرا۔ اور اعضاء پر گرنے میں سودا کام آتا ہے اور دوسرا حصہ سودا کا تلی کی طرف جاتا ہے تاکہ بدن کو زائد سودا سے محفوظ رکھے اس زائد سودا سے تلی اپنی غذا لیکر باقی کو دہن معدہ پر ڈالتی ہے تاکہ اسکو گدگدا کر کھانے کی خواہش کرے اگر سودا معدے پر نگرے تو اشتہائے طعام نہیں ہوتی اسیطرح صفرا کا راستہ پتہ سے امعا کی طرف جب بند ہو جاتا ہے تو قولنج عارض ہوتا ہے۔

سوال۔ اگر صرف خون ہی غذائے اعضاء کیا جاتا تو کیا قباحت لازم آتی؟

جواب۔ اگر بدون دوسرے اخلاط کے خون ہی غذا ہوتا تو تمام اعضا آپس میں مشابہ ہو جاتے اور سخت اور نرم کا فرق نہوتا حالانکہ ہڈی میں خون کے ساتھ سودا شریک ہوتا ہے اس لئے وہ زیادہ سخت ہوتی ہے اور دماغ میں بلغم خون کے ساتھ ملکر غذا ہوتا ہے اسلئے دماغ نرم ہوتا ہے۔

سوال۔ بدن میں ہڈی کیوں پیدا کیگئی؟

جواب۔ تاکہ بدن کی مضبوطی اور حرکت اچھی طرح ہو۔

سوال۔ غضروف یعنی نرم ہڈی کسلئے بنائی گئی؟

جواب۔ تاکہ وہ درمیان سخت ہڈیوں اور نرم اعضاء کے حائل رہے اور نرم کو سخت سے خصوصاً وقت ضربہ کے صدمہ

Marfat.com

نہ پہنچے چنانچہ شانہ کی ہڈی میں جو غضروف ہڈی سے کے متصل ہے اسکو غلیظ اور موٹا رکھا گیا ہے اور غضروف گوشت سے متصل ہے اسکو باریک کیا گیا ہے تاکہ بازو کی حرکت سے جلد کو ایذا نہو۔ اور مثل ان غضاریف کے جو پسلیوں کے کنارہ پر لگے ہیں تاکہ ہڈیوں کے سخت کنارے سے جلد کو ایذا نہ ہو اور مثل غضروف خنجری کے جو سینہ کی ہڈیوں کے نیچے اس غرض سے لگایا گیا ہے کہ ہڈی کی سختی سے جلد کو تکلیف نہو۔ اور دوسرا فائدہ غضروف کا یہ ہے کہ جوڑوں کے کنارے رگڑنے میں نہیں ٹوٹتے۔ اور تیسرا فائدہ پیدائش غضروف کا یہ ہے کہ بعضے عضلات کے واسطے جہاں ہڈی نہیں ہو سکتی سہارا اور ستون ہو جائے۔ جیسے جفن کے کنارے پر عضلہ کے ٹیکہ لینے کو اگر ہڈی باریک ہوتی تو ٹوٹ جاتی اور اگر موٹی لگائی جاتی تو جفن کا اٹھانا دشوار ہوتا اسلئے کنارہ جفن پر جو پلک کا منبت ہے ایک غضروف لگایا گیا ہے تاکہ عضلہ کا وتر اس غضروف کے وسط میں بندش پائے اور وتر کے اوپر کو کھچنے سے کل جفن اٹھ جائے اور کھل جائے۔ چوتھا فائدہ غضروف کا یہ ہے کہ اکثر مواضع میں ایسے اعتماد کی حاجت ہوتی ہے جو نہایت سخت نہ ہو۔ چنانچہ ناک میں اور سانس کی نلکی کے اندر غضروف لگائے گئے ہیں تاکہ کھلنا اور بند ہونا آسان ہو۔

سوال۔ پٹھے کس لئے پیدا کئے گئے؟

Marfat.com

جواب:۔ تاکہ اُن کے ذریعہ سے اعضا میں حس و حرکت کی قوت پیدا ہو۔

سوال:۔ کنارے عضلات کے جنکو اوتار کہتے ہیں کس لئے بنائے گئے ہیں؟

جواب:۔ تاکہ اعضائے متحرکہ سے متصل ہو کر انبساط اور انقباض کی حرکت دیں۔

سوال:۔ رباطات کس واسطے ہڈی سے نکالے گئے؟

جواب:۔ اس لئے کہ وہ مفاصل پر ایسے مستحکم باندھے گئے ہیں کہ اپنے جگہ سے جوڑ نہیں ہٹتے اس لئے ان میں حس نہیں رکھی گئی تاکہ کثرت حرکت سے جوان کو لازم ہے ایذا نہو۔ اور دوسرا فائدہ رباط کا یہ ہے کہ اس سے اور پٹھے سے جھلی مرکب ہو۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اعضا کو مضبوط رکھیں۔

سوال:۔ عضلات کو کس لئے پیدا کیا گیا؟

جواب:۔ عضلہ گوشت کی مچھلی کو کہتے ہیں اس کے اندر پٹھے اور رباط کے ریشے کا جال سا ہے اور گوشت بھرا ہوا ہے اور اوپر اس کے جھلی مضبوطی کے واسطے لپٹی ہوئی ہے اور کنارہ عضلہ کا وتر کہلاتا ہے جو پٹھے اور رباط سے بٹ کر نکلا ہے کیونکہ پٹھے دماغ سے دور ہو کر باریک ہو جاتے ہیں۔ ان میں اتنی قوت نہیں کہاں کہ بھاری اعضاء کو حرکت دیں اس لئے اُن کے ساتھ تقویت دینے کو رباط ملایا گیا اور عضلہ سے محفوظ کیا گیا تاکہ تحریک اعضا میں

Marfat.com

دقت ہو۔

سوال۔ شرائین یعنی جہندہ رگیں کس لئے پیدا کی گئیں؟

جواب۔ شرائین کے ذریعہ سے قلب کو راحت دینے کے لئے ہوا پہنچتی ہے اور روح کے ابخرے دخانی مسامات شریانات سے دفع ہوتے ہیں اور نیز شرائین تمام بدن میں قلب سے روح لیکر پہنچاتی ہیں جس طرح پٹھے دماغ سے روح نفسانی لیکر اعضا کو پہنچاتے ہیں۔

سوال۔ رگیں غیر جہندہ جنکو ورید کہتے ہیں کس لئے پیدا کی گئیں؟

جواب۔ تاکہ خون کو جگر سے لیکر تمام اعضا میں پہونچا دیں۔

سوال۔ جھلی کو بدن میں کس لئے پیدا کیا گیا؟

جواب۔ جھلی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بعض اعضا کی حفاظت کرتی ہے جیسے دماغ کی جھلی ہے اگر وہ دماغ کو محیط ہوتی تو بھیجا متفرق ہوجاتا اور اس کی غرض مفقود ہوجاتی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض اعضا کو دوسرے اعضا سے ملا ہوا رکھتی ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹنے دیتی جیسے گردے پر جھلی جو لپٹی ہوئی ہے وہ ان کو پیٹھ کی ہڈیوں سے پیوستگی کر دیتی ہے اور تیسرا نفع جھلی کا یہ ہے کہ اعضائے بے حس کو حس دار کر دیتی ہے چنانچہ ریہ اور کبد اور طحال اور گردے اس لئے بے حس بنائے گئے ہیں کہ سوادا اور ابخرے سے ایذا نپائیں پھیپسا تو اس لئے کہ وہ نرم ڈھیلا عضو ہے

Marfat.com

اور ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور ہوا ردیہ اُس پر گرتے ہیں اور ابخرۂ حارہ اس میں پیدا ہوتے ہیں اگر اسکو حس دار بنایا جاتا تو حرکت اور ہواد اور ابخرہ کی وجہ سے ایذا پاتا اور اس کی وجہ سے قلب کو بھی بسبب اتصال کے تکلیف ہوتی اور جگر کو اس لئے بے حس بنایا گیا کہ صفرا جو اس میں پیدا ہوتا ہے بوجہ شدت حرارت کے اُس کو ایذا دیتا اور تلی اور گردہ اس لئے بے حس کئے گئے کہ اُن کی طرف وہ مادہ آتا ہے جو لذع سے خالی نہیں ہوتا اگر حس دار ہوتے تو ایذا پاتے اور بواسطہ جھلی کے ان اعضا کو اس لئے حساس بنایا گیا تاکہ بوجھلی کے ضرر سے محفوظ رہیں اور تمدد اور ثقل ورم کی آدمی کو اطلاع ہو جائے۔

سوال:۔ گوشت کس لئے پیدا کیا گیا؟

جواب:۔ گوشت اس لئے پیدا کیا گیا تاکہ اعضاء سے گرمی اور سردی کو منع کرے اور خشک ہونے سے محفوظ رکھے اور صدمہ کے ضرر سے بچائے اور بعض اعضا کو سخت اعضاء کی ملاقات کا ضرر نہو اور بعض اعضاء کو ایذا نہو اور ان کی شکل عمدہ ہو جائے چنانچہ سرین کا گوشت بیٹھتے وقت بہت آرام دیتا ہے اور اچھی طرح نشست ہے اور تناسب اعضا بھی بوجہ گوشت کے خوب ہوتا ہے کیونکہ اگر گوشت نہوتا تو اعضا اگر ایک دوسرے کے متصل ہوتے تو تحریک عضلات وحرکت شرائیں دشوار ہو جاتی لہذا اعضاء میں کچھ فصل

Marfat.com

ضرور رہوا پس اگر اُس فرجہ کو اسیطرح فارغ رکھا جاتا اور گوشت سے نہ بھرا جاتا تو ترکیب ضعیف اور واہی ہوجاتی اور وقت حرکت کے اعضا میں تغیر وضع اور اضطراب لازم آتا اس لئے وہ معرض آفات ہوجاتے لہذا اس خالی فضا کو ایسی شئے سے بھر اگیا جو سخت نہو ورنہ وہی خرابی لازم آتی جو درصورت اتصال اعضا کے لازم آتی تھی بلکہ نرم شئے کو اس طرح بھر دیا گیا جس سے اعضا کی وضع بھی محفوظ رہے اور اعضا کو اُس سے تقویت حاصل ہو وہ شئے گوشت اور چربی ہے لیکن گوشت کا بھراؤ بہتر ہے کیونکہ گوشت کی وجہ سے اعضا کو سردی نہیں دیتی اور نیز گوشت حرکت کی وجہ سے نہیں پگلتا اور فنا نہیں ہوتا اور غددی گوشت کے بھی چند فائدے ہیں اسلئے کہ بعض اُسکا ایسی رطوبت پیدا کرتا ہے جس کی طرف نوع کی حفاظت کرنیکے لئے حاجت پڑتی ہے چنانچہ گوشت انثیین کا رطوبت منویہ پیدا کرتا ہے اور بعض اسکا ایسی رطوبت پیدا کرتا ہے جو تغذیہ وغیرہ میں مدد دیتی ہے چنانچہ وہ غدو جو نیچے زبان کے رکھے ہوے ہیں رطوبت لعابیہ کو پیدا کرتے ہیں اور ذائقہ کو قوت اور خشک غذا کو اعانت اس سے ملتی ہے اور بعض اُسکا ضروری شئے کا خزانہ ہے چنانچہ ریہ کا گوشت واسطے ہوا قلب کے خزانہ ہے اس واسطے کہ قلب کی حرکت بہت ہی جلد جلد ہوتی ہے ہر وقت قلب کو ہوا کی ضرورت ہے اور بعض اوقات انسان کو دم روکنے کی طرف احتیاج پڑتی ہے

Marfat.com

چنانچہ وقت براز اور ولادت کے اور مقامات گندہ میں بھی سانس روکنا پڑتا ہے علی ہذا دخان وغبار کی وجہ سے سانس روکا جاتا ہے اگر ریہ میں ہوا مجتمع نہ ہوتی تو کیونکر انسان زندہ رہتا پس ریہ کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے واسطے پیدا کیا ہے کہ ایسے اوقات میں بھی ہوا دیدیا کرے دوسرے اس لئے کہ باہر کی ہوا قلب میں گرد وغبار ملی ہوتی اگر بلا واسطہ جایا کرتی تو قلب کو سخت ایذا پہونچاتی اسلئے ریہ کو واسطہ کیا گیا تاکہ صاف شدہ ہوا کر کے دلکو پہونچا دے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

سوال:۔ اعضا کی طرف غذا کیونکر پہونچ جاتی ہے۔

جواب:۔ ہر عضو میں فی نفسہ قوت غریزی موجود ہے جسکی وجہ سے تغذیہ اعضا ہوتا ہے وہ قوت غریزی جو مبدا فیاض سے ہر عضو پر فائض ہوئی ہے پانچ کام کرتی ہے ایک جذب غذا کیونکہ غذا میں خود جذب ہوجانے کی قابلیت نہیں رکھی گئی دوسرے غذا کو روک رکھنا اسوقت تک کہ وقت معینہ اس میں عمل کرے تیسرے غذا کو رنگ اور قوام عضو کے مشابہ کر دینا چوتھے اس کو عضو سے متصل کر دینا تاکہ بدل ما یتحلل ہوجائے پانچویں اس غذا کے فضلہ کو دفع کرنا۔

سوال:۔ کیا اعضا میں بھی رئیس اور خادم اور رعایا ہیں۔

جواب:۔ جس طرح خارج میں اللہ تعالیٰ نے حاکم اور محکوم بنائے ہیں اسی طرح بدن انسان میں بھی بادشاہت اور رعیت کا خاکہ کھینچا ہے تاکہ انسان کا قیاس اور فہم حق تعالیٰ کی بادشاہت کو مثال سے سمجھی

Marfat.com

سمجھ لے اللہ تعالیٰ نے بدن کے اندر قلب کو قوت حیاۃ کا مبدا بنایا ہے وہی قوت جب دماغ اور جگر میں پہونچتی ہے تو حس وحرکت اور تغذیہ وتنمیہ کا کام دیتی ہے اس لئے قلب کو رئیس مطلق اور معطی غیر قابل کہتے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ بدن انسان میں ایک ایسا مضغہ ہے کہ جب وہ صلاحیت پاتا ہے تمام اعضا میں صلاحیت آجاتی ہے اور جب وہ فاسد ہو جاتا ہے تو تمام اعضا فاسد ہو جاتے ہیں خبردار رہو وہ مضغہ قلب ہے دیکھو صفرا بدن میں جب غلبہ کرتا ہے تو میٹھا بھی کڑوا محسوس ہوتا ہے اسی طرح جب قلب میں حسد بغض جب دنیا کا مرض ہوتا ہے تو کلام واحکام الٰہی کی حلاوت نہیں محسوس کرسکتا اور جب قلب سلیم وصحیح ہوتا ہے تو احکام الٰہی میں وہ لذت پاتا ہے کہ کسی شیرینی میں بھی ایسا مزہ نہیں اور قلب کا خادم جو ہوا کو صاف کرکے پھونچاتا ہے اور غذا کو تیار کرکے بھیجتا ہے ریہ اور کبد ہے اور جو خادم روح حیوانی کو اعضا کی طرف لیجاتا ہے وہ شرائین ہیں اسیطرح دماغ کی خدمت جگر اور تمام اعضای غذا کرتے ہیں اور قوت نفسانی کو دماغ سے تمام اعضا کی طرف اعصاب پھونچاتے ہیں اور جگر کا خادم معدہ اور ماساریقا وطحن ہے اور روح طبعی کو پھونچاتی والے اوردہ ہیں باقی تمام اعضا اسکی رعیت ہیں اسلئے ہر انسان حاکم ہے اور اعضا رعیت ہیں اور قیامت کو ہر آدمی سے رعیت کا سوال کیا جائے گا۔

Marfat.com

سوال :۔ اللہ تعالیٰ نے اعضاء رئیسہ میں صرف دماغ اور جگر اور قلب کو کس لئے منحصر کیا؟

جواب :۔ اس وجہ سے کہ بقائے شخص صرف تین قوت پر موقوف ہے ایک وہ قوت ہے جسکی وجہ سے اعضا محفوظ رہیں اور متفرق نہوں دوسری وہ قوت ہے جس سے اعضا میں حس و حرکت پیدا ہوتا کہ موافق یا مخالف کو ادراک کرکے لیلے یا ہٹجائے تیسری وہ قوت ہے جس سے اعضا کو غذا پہونچے اور اپنی حد تک بالیدگی ہو اب غور کیجئے کہ بجز ان قویٰ کے کونسی قوت باقی ہے جو بقائے شخص کے واسطے ضرور ہو یہی تینوں قوتیں بذریعہ ارواح کے اعضاء رئیسہ سے تمام بدن کو پہونچتی ہیں :۔

سوال :۔ انثیین کو کس لئے پیدا کیا گیا؟

جواب :۔ اس لئے کہ بقائے نوع کیواسطے علاوہ قلب دماغ و جگر کے انثیین کو بھی دخل ہے کیونکہ تولید منی اور حفظ نسل بوجہ انثیین کے ہے اور جبکہ انثیین کو قطع کر دیا جاوے تو نسل بھی منقطع ہو جاتی ہے باقی وہ اعضا جو انثیین کی خدمت کرتے ہیں اور منی کو پہنچاتے ہیں اور ٹھیرلتے ہیں کون نہیں جانتا کہ ان کا وجہ بھی باقصد رہے

سوال :۔ وریدوں کو ایک طبقہ والا سوائے ورید شریانی کے اور شریانوں کو دو طبقہ والا سوائے شریان وریدی کے کس لئے بنایا گیا؟

جواب: چونکہ ورید سے اعضا پر خون ٹپکتا ہے اسلئے اس کو پتلا ایک طبقہ والا کیا گیا اور ورید شریانی کو جو جگر سے قلب کی طرف خون لاتی ہے اس سلئے دو طبقہ کیا گیا تاکہ غذائے قلب اُس میں محفوظ رہے اور شریان کو دو طبقہ والا اسلئے بنایا گیا تاکہ دوام حرکت سے نہ پھٹ جائے اور روح اور خون کو تحلیل نہونے دے اور شریان وریدی کہ جو قلب سے ریہ کی طرف آتی ہے اس لئے ایک طبقہ کیا گیا تاکہ ریہ کو اپنی غلظت اور صلابت سے ایذا نہ پہنچائے اور ریہ سے ہوا کو بذریعہ مسامات کے لیکر قلب کو پہنچائے۔

سوال: معدے کو کس لئے دو طبقہ والا پیدا کیا گیا؟

جواب: چونکہ معدے میں دو فعل ہیں اور وہ دونوں فعل دو مزاج متنافی کے بدون نہیں صادر ہوتے کیونکہ معدی میں قوت حس ضرور ہے تاکہ اشتہا کا شعور ہو جو عصب سے ہوتا ہے اور قوت ہضم بھی معدی کے واسطے لابد ہے اور ہضم بوجہ لحم کے ہوتا ہے اسلئے معدے کو دو طبقے والا کیا گیا۔ اور اندرونی طبقہ عصبانی بنایا گیا تاکہ احساس پیدا ہو اور بیرونی طبقہ لحمانی بنایا گیا تاکہ ہضم غذا ہو اور حس لمس کیلئے طبقہ اندرونی اور ہضم کے لئے بیرونی مطابق عقل ہیں۔

سوال: تجویف اور قوت اور ضعف اور رطوبت کو بعض اعضا میں کس لئے رکھا گیا؟

جواب: جن اعضا کا مزاج خون کے مزاج کے قریب تھا جیسے گوشت

Marfat.com

اُن میں تجویف نہیں رکھی گئی اور جن اعضا میں استحالات کی ضرورت تھی اُن کے مسامات نفوذ رطوبات کے لئے بنا دئے گئے جیسے پھٹے جھلیاں غضروف میں منافذ خفی موجود ہیں اُن کے ذریعے سے وہ اپنی غذا کا استحالہ کر لیتے ہیں اور جو اعضا مزاج خون سے بہت دور تھے اور استحالات کثیرہ کے محتاج تھے اُن میں جوف اور خلو رکھا گیا تا کہ مدت مدید میں اپنی غذا حاصل کرلیں جیسے ہڈی ساق وساعد میں ایک تجویف کیگئی ہے جو غذا کو حاوی ہے یا متعدد تجویفیں کیگئی ہیں جیسے عظم نک اسفل ہیں اور جو اعضا قوی ہیں وہ اپنے فضلات ان اعضائے قریبہ پر ڈالتے ہیں جو ضعیف ہیں چنانچہ قلب کے فضلات بغل میں اور دماغ کے فضلات پس گوش میں اور جگر کے فضلات کنج ران میں گرتے ہیں کیونکہ غذا کا فضلہ اگر اعضائے رئیسہ میں رہتا انکو ضرر پہونچاتا اس لئے وہ فضلہ ایسے اعضا پر ڈالا جاتا ہے جس سے انسان کو ضرر نہیں ہوتا۔

سوال بدن میں مختلف قسم کی ہڈیاں کس واسطے پیدا کی گئیں؟

جواب:۔ بعض ہڈیاں بدن کے حق میں مثل بنیاد کی ہیں جیسے فقار صلب کہ وہ بدن کے لئے مثل اوس لکڑی کے ہیں کہ جب پہلے کشتی تیار کرتے وقت بیچ میں رکھی جاتی ہے اور بعض مثل سپر کے ہیں جیسے یافوخ کی ہڈیاں دماغ کی حفاظت کے لئے ہیں اور پسلی کی ہڈیاں قلب وغیرہ کی حفاظت کی وجہ سے ہیں اور بعض ہڈیاں مثل ہتیار کے ہیں جس سے

Marfat.com

موذی کا صدمہ دفع کیا جاتا ہے چنانچہ فقرات پر سناسن کی ہڈیاں اسلئے لگائی گئی ہیں کہ فقرات پس پشت ہیں اور بصر کی حفاظت سے دور ہیں اور اگر پچھلی جانب ایسا صدمہ پہنچتا ہے جس کا شعور نہیں ہوتا اور بعض ہڈیاں جوڑوں کا بھراؤ ہیں جیسے عظام سمسانیہ جو انگلیوں کے مفاصل میں اسلئے رکھی گئی ہیں تاکہ حرکت کی وجہ سے ہڈی کو نقصان نہ پہنچے اور غضاریف اس لئے نہیں لگائے گئے تاکہ ثقیل نہ ہوجاویں اور بعض ہڈیاں بعض اعضا کیلئے وقت حرکت کے مثل معتمد ہیں جیسے عظم لامی واسطے عضلا حنجرہ وزبان کے محل اعتماد ہے اور بعض ہڈیاں مثل دہلیز اور رگذر گاہ کی ہیں چنانچہ ناک کی ہڈیاں فضلات دماغی کا مخرج اور ہوا خارجی کا مدخل ہیں اور بعض ہڈی ایسی ہے جو میلان سے منع کرتی ہے چنانچہ عظم وتدی عظام فکیں کو داخل کی طرف میلان سے منع کرتی ہے اسیطرح ایڑی کی ہڈی کل بدن کے میلان کو پچھلی جانب وقت قیام کے منع کرتی ہے اور عظام زوج فرجوں کے واقع ہونے کو مانع ہے تاکہ سطح چہرے کی بدوضع نہ ہوجائے اور ایک یہ بھی اوس سے فائدہ ہے کہ عضلہ ماضغہ کے واسطے حفاظت کرے پس اگر بدن کے لئے ایک ہڈی ہوتی تو حرکات مختلفہ بدن سے دشوار ہوجاتے بلکہ تمام ہڈیوں کو ایک دوسرے کے متصل مستحکم کرکے رکھا گیا ورنہ ترکیب بدن بالکل ضعیف اور واہی اور سست ہوجاتی اسلئے حکمت الٰہیہ نے ہڈیوں کو ملا کر رکھا اور تھوڑے فرجہ کو غضروف

Marfat.com

یا تل برابر ہڈی سے پورا کر دیا تاکہ غضروف کی وجہ سے ہڈیاں رگڑ کھا کر ناقص نہو جائیں پس بعض ہڈیوں میں سلیس مفصل رکھا گیا تاکہ آسانی سے حرکت ہو جیسا کہ پہنچا اور کلائی کا جوڑ ہے اور بعض ہڈیوں کا جوڑ ذرا سخت رکھا گیا جیسا کہ شط اور رسغ کا جوڑ یا دو ہڈی شط کا جوڑ ہے کہ بہت کم حرکت کرتا ہے اور بعض ہڈیوں کا جوڑ مضبوط کیا گیا چنانچہ سینہ کی ہڈیاں ہیں اور دانتوں کا جوڑ ہے یا سر کی ہڈیوں کا جوڑ ہے غرض جو کچھ اللہ تعالیٰ نے بدن انسان میں جس ہیئت اور جس شکل سے بنایا ہے وہی عقل کے نزدیک نہایت احسن ہے اور خلاف اُسکا قبیح ہے۔

سوال:۔ سر کی ہڈیاں کسلئے مختلف پیدا کی گئیں ایک ہڈی کیوں نہیں کی گئی؟

جواب:۔ مختلف اغراض کیلئے ہڈیاں بھی مختلف ہی مناسب ہیں کیونکہ بعض ہڈی سخت ہے جیسے عظم وتدی اور بعض نرم ہے جیسے مقدم یافوخ اور بعض متخلخل ہے جیسے ہڈی کل یافوخ کی اور بعض کثیف ہیں جیسے جدار یمین ویسار اور بعض رقیق ہے جیسے دیوار مقدم اور بعض موٹی ہے جیسے دیوار موخر پس جب ان امور میں اختلاف اجزائے ہڈی کا ضرور ہوا تو متعدد ہڈیاں ہی زیادہ مناسب ہیں اگر ایک ہڈی کیجاتی تو ایک جزو میں آفت آنے سے کل ہڈی خراب ہو جاتی اب مختلف ہڈیوں میں وہی ہڈی بوجہ آفت کے خراب ہو گی جس میں

Marfat.com

آفت آئی ہے دوسری ہڈیاں محفوظ رہیں گی دوسرا فائدہ مختلف ہڈیوں کا یہ ہے کہ ان کے ملنے سے درز پیدا ہوتی ہے جس سے دماغ کے ابخرے تحلیل ہو جاتے ہیں اور نیز ریشتے پٹھے کے ان درو زسے نکلکر حس دماغ حس راس میں پیدا کر دیتے ہیں اور نیز عروق وشرائین ان میں صعود کرتے ہیں اور نیز حجاب غلیظ کے اجزا درو زسے متعلق ہوتے ہیں تاکہ دماغ سے وہ حجاب علیحدہ رہے اور دماغ پر تعالت نہ پیدا کرے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

سوال:۔ سر گول اور یمیں ویسار سے دبا ہوا مائل بطول کس لئے بنایا گیا؟

جواب:۔ کیونکہ گول شے وسیع تر اور محفوظ تر ہوتی ہے اور چونکہ اعصاب کے ساتھ جوڑ دماغ سے نکلے ہیں اگر مائل بطول نہ کیا جاتا تو اعصاب ایک دوسرے کی مزاحمت کرتے اور دبجاتے اور اور دو نتو یعنے دو بلندی کو مقدم اور موخر میں اسیوجہ سے رکھا گیا اور مقدم کا ابھار بہ نسبت آخر کے زیادہ کیا گیا اس لئے کہ دماغ کا مقدم حصہ بہ نسبت موخر کی بہت موٹا اور چوڑا ہے جو مقام کی وسعت چاہتا ہے۔

سوال:۔ عظم وتدی کو جو قاعدہ کہلاتی ہے اور عظم موخر کو کس لئے سخت کیا گیا؟

جواب:۔ چونکہ عظم وتدی مثل بنیاد کے ہے لہذا مضبوط ہونا چاہیے

Marfat.com

اور پچھلی ہڈی حراست حواس ہے چونکہ غائب ہے اس سے لئے احتمال ضرر زیادہ تھا لہذا اُس کو بھی سخت پیدا کیا گیا اور یمیں و یسار کو بہ نسبت یافوخ کے اس سے لئے سخت بنایا تاکہ صدمات وسقطات کا ضرر جو اکثر ان دو جانب میں ہوتا ہے نہو۔

سوال :۔ ناک اُٹھی ہوئی اور دو سوراخ والی کسلئے بنائی گئی؟

جواب :۔ ناک کے سوراخ سے انسان ہوا لیتا ہے اور فضلات دماغی دفع کرتا ہے اگر ایک سوراخ بند ہو جائے تو دوسرا کام دیسکے اور ہوا اس میں بھری ہوئی رہتی ہے اور غریب ہوا جلد نہیں داخل ہو سکتی اور قبل پہنچنے کے معتدل ہو جاتی ہے ہر چند اکثر ہوا ریہ کی طرف جاتی ہے لیکن ناک کے ذریعے سے بھی ہوا آلہ شم تک پہنچکر قوت شامہ کو اعانت دیتی ہے اور نیز ہوا سے بعض حروف کی تقطیع آسان ہوتی ہے اور جب زکام کی وجہ سے مجری ناک کا بند ہو جاتا ہے تو کلام میں خلل واقع ہوتا ہے جس طرح بانسلی کے اوپر کا سوراخ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور بند نہیں کیا جاتا ورنہ آواز بند ہو جاتی ہے اسی طرح ناک کا سوراخ بھی کھلا رہے تو آواز اور کلام بآسانی ہوتا ہے اور نیز ناک کی وجہ سے فضلات جو سر سے نازل ہوتے ہیں مستور رہتے ہیں اور اگر ناک نہوتی تو فضلات بہ کر چہرے پر گرتے اور دیکھنے والے کو نفرت ہوتی اور نیز فضلات جھٹکنے پر ناک مدد دیتی ہے کیونکہ جب ناک پکڑ کر ہوا کو زور سے دفع کیا جاتا ہی

Marfat.com

تو فضلات بھی ہمراہ ہوا کے دفع ہو جاتے ہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ ناک اگر پس پشت لگائی جاتی تو قطع نظر قبیح شکل کے بڑی دقت پیش آتی اول یہ کہ روز ائدہ دماغ کے بھی پچھلی جانب سے گئے جاتے حالانکہ گنجائش نہ تھی۔ دوسرے ناک صاف کرنا مشکل ہوجاتا بس ہاتھ اور آنکھیں بھی اسی طرف لگانی پڑتیں پھر وہی اگلی جانب لازم آتی اور ناک کے کنارے پر غضروف لگایا گیا تاکہ اوس کا وسیع کرنا وقت حاجت کے آسان ہو اسی طرح درمیان میں بھی ایک غضروف کھڑا ہوا لگا ہے تاکہ دونوں سوراخ جدا جدا ہو جائیں غرض جس طرح جناب باری نے بنایا بس یوں ہی چاہیئے تھا اُس کی خلقت میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔

سوال :- دانت کس لئے پیدا کئے گئے ؟

جواب :- دانتوں کے چند منافع ہیں۔ ایک یہ کہ تھوک کو روک لیتے ہیں تاکہ چابنے اور کلام کرنے پر اعانت کرے۔ دوسرے یہ کہ گویائی کو عمدہ کرتے ہیں اور جن کے دانت گر جاتے ہیں اُن کا کلام بھی خلل پذیر ہو جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وقت تبسم اور ضحک کے منہ کی ہیئت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور چوتھے یہ کہ قطع اور کسر اور طحن یعنی کاٹنے اور توڑنے اور غذا کے پیسنے میں کام آتے ہیں دانت سامنے کے جن کو ثنایا کہتے ہیں چار ہیں اور اُن کے برابر رباعیات بھی چار ہیں۔ یہ آٹھ دانت واسطے قطع کرنے کے سامنے

Marfat.com

رکھے گئے ہیں اسی لئے انکو چوڑا اور تیز پیدا کیا گیا ہے اُن کے بعد
یمین ویسار میں چار ناب ہیں وہ واسطے توڑنے کے ہیں اس لئے
اُن کو موٹا اور سر تیز بنایا گیا ہے تاکہ توڑنا اشیاء کا آسان ہو اور
آٹھ قطع کے لئے اور چار کسر کے لئے اس لئے بنائے گئے کہ
قطع کی حاجت بہ نسبت کسر کے زیادہ تر ہے کیونکہ اکثر غذائیں نرم
ہی ہوا کرتی ہیں۔ پھر ہر جانب میں چار یا پانچ داڑھ واسطے پیسنے
کے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے ان کے سر چوڑے ہوتے ہیں
جس سے پیسنا سہل ہے پس داڑھ کا عدد زیادہ رکھا گیا کیونکہ
احتیاج چابنے اور پیسنے غذا کی بہت زیادہ ہے اور دانتوں کے
سرے باریک مخروطی بنائے گئے تاکہ فکین کی ہڈیوں کے سوراخ
میں خوب جم جائیں اور روابط قویہ سے اُن جوڑوں کی ایسی بندش
کر دی گئی ہے کہ دانت اپنی جگہ سے زائل نہیں ہوتا اور اگلے
دانتوں میں صرف ایک سرا دانت کا سوراخ ہڈی میں پھنسا ہوا ہے
لیکن داڑھوں میں کم سے کم دو سرا اور تین بھی فک اسفل میں
جڑے ہوئے ہیں مگر فک اعلیٰ میں جو سرے دانتوں کے جڑے
ہوئے ہیں تین تین سے کم نہیں اور بسا اوقات چار بھی ہوتے
ہیں اور داڑھوں کے سرے اس لئے متعدد بنائے ہیں کہ
داڑھوں کے اجسام بڑے بڑے ہیں اور ان کا کام بھی بہت
محنت کا ہے جو توڑنا اور پیسنا ہے۔ اس لئے سروں کی زیادتی

Marfat.com

کرکے استحکام میں احتیاط کی گئی اور اوپر کے دارِصوں میں اسلیے زیادہ سے لگائے گئے کہ وہ معلق ہیں اور اُنکا ثقل خلاف جہت رؤس میں مائل ہے برخلاف نیچے کے دارِصہ کے کہ اس کا ثقل اس کے مرکز ہی کیطرف مائل ہے؟

سوال - پیٹھ میں فقرات کس لیئے پیدا کیے گئے اور حرام مغز کسواسطے بنایا گیا جملہ اعصاب دماغ ہی سے کیوں نہیں نکالے گئے؟

جواب - فقرات یعنی منکوں کو پیٹھ میں نخاع یعنے حرام مغز کا سلک اور راستہ بنایا گیا ہے کیونکہ اگر جملہ اعصاب دماغ سے نکالے جاتے اور نخاع کو دماغ کے پیچھے دماغ نہ نکالا جاتا تو چند قباحتیں لازم آتیں ایک یہ کہ دماغ بہت بڑے مقدار میں ہوتا اور بدن کو اس کا اٹھانا ایذا دیتا دوسری قباحت یہ ہوتی کہ دماغی اعصاب کو بہت دور تک مسافت طے کرنی پڑتی جس سے آفات اور انقطاع کے عروض کا اندیشہ تھا تیسرے یہ کہ اُن پٹھوں کا طول اُنکی قوت کو ست اور ضعیف کر دیتا جبکہ وہ ثقیل اعضاء کو جذب کرتے اس لیئے جناب باری عز اسمہ نے ایک حصہ دماغ کا نیچے کیطرف نازل کر دیا تاکہ اسکے آگے اعصاب یمین و یسار میں جو اعضاء قریب ہوں اُنہیں تقسیم ہو جائیں پھر اُس دماغی حصہ کو بذریعہ فقرات کے محفوظ کر دیا تاکہ آفات سے بعید رہے اور اگر فقرات کے آگے نخاع کو واسطے زیادتی حفاظت کے رکھا جاتا تو قلب کیوجہ سے بہت گرمی اُسکو ضرر دیتی اور اس کا

مزاج جس سے قوت حس و حرکت نفوذ کرتی ہے فاسد ہو جاتا اس لئے پچھلی طرف میں رکھا گیا اور ہڈی موٹی فقرات کے آگے رہی تاکہ قلب کی گرمی سے محفوظ رہے دوسرا فائدہ فقرات کا یہ بھی ہے کہ وہ اعضار شریفہ کیواسطے مثل سپر اور نگاہبان کے ہیں جو اس کے آگے رکھے ہوئے ہیں جیسے دل ریہ وغیرہ اسی لئے فقرات میں سناسن لگائے گئے ہیں اُن کانٹوں کی وجہ سے صدمہ اور آفت کا ضرر کمتر ہو۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ فقرات بدن کی ہڈیوں کیواسطے مثل لکڑی کشتی کے ہیں جو اول لگائی جاتی ہے اس کے بعد دو طرفہ دوسری لکڑیں اُس میں جڑی جاتی ہیں اسیوجہ سے اس کو سخت پیدا کیا گیا۔ اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ فقرات کیوجہ سے بدن کی حرکت بطرف جہات مختلفہ آسان ہو گئی اگر ایک ہڈی بنائی جاتی تو مختلف حرکات اس سے کیسے صادر ہوتے اور اگر بڑی مقدار کی چند ہڈیں بنائی جاتیں تو صدور حرکات آسانی اور سہولت سے نہ ہوتا اس لئے چند فقرات باہم ملے ہوئے اور علحدہ بنائے گئے اور اُن کے جوڑ کو نہ بہت ہی سخت اور مضبوط کیا گیا ورنہ جھکنا اور مڑنا دشوار ہوتا اور نہ بہت ہی نرم جوڑ رکھا گیا ورنہ ترکیب ضعیف ہو جاتی لہذا بین بین مفاصل فقرات کے کہ قدرے نرم اور قدرے سخت ہوں پیدا کئے گئے تاکہ کاروائی عمدہ ہو۔

سوال۔ گردن کس لئے پیدا کیگئی؟

Marfat.com

جواب۔ گردن میں ریہ کی نلکی رکھی گئی ہے جو آواز اور دم کشی کا کام دیتی ہے اور کھانیکی نالی بھی گردن میں حفاظت کیلئے رکھی گئی ہے اور آواز بعد مسافت میں ہوا بھر کر اور زور سے نکلکر خوب ظاہر ہوتی ہے جب ریہ تحریک صدر سے منقبض ہوتا ہے تو ہوا زور سے نکلتی ہے اسی لئے قصبہ ریہ غضروفی بنایا گیا ہے تاکہ ہوا قوت سے اس کے منہ پر آکر آواز دے۔ مثلاً بانسلی میں جب ہوا پھونکی جائے تو اسکی مسافت میں خوب زور سے نکلکر آواز دیتی ہے اسیطرح سانس کا راستہ بھی طویل رکھا گیا اور اس کو گردن میں محفوظ کیا گیا تاکہ آواز برابر ہو اور جس شئے کی گردن نہیں ہوتی اُس کو ریہ اور آواز بھی نہیں ہوتی جیسے مچھلی اور سانپ کی آواز نہیں ہوتی ہے اور سانپ کی آواز جو مشہور ہے وہ غلط اور بے اصل ہے۔ پھر چونکہ اوپر والے منکے گردن کے محمول تھے اس لئے اُنکا جرم نیچے کے فقرات سے چھوٹا بنایا گیا کیونکہ محمول حامل سے ہلکا ہونا ضرور ہے تاکہ حرکات کا انتظام اچھا رہے اور چونکہ نخاع اُن میں سے جاتا ہے اور نخاع کا اول حصہ موٹا ہے اس لئے اس کیواسطے سوراخ وسیع کیئے گئے اور چونکہ صغر فقرات اور وسعت سوراخ سے ضعف آجاتا ہے اس لئے جرم فقرات بہت مضبوط بنایا گیا اور بوجہ صغر فقرات کے سناسن اُن کے بھی بہت چھوٹے چھوٹے کیئے گئے کیونکہ اگر بڑے بڑے ہوتی تو ٹوٹنے کا اندیشہ

Marfat.com

تھا جبکہ کوئی صدمہ پہنچتا اور چونکہ سناسن چھوٹے کئے گئے اس لئے جناح ان فقرات گردن کے بڑے و شرے والے کئے گئے کیونکہ جناح میں جو یمین ویسار میں ہوتا ہے اس قدر صدمہ نہیں ہوتا جتنا سناسن میں ہوتا ہے اور چونکہ گردن کی حرکت زیادہ ادھر ادھر ہوتی ہے اس لئے اس کے فقرات کے مفاصل سبک کئے گئے باقی حالات تمام فقرات کے کہ ان میں سوراخ مشترک یا مستقل اور سناسن معوج اوپر کی طرف یا نیچے کی طرف اور مفاصل وغیرہ ایسے ایسے کیوں ہوئے چونکہ اس کے دلائل مشکل تھے اور عام فہم نہ تھے اس لئے ان کو نہیں لکھا گیا جسکو استعداد ہو قانون شیخ میں دیکھ لے۔

سوال - پسلی کی ہڈئیں متعدد و مختلف کس لئے پیدا کی گئیں۔

جواب - اگر ایک ہڈی پسلی کی ہوتی تو وہی خرابی لازم آتی کہ بعض میں آفت آنے سے جمیع ہڈی ماؤف ہو جاتی دوسرے یہ کہ ایک ہڈی ثقیل ہو جاتی تیسرے یہ کہ ایک ہڈی میں انبساط آسان نہ ہوتا چوتھے یہ کہ ایک ہڈی میں عضلات سینہ کے جو آواز اور کلام میں اعانت کرتے ہیں کیسے ہوتے اور جو اضلاع ریہ اور قلب کو محیط تھے ان کو طرف سے کامل کیا گیا کہ پیٹھ کے فقرات سے پچھلی طرف میں اور سینہ کی ہڈیوں سے اگلی جانب میں ملا دئے گئے اور جو اضلاع کہ جگر اور طحال کی حفاظت کے واسطے ہیں ان کو پچھلی جانب میں فقرات سے

Marfat.com

متصل کر دیا گیا کیونکہ پچھلی طرف کو بصارت حفاظت نہیں کر سکتی اور اگلی طرف سے اُن کے کناروں پر غضروف لگا کر بلا اتصال چھوڑ دیا گیا تاکہ معدہ کے واسطے وقت امتلا کے مکان وسیع ہو سکے۔

سوال ۱۰۔ شانے کی ہڈی کس لئے بنائی گئی؟

جواب ۱۰۔ دو فائدے کے واسطے شانہ کی ہڈی بنائی گئی ہے ایک فائدہ یہ ہے کہ بازو اور ہاتھ کا تعلق کتف کی ہڈی سے ہو اور پسلی اور سینے سے نہو اگر پسلیوں میں ہڈی ہاتھ کی متصل کیجاتی تو ہاتھ کی حرکت بہت تنگ ہو جاتی کیونکہ فاصلہ دونوں ہاتوں میں بہت کم رہتا اس لئے ہاتھ کو جدا ہڈی میں جوڑا گیا تاکہ حرکات میں وسعت ہو اور دوسرا فائدہ کتف کی ہڈی کا یہ ہے کہ وہ ہڈی اُن اعضا کی حافظ ہے جو سینہ میں محصور ہیں اس لئے کہ اضلاع تو سینے کی ہڈی سے ملکر اُن اعضا کی حفاظت اگلی جانب اور اگلی جانب کی دو طرفہ سے کرتے ہیں اور فقرات گردن و اعلیٰ صدر کی وسط خلف سے حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن دونوں طرف خلف میں کوئی حافظ نہ تھا اس لئے پچھلی طرف شانہ کی ہڈی لگائی گئی تاکہ اتصال بازو اور حفاظت صدر بآسانی ہو اور بازو کی ہڈی کا سرا شانہ کی ہڈی کے گڑھے میں رکھا گیا اور دو زائدوں سے اوپر اور نیچے کے اُس کو محفوظ کیا گیا تاکہ وقت حرکت کے منفصل سے علیحدہ نہ ہو جاوے و بایں ہمہ چار رباطوں سے اُس کو مضبوط کر دیا گیا ہے پورا مضمون عبارت کا انسان کی ہڈی کے مشاہدہ کرنے سے

Marfat.com

خوب واضح ہوجائیگا۔

سوال ۵۔ ہاتھ کی ہتیلی اور پنجہ اور انگلیوں کے تین جوڑ اور انگوٹھے کو علیحدہ انگلیوں کی صف سے کسواسطے پیدا کیا گیا؟

جواب :۔ چونکہ انسان صناعات اور حرکات کثیرہ کا محتاج ہے اسلئے حق تعالیٰ نے ہتیلی اور انگلیاں اس کی پیدا کردیں تاکہ گرفت اشیا کی خصوصاً گول چیزوں کی ہاتھ سے خوب ہو اور انگلیوں کو بالکل لحمی نہیں بنایا گیا تاکہ افعال ان کے ضعیف اور ناقص نہوں جیساکہ اکثر کیڑے اور مچھلیوں کے ہوتے ہیں اور متعدد ہڈیں ہر انگلی کی اس سلئے پیدا کیں کہ اگر ایک ہڈی انگلی کی ہوتی تو مڑنا اور مختلف حرکت کرنا دشوار ہوتا بلکہ تمام افعال دشوار ہوجاتے اور جو تین جوڑ سے زیادہ بنائے جاتے تو ضبط اشیا میں بوجہ زیادتی مفاصل کے ضعف ہوتا خصوصاً وہ اشیاء جن میں زیادہ مضبوطی کی حاجت ہے زیادہ مفاصل سے گرفت کماینبغی نہ کی جاتی اور جو دو ہڈیاں ہر انگلی میں کیجاتیں تو بیشک مضبوطی خوب ہوتی لیکن حرکات بقدر کفایت سے ناقص ہوجاتے حالانکہ انگلیوں میں نسبت مضبوطی کے مختلف حرکات کی زیادہ حاجت ہی اسلئے تین پر انتصار کیا گیا اور ہر جوڑ نیچے سے چوڑا اور موٹا اور اوپر سے چھوٹا کیا گیا اور نیچے کے جوڑ اوپر والوں سے بڑے کئے گئے حتی کہ انگلیونکا کنارہ بہت باریک ہوگیا کیونکہ حامل محمول سے اقوی ہونا چاہئے اور جوڑوں کو گول اسلئے رکھا گیا تاکہ قبول آفات سے بعید رہیں اور ان کو سخت بلا تجویف پیدا کیا گیا اس لئے کہ اگر سخت نہوں یا

ہوں اور جوف دار ہوں تو قبض اشیاء اور جر تقیل مشکل ہو جائے اور باطن سے تقعر اور ظاہر سے تحدب اُن میں اس لئے کیا گیا تاکہ ضبط اشیاء اور ملنا اور دبانا چیز کا آسانی سے ہو اور باہم جوڑوں میں تقعر اور تحدب نہیں رکھا گیا تاکہ برابر ملکر مثل ایک ہڈی کے ہو جائیں اور درمیان میں کھلی ہوئی جگہ نرہے کیونکہ بعض وقت اُنگلیوں کو برابر سطح مستوی کرنا پڑتا ہے اور کبھی پانی وغیرہ لینے کے واسطے معوج کرنا پڑتا ہے البتہ اس جانب میں قدرے تحدب رکھا گیا جس میں انگلی سے اتصال نہیں ہے تاکہ وقت قبض کے کچھ تدویر پیدا ہو جو قبول آفات سے بعید ہے اور باطن انگلیوں کا گوشت دار کیا گیا تاکہ جلد کو وقت زیادتی قوت کے ایذا نہو اور تاکہ وہ گوشت مقبوض شے سے دبجائے اور گرفت خوب ہو اور خارج کی طرف اس لئے گوشت نہیں کیا تاکہ دو طرفہ گوشت سے ثقل پیدا ہو کر حرکات میں ضعف نہ پیدا ہو اور تاکہ گھونسا مثل ہتیار کے تکلیف دے اور انگلی بیچ کی بڑی اسکے بعد بنصر پھر انگلی شہادت پھر چھنگلیا اس لئے کی گئیں تاکہ وقت قبض چاروں انگلیوں کے کنارے برابر ہو جاویں۔ اور انگوٹھے کو سب سے علیحدہ رکھا گیا تاکہ ہر انگلی سے اس کی نسبت برابر ہو اور ہر انگلی سے ملکر کسی شئے کو گرفت کرسکے اور جس مقام پر انگوٹھے کو رکھا گیا ہے اس سے بہتر مقام کوئی عقل تجویز نہیں کرسکتی کیونکہ انگوٹھے کو اگر ہتیلی میں لگایا جاتا تو ہتیلی کے اکثر افعال

Marfat.com

باطل ہوجاتے اور اگر ھتیلی کی پچھلی طرف لگایا جاتا تو اس کا فائدہ بالکل ہی باطل ہوجاتا اور کچھ کار آمد نہوتا بلکہ معرض آفات ہوجاتا اور اگر خنصر کی طرف اس کو رکھا جاتا تو قبض اشیا دونوں ہاتھ سے مشکل ہوتا اور جو برابر صف میں انگلیوں کی لگایا جاتا تو سب انگلیوں سے برابر نسبت نہ رہتی جیسے کہ اب ہے اور چننا اشیار کا دشوار ہوجاتا اور نیز اس مقام میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ مٹھی پر انگوٹھا مثل سرپوش کے ہوجاتا ہے اور نکلنے سے مقبوض کے اوپر کی طرف سے منع کرتا ہے جیسا کہ خنصر نیچے کی طرف سے مانع ہوتی ہے۔

سوال:۔ ناخن کس لئے پیدا کئے گئے؟

جواب:۔ ناخن کے پیدا کرنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ پوروں کو سہارا ہو اس لئے کہ پورو وے لحمی ہیں اگر سخت شے کو اُن سے گرفت کیا جائے تو دبکر باہر کی طرف مائل ہوجائیں اسلئے ناخن کو اُن کے اعتماد اور سہارے کے واسطے پیدا کیا گیا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان بوجہ ناخن کے باریک اشیاء کو اٹھا سکتا ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان اپنے اعضا کو اُن سے کھجلا سکتا ہے اور میل وغیرہ دور کر سکتا ہے اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ وقت ضرورت کے ناخن ہتیار کا کام دیتے ہیں لیکن پہلے تین فائدے انسان کے مناسب ہیں اور چوتھا فائدہ درندوں کے زیادہ موافق ہے اور پانچواں یہ فائدہ ہے کہ سخت گرہ ناخن سے کھل جاتی ہے

Marfat.com

اور چھٹا فائدہ یہ ہے کہ بعض نرم اشیاء کو ناخن سے چیر لیا جاتا ہے اور ساتواں فائدہ انگلیوں کی زینت ہے کیونکہ ناخن کی وجہ سے انگلی کی شکل اچھی معلوم ہوتی ہے اور ناخن کی گولائی اسی وجہ سے ہے کہ آفات سے بعید رہے اور نرم ہڈی سے اس لئے ناخن بنایا گیا تاکہ وقت صدمہ کے دب جائے اور نہ ٹوٹے اور ناخن کو دائم النشو پیدا کیا گیا کیونکہ وہ رگڑے کے مقام میں ہے اگر ہمیشہ اسکو نشو ونما نہوتا تو رگڑ اکھا کر فنا ہو جاتا۔

سوال:۔ عظم عانہ کس لئے پیدا کیگئی؟

جواب:۔ پیڑو کے دونوں طرف دو ہڈئیں اسلئے پیدا کی گئیں ہیں کہ ان کے اندر مثانہ اور رحم اور عروق منی اور حلقۂ دبر اور امعا محفوظ رہتے ہیں اور وہ دونوں ہڈئیں اپنے مافوق کی ہڈیوں کو اٹھالی ہوئی ہیں اور ماتحت کی ہڈیوں کی ناقل ہیں اور ران کی ہڈی کا سر انہی ہڈیوں کے تقعیر میں رکھا ہوا ہے۔

سوال:۔ قدم کو نیچی طرف سے کس لئے مقعر کیا گیا؟

جواب:۔ کیونکہ میل قدم کا چلتے وقت برابر میل دوسرے قدم کے ہو جاتا ہے جو زمین پر رکھا جاتا ہے اس لئے آدمی کا قیام معتدل رہتا ہے اور دوسرا فائدہ تلوے کا یہ ہے کہ اٹھی ہوئی شے پر قدم رکھنے سے تکلیف نہیں ہوتی اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بلندی پہاڑ پر چڑھنا اور سیڑھی کے کنارے پر قدم رکھنا آسان ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور درخت پر بھی چڑھنا سہل ہوتا ہے غرض کہ کل ہڈئیں بدن انسان میں دوسو اڑتالیس ہیں جو لفظ رحم کے عدد ہوتے ہیں دونوں ہاتھ میں ساٹھ ہڈیاں ہیں اور دونوں پیر میں بھی ساٹھ ہیں اور فقرات تینتس اور اضلاع چوبیس اور دانت بتیس اور عظم عانہ دو اور عظم ترقوہ یعنی ہنسلی دو اور عظم کتف دو اور قلہ کتف دو اور فک اسفل دو اور فک اعلی چودہ اور ناک کی ہڈیاں دو اور رخسارہ کی دو اور سر کی سات اور عظم زوج چار اور اعظم رکبہ دو فن تشریح سے اعضای انسانی کی تشکل وہیئت ومقدار وغیرہ مفصل ومدلل معلوم ہوتے ہیں اس رسالہ میں تشریح کے متعلق بہت بحث نہیں کی گئی کیونکہ یہ فن بدون مشاہدے کے کماینبغی ذہن نشیں نہیں ہوتا اور اگر اعضائے انسانی کی تمام حالات اور حکمتیں بیاں کیجائیں تو بڑی ضخیم کتاب ہو جائے چونکہ اس رسالہ میں صرف حمد باری تعالیٰ مقصود ہے جسکی کچھ انتہا نہیں اسلئے جو کچھ جسوقت خیال میں آجاتا ہے تحریر کیا جاتا ہے حضرات ناظرین معززین صرف مضامیں پر غور فرمائیں عبارت مقفی اور مسجع اور مرتب سے قطع نظر کر کے اور سہو وخطا سے اغماض کر کے کل کتاب ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ حنجرہ یعنے قصبہ ریہ کا منہ جس میں سے سانس جاتی ہے اس میں تین غضروف کس لئے پیدا کئے گئے اور اس کو مری سے جو مجری خورونوش ہے کس وجہ سے آگے رکھا گیا؟

Marfat.com

جواب :- چونکہ مجری نسیم کا وسط دیہ کے متصل ہونا ضرور ہے
تاکہ اس کے سب اجزا میں ہوا برابر نفوذ کرے اور یہ صورت بدون
اس کے ممکن نہ تھی کہ سانس کا مجری اول اور مقدم رکھا جائے
اور مجری طعام کا اس کے بعد پیچھے ہو اس لئے قصبہ ریہ اور حنجرہ
کو منفذ طعام سے آگے رکھا گیا دوسرا سبب یہ ہے کہ باطن کیجانب
زیادہ گرم ہوتی ہے اور ہوا جانے والی سرد ہونا چاہئے اگر پیچھے
رکھا جاتا یہ غرض حاصل نہ ہوتی تیسری وجہ یہ ہے کہ مجری نسیم اعلیٰ حنجرہ
میں ہونا چاہئے اور تجویف اسکی وسیع ہو تاکہ ہوائے کثیر لے سکے اور
اعلیٰ گردن کا تنگ ہے اس لئے مجری ہوا کو اگلی جانب رکھا گیا تاکہ
وسعت اور تمدد ہو سکے اور حنجرہ میں تین غضروف لگائے گئے ایک
غضروف نہیں لگایا گیا تاکہ اس کی آفت سے آفت عام نہ ہو جائے
اور تاکہ بڑی آواز کے وقت وسیع تر ہو جائے اور باریک آواز
کے واسطے تنگ ہو سکے پس ایک غضروف مجری دم کا اگلی جانب
میں لگا ہوا ہے جو حس لمسی اور حس بصری سے گردن میں معلوم ہوتا
ہے اسکا نام درقی ہے کیوں کہ باطن سے مقعر اور ظاہر سے محدب
مثل ڈھال کے ہے اور دوسرا غضروف اس کے پیچھے مقابل میں
لگا ہوا ہے اس کا نام لااسم لہ ہے یہ دونوں غضروف وسیع
اور تنگ ہو جاتے ہیں اور چونکہ لقمہ اس طرف سے گزرتا ہے
اس لئے بنظر احتیاط ایک اور غضروف تیسرا لگایا گیا جس کو مکبی کہتے

Marfat.com

کہتے ہیں تاکہ وقت جانے لقمہ کے حنجرے کے منہ کو بند کرلے اور مثل سرپوش اور حائل کے ہوجائے اور کھانا مجری دم میں نجائے اس غضروف کھی ہیں و ہ مقام میں تقعر ہے جس میں دو زائدہ الاسم لہ کے گھسے ہوئے رہتے ہیں جب آدمی سانس لیتا ہے یا کلام کرتا ہے وہ ڈھکن کھلجاتا ہے اور جب پانی کھانا استعمال کرتا ہے تو وہ ڈھکن منہ پر گر کر اس کو ڈھانک دیتا ہے تاکہ مجری نسیم کو طعام و آب سے کچھ ایذا نہو اسی سے لئے جب انسان کھاتے ہیں کلام کرتا ہے تو کھانسی بے اختیار ہو جاتی ہے جب تک مجری صاف نہو چین نہیں آتا غرض کچھ انسان کے اعضا ہی میں صنعت و حکمت کا انحصار نہیں بلکہ جملہ انواع میں جناب باری نے وہ وہ حکمتیں اور باریکیاں رکھی ہیں کہ عقل انسانی دنگ ہوجائے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت کی کچھ انتہا نہیں معلوم ہوتی خصوصا انسان کے واسطے کسقدر اکرام اور انعام اور احسان کیا ہے کہ اس کا عشر عشیر بھی کوئی نہیں کرسکتا اور اگر کوئی شخص کسی پر انعام بھی کرے تو اللہ تعالیٰ کے انعام سے خارج نہیں ہوسکتا جس طرف نظر کو اٹھاکر دیکھے سب اُسی قادر مختار کا ظہور ہے بڑا تعجب ہے کہ انسان کو اس کے محسوسات اور معقولات میں حق تعالیٰ سے فراموشی ہو اور نہایت حیرت کا مقام ہے کہ آدمی کو حق تعالیٰ کے ذکر سے انسیت اور دلبستگی نہو وہ لوگ کس قدر دور جا پڑے ہیں جو نماز میں روزہ میں زکوٰۃ میں حج میں تلاوت میں ذکر اللہ میں لذت نہیں پاتے اور نہ اپنی حالت پر دل سے افسوس

Marfat.com

کرتے ہیں ذرا غور کریں تو معلوم ہو کہ وہ بڑی نعمت سے محروم ہو گئے اب بجز اس کے کوئی تدبیر عمدہ نہیں کہ زار زار رویا کریں اور دل سے دعا کیا کریں مضطر کی دعا وہی قبول کرتا ہے اور ہر شئے میں وہی لذت پیدا کر سکتا ہے آخر حواس اور محسوسات میں اسی نے لذت اور فرحت اور سرور پیدا کیا ہے کیا تعمیل احکام الٰہی میں لذت نہیں پیدا کیا ہوگا بیشک کیا ہے لیکن ادراک اس لذت کا اخلاص پر موقوف ہے اور بدون اخلاص کے آدمی دیندار نہیں ہو سکتا آدمی کو کھانے پینے میں لباس میں روپیہ میں ملاقات میں جماع میں شراب میں حسن صورت میں کیسا مزہ آتا ہے کہ اصلی مزہ اور لذت کو جو حاصل کرنا چاہئے فراموش کر کے صرف خیالی لذت پر قناعت کر لیتا ہے اور حلال اور حرام میں بھی بہت کم امتیاز کرتا ہے کیا ذکر الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی میں سب لذائذ کا جوہر موجود نہیں؟ بیشک ہے مگر اس کا ادراک اور علم یقینی ہر انسان میں مخفی ہے جس کیلئے مشیت ایزدی نے چاہا ظاہر کر دیا اور جسکی قابلیت اور استعداد میں ظہور کی قابلیت نہ تھی وہ محروم رہگیا۔

سوال:۔ جناب رسول اللہ صلعم کے زمانۂ خیر القرون میں کیا کیا خوبیاں تھیں؟

جواب:۔ انصاف یہ ہے کہ زمانہ جناب نبی آخر الزماں کا اگلے اور پچھلے زمانوں سے بہتر تھا ہر خوبی کے اصول اسی زمانہ میں

Marfat.com

قائم ہوئے تھے تمام دنیا کو علم و عمل بتلایا گیا علوم مختلفہ اور اعمال متفرقہ میں تمیز پیدا ہو گئی بھلائی اور برائی کو علٰحدہ علٰحدہ کر دیا گیا دین اور دنیا میں امتیاز ظاہر ہو گیا اس زمانہ سے پہلے جہالت اور تاریکی کی گھٹا تمام عالم پر چھا گئی تھی حتیٰ کہ انسانوں میں انسانیت کا نام و نشان بھی نہ تھا محض بہائم اور درندوں کے عادات اور اطوار اہل عقل نے اختیار کر لئے تھے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے تہذیب اور تمدن عنقا ہو گیا تھا فن الٰہیات سے کوئی واقف نہ تھا عقائد اور اعمال بہت خراب تھے کوئی آگ کو خدا جانتا تھا اور کوئی پتھر کو اور کوئی دیر کو اور کوئی شیطان کو اور کوئی انسان کو غرض محسوسات کو لوگوں نے خدا قرار دیا تھا خیالی اور مصنوعی خدا ہزاروں تھے اصلی خدا کے اوصاف اور کمالات اور مرضیات اور احکامات سے کوئی بھی کماینبغی واقف نہ تھا بلکہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسا اعتقاد رکھتے تھے جو بالکل خلاف عقل و نقل تھا ایسے وقت میں بڑے اولوالعزم رسول کی ضرورت تھی جو اللہ تعالےٰ نے پوری کی اور ایسے رسول کو بھیجا جنکا نظیر کسی زمانہ میں پیدا نہیں ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوگا انؐ پر رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور خاتم النبیین کا لقب ان کو ملگیا اب اگر تمام دنیا بھی چاہے کہ دوسرا نبی بنائے ہرگز ممکن نہیں اسی طرح اگر تمام جن و انس چاہیں کہ دوسرا قرآن بنالیں ہرگز نہیں کر سکتے اگرچہ کیسا ہی باہم اتفاق کر لیں تیرہ سو برس سے زیادہ گذر گئے

Marfat.com

مگر کوئی شخص دوسرا قرآن باوجود اعلان عام کے نہ لاسکا اور نہ کوئی شخص خاتم النبیین کاسا کام کرسکا ہرچند تمام مخالفین اسلام نے بڑا ہی زور مارا اور بہت کچھ سعی حتی الامکان کی لیکن دین اسلام میں ذرا بھی فرق نہ آیا بلکہ وہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے برابر ترقی کرتا رہا اور اب بھی جس کا جی چاہے اسلام کا سب ادیان سے مقابلہ کرکے قرآن شریف اور احادیث نبوی کی تعلیم کو دوسری تعلیمات سے موازنہ کرکے ازراہ انصاف بیان کرے کہ اسلام تمام دنیا کے مذاہب سے اعلیٰ اور اکمل ہے اسلام ہی کی بدولت تمام دنیا کو علم وعمل کی خوبی مفصل معلوم ہوگئی اور ہر مذہب وملت والا تحصیل علم کی طرف راغب ہوا جناب خاتم النبیین کی تعلیم سے ہزاروں امی رشک ارسطو وافلاطون بن گئے اور دنیا کی بادشاہت اور سلطنت اور دولت ان کی نظر میں بازیچۂ اطفال ہوگئی انہوں نے بڑی ہی کوشش اور جانفشانی کرکے علم وعمل کو تمام عالم میں شایع کردیا اور حق و باطل کو جدا کردیا جناب رسول اللہ صلعم کی علمی اور عملی تعلیم کو قیاس کیجئے کہ کس قوت اور کس شان والی تھی کہ اب تک ان کی شوکت اور ہیبت تمام عالم کے دلوں میں موج زن اور خیمہ افگن ہے اسی لئے آپ کو رحمۃ للعالمین کا لقب دیا گیا ہے یہ ایسا فیض تھا جس سے کوئی متنفس محروم نہیں رہا اور جس قدر جناب نبی آخر الزمان نے اللہ تعالیٰ کے واسطے

Marfat.com

تکلیف اور ایذا کی برداشت کی کسی نبی کو اس قدر ایذا نہیں دی گئی ہے بہت مشکل امر ہے کہ اکیلا شخص تمام جہاں کے خلاف میں کامیاب ہو بجز تائید غیبی ایسا عروج حاصل نہیں ہو سکتا جس قدر مذاہب باطلہ تھے سب کا استیصال ہو گیا اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ اور تنزیہات اور افعال سے سب واقف ہو گئے اعمال کی تفصیل سب کو معلوم ہو گئی حجت اور استدلال اور حرام اور حلال کے طریقے ظاہر ہو گئے یونانیوں کے فلسفہ اور منطق کی حقیقت منکشف ہو گئی فتنہ اور فساد اور مکر اور چوری اور خیانت اور شراب خوری اور اقسام ظلم اور زنا اور سود خواری اور اعجاب راے اور خودستائی اور غیبت وغیرہ کو صاف صاف واضح بیان سے منع کر دیا گیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ایسا مفصل اور مکمل بتلایا گیا کہ کسی مذہب میں اُس کی نظیر نہیں ملسکتی صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلاوری اور جرأت اور سعی اور جانفشانی اور ہمت اور اعمال شاقہ دیکھکر سب قوموں نے غیرت اور شرم کرکے اپنی ہمت اور کوشش کو بھی جولان کیا صحابہ کی غرض ملک گیری اور تجارت اور صنعت اور حرفت اور تعلیم علوم وغیرہ سے بجز اشاعت اسلام کچھ نہ تھی وہ تا وقت واپسیں بڑی مستعدی کے ساتھ اشاعت اسلام میں سرگرم رہے انکا باہم جنگ وجدال بھی اسی غرض سے تھا اُن کی دیکھا دیکھی دوسری قوموں نے بھی اشاعت مذہب کو ضروری سمجھکر کچھ کچھ کوشش کی

Marfat.com

اور اپنے ذہن میں ایسا غلط خیال جمایا کہ ترقی دنیا سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے صحابہ کی ترقی روز افزوں کو دنیاوی سمجھکو ہر قوم کو حرص پیدا ہوئی کہ جس طرح ممکن ہو ترقی مال و دولت ہی کرنا چاہیے حالانکہ صحابہ کی غرض صرف اعلاء کلمۃ اللہ تھی دنیا اگر بالتبع ان کو حاصل ہوگئی تو کیا قباحت ہے صحابہ کی کوششیں بیحد دیکھکر اکثر آدمیوں نے دنیا طلبی پر محمول کر کے دین اسلام سے انکار کیا اور بڑی نعمت سے محروم رہے کاش اگر ان کو یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ سب کوششیں اللہ واسطے کی تھیں تو ہرگز دنیا کے دہوکے میں نہ آتے اور ترقی دارین سے مثل صحابہ کے ممتاز و مشرف ہوتے چنانچہ جن لوگوں نے صحابہ کی پیروی کی اور ان کے اخلاص اور ہمدردی اسلامی کو معلوم کیا وہ ابتک اسلامی افعال و اعمال کو یاد کر کے افسوس کیا کرتے ہیں اور رویا کرتے ہیں اگر انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو دولتمند ہوکر ادا کرے تو ایسی دولت سے دارین کا فائدہ ہے بعض صحابہ دولتمند تھے لیکن احکام شرعیہ میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے تھے بلکہ اسلام اُن کی ہمدردی قومی کا اب تک ممنون ہے زکوٰۃ ادا کرتے تھے یتیم اور بیوہ اور مسکین اور مسافر اور محتاج کی خبرگیری رکھتے تھے ہر کار خیر میں سبقت لیجاتے تھے اُن کے مال و دولت سے بھی سب قوموں نے فائدہ اٹھایا ہے

Marfat.com

صحابہ کی دلبستگی سوائے اطاعت خدا اور رسول کے کسی شے سے نہ تھی مخالفین اسلام کے قلوب صحابہ سے بہت مرعوب تھے اُن کی شجاعت اور حکمت اور مستعدی سے بڑے بڑے بادشاہ ڈرتے تھے اور بڑے بڑے بہادر صحابہ کی شجاعت دیکھکر دنگ ہو جاتے تھے صحابہ میں باہم الفت اور محبت اور اتفاق صرف اسلام کی بدولت پیدا ہوا قبل اسلام کے عداوت اور بغض اور مخالفت باہمی اس قدر تھی کہ کسی قوم میں ایسی نہیں اللہ تعالے ایسی مقدس ذات بابرکات رسول معظم خلق مجسم کو ان کے اندر پیدا کیا کہ سب قبائل مثل شیر و شکر کے باہم مل گئے اور قدیم عداوت سچی صداقت بنگئی کیا یہ اعجاز نہیں؟ کہ رسول امی کی تعلیم اور صحبت سے ساری قوم کے تمام صفات اعلیٰ درجہ کے ہو جائیں اور جاہل لوگ ایسے عالم بن جائیں کہ جس کی نظیر کسی قوم میں نہ ملسکے صحابہ کا زہد و تقویٰ اور عبادات اور معاملات کو اگر دیکھا جائے تو وہ بھی حیرت انگیز ہیں یہ سب خوبیاں صرف فیض صحبت کا اثر ہی ہے ع ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا ۔ وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا تھی ۔ صحابہ میں جس قدر کمالات اور اوصاف تھے صرف جناب رسالتماب صلعم کے فیض صحبت سے تھے جو شخص صدق دل سے ایمان لاتا تھا اگرچہ وہ کسی قوم کا ہو وہ فیض صحبت سے ایسا عالی ہمت اور بلند خیال اور پاک طینت اور متقی ہو جاتا تھا کہ سالہاسال

Marfat.com

کی محنت میں بھی یہ مرتبہ حاصل ہونا دشوار ہے صحابہ کا لباس اور
خوراک اور معاملات اور عبادات سب خدائے تعالیٰ کیواسطے
تھے نشست و برخاست میں کچھ تکلف نہ تھا اور نہ وقت ملاقات کے
تصنع یا خوشامد تھی تجارت اور معاملات میں ذکر اللہ سے غافل نہیں
ہوتے تھے سامانہ خانہ داری بہت مختصر اور ضروری رکھتے تھے
مال و دولت کی ترقی سے بہت ڈرتے تھے ان کا ظاہر و باطن
یکساں تھا وہ تعمیل احکام الٰہی میں ملامت کا خوف نہیں کرتے تھے
اُن کو جھوٹی باتوں اور جھوٹے وعدوں سے سخت نفرت تھی
وہ رسوم جاہلیت سے بہت بچتے تھے وہ تعویذ گنڈوں کو
مکروہ جانتے تھے وہ اُن بدعات سے بہت پرہیز کرتے تھے
جو دین میں داخل نہیں اور لوگوں نے اپنی طرف سے ان کو
باعث اجر و ثواب سمجھلیا ہے نئی بات کو جس کی اصل شرع میں
نہو داخل دین کرنا اور اس میں ثواب اور عقاب کا اعتقاد رکھنا در
پردہ شرک فی النبوۃ ہے صحابہ کا تو یہ حال تھا کہ بدعات سے خواہ
اچھے معلوم ہوں یا برے نہایت اجتناب کرتے تھے اور طریقہ مسنونہ
کو اگرچہ مستحب ہی ہو ترک نہیں کرتے تھے آپس میں سلام علیک
اور مصافحہ کا دستور تھا آداب و تسلیمات و بندگی و سر افگندگی کچھ نہ تھا
شادی میں نوبت نقارہ نفیری وغیرہ کی رسم نہ تھی اور نہ دعوت
و تقسیم نوبے کا دستور تھا آج کل اگر کوئی نکاح میں اپنے پیر اور بزرگو نکو

Marfat.com

نہ بلائے تو مردود بنجائے جناب سرور کائنات کے زمانہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک عورت سے شادی کر لی اور آنحضرت صلعم کی اُس میں دعوت نہ کی جب خدمت والا میں حاضر ہوے تو آپ نے کپڑوں پر اثر زردی دیکھکر فرمایا یہ کیا ہے عرض کیا میں نے ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے آپنے فرمایا ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری ہو اسوقت شادیوں میں یہ وقتیں اور مصیبتیں کہاں تھیں جواب ہیں آج کل تو اکثر شادییں سودی روپیہ لیکر ہوا کرتی ہیں زیور ایسا ہو اور پلنگ ایسا ہو اور جوڑا ایسا اور مہر تو سب اخراجات سے بہت زیادہ ہے بلکہ صرف دل خوش کرنے کو مہر کی بہت بڑی رقم مقرر کیجاتی ہے لین دین کا پتا نہیں غریب مسکین بھی لاکھ روپیہ اور لاکھ اشرفی کا نام سنکر اسوقت خوش ہوجاتا ہے غرض جسقدر خرچ شادیوں میں غربا آجکل کرتے ہیں اور وہ بھی بے محل اور بے موقع ہوتا ہے صحابہ کے وقت میں اُمرا بھی اتنا خرچ نہیں کرتے تھے آج کل تو شادی کے قرضہ سے برسوں تک خلاصی ممکن نہیں سود در سود بڑھتا ہے ادا کرتے کرتے ناک میں دم آتا ہے اور تو تو میں میں اور دوسری تکالیف مزید براں ہے پھر عذر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شادی فرض ہے یہ فرض بغیر سودی قرض کے کیسے ادا ہوسکتا ہے پھر اگر شرع کے موافق تدابیر بتلائی جائیں تو کون سنتا ہے ہزار حدیث ایک طرف اور ایک رسم اور عادت ایک طرف بھلا صحابہ میں ان باتوں کا پتا بھی

نہ تھا وہ سنت نبوی سے سر مو تجاوز نہیں کرتے تھے سچ یہ ہے کہ وہ
اصلی مسلمان تھے اور اب نقلی مسلمان بھی نہیں رہے الا ماشاء اللہ
انصاف کیجئے کہ صحابہ کو سچی محبت تھی یا ہمکو ہے اس زمانہ میں زبانی
دعویٰ بہت کچھ ہے مگر افعال بالکل مخالف ہیں صحابہ کو ہر حال میں رجوع
الی اللہ ہوا کرتا تھا اب مسلمانوں میں رجوع الی الخلق کا مرض پھیل
گیا ہے مصیبت اور حاجت کے وقت مزاروں پر دوڑتے
ہیں اور قرآن اور حدیث کو نہیں دیکھتے کہ کسقدر تاکید کی گئی ہے
کہ بجز حق تعالیٰ کے کسی سے دعا مت کرو اور سوائے اُس کے
کسی کو حاجت روا مت جانو خود وہ بزرگ جنکی طرف لوگ ایسے
متوجہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف بھی ایسے متوجہ نہیں خدائے تعالیٰ
ہی کو اپنا حاجت روا سمجھتے تھے اور اسی سے دعا کیا کرتے
تھے جہال بیچارے کیا کریں یہ سب قصور واعظوں اور مشائخ
بے علم کا ہے جنہوں نے موضوع اور ضعیف روایات پر اپنے مذہب
کا دار و مدار رکھا ہے اور صریح آیات واحادیث سے نہ خود
واقف ہیں اور نہ جاہلوں اور مریدوں کو واقف ہونے دیتے
ہیں بھلا صحابہ کے زمانہ میں یہ قبر پرستی و پیر پرستی کہاں تھی سب کا مقصود قرآن
و حدیث صحیح تھا آجکل قرآن و حدیث کو چھوڑکر دوسرے رسالوں اور اقوال پر اسلام
اور فقیری کی بنیاد ہے اس زمانہ کے حالات اور صحابہ کے
زمانہ کے حالات میں یوں بعید ہے جھنڈا کھڑا کرنے والے

Marfat.com

اور گیارہویں اور بارہویں کی فاتحہ ضروری سمجھنے والے اور روہم چہلم کرنے والے اور عرس کو ضرور و واجب جاننے والے اور اولیاء اللہ کو برتاؤ میں خدا سمجھنے والے اور نیچری اور قادیانی اور دوسرے جو اپنی عقل اور خیال اور رائے یورپ کو ترجیح دینے والے ہیں کوئی بھی ان میں سے قرون ثلثہ کے طریق پر نہیں معلوم ہوتا گو دلائل رطب و یابس اپنی اپنی عقل سے ہر ایک بیان کرتا ہے مگر نصوص صریحہ کے مقابلہ میں دلائل کی کچھ بھی وقعت نہیں پھر وہ دلائل بھی تو نہیں بلکہ وہ قرائن اور خیالات کا ایک نقشہ ہے جو ابلہ فریبی میں بے مثل ہے کوئی جہالت سے اور کوئی حب جاہ سے اور کوئی کج رائے سے اور کوئی عناد اور شہرت پسندی سے صراط مستقیم قدیم چھوڑ کر جدید طریقہ اور نیا مذہب ایجاد کیا ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بیدین اور اہل الرائے کے پھندے سے محفوظ رکھے خوب یاد رکھنا چاہئیے کہ صحابہ کا طریقہ وہی تھا جو جناب رسالتمآب صلعم نے تعلیم کیا تھا کبھی کوئی حکم شرعی مصلحت کی وجہ سے اُس زمانہ میں متروک نہیں ہوا بعض عقل کے دشمن اور اپنی عقل کے بندے مصلحت کو بھی چھٹا رکن اسلام سمجھتے ہیں اور صلح حدیبیہ کی سند لاتے ہیں حالانکہ اس صلح میں کوئی شرعی حکم کا خلاف نہ تھا اور جو صلح اور مصلحت کہ خلاف شرع ہو اور اُس میں احکام شرعیہ کا ترک لازم آتا ہو وہ مردود

اور ممنوع ہے گناہ کو گناہ سمجھکر کرنا اس قدر برا نہیں جس قدر گناہ کو صواب سمجھکر کرنا برا ہے فاعتبروا یا اولی الالباب۔

سوال:۔ اس چودہویں صدی میں مسلمانوں میں کیا کیا برائیاں اور کیا خوبیاں ہیں۔

جواب:۔ اکثر مسلمانوں میں جہالت اور خود پسندی و غرور و تعلّی وسستی کاہلی وجبانت وخیانت و فریب دہی وجھوٹ وخلاف وعدگی ونقض عہد ونشہ بازی کبوتربازی ومرغ بازی بیٹر بازی وتیتر بازی وپست ہمتی وظلم وتعدی وپتنگ بازی وضعف عقیدت ونفاق وبغض وکینہ واسراف وفخر نسب وسرقہ وزنا وغیبت وتقلید کفار وپابندی رسوم وترک صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ واخلاص بہت شائع ہے لیکن ایمان تقلیدی جہال زمانہ کا ایمان فلاسفہ سے زیادہ تر مستحکم ہے اور خوبیاں مسلمانوں میں یہ ہیں کہ ان کا ایمان اگرچہ بہ نسبت زمانہ سابق کے ضعیف ہے لیکن سب قوموں کے ایمان برائے نام سے افضل و اعلیٰ ہے اور جس قدر مسلمانوں میں محبت خدا و رسول ہے کسی قوم میں نہیں اور جس قدر رقیق القلب اور مسافر نواز اہل اسلام ہیں کوئی قوم نہیں اور دینداری کا پاس ولحاظ اور خوف خدا جتنا اہل اسلام کو ہے دوسری قوموں کو نہیں ہرچند مسلمانوں میں بہت سی برائی ہے مگر دوسری قوموں کی برائیاں ان سے بہت زیادہ ہیں خصوصاً عقائد حقہ و اعمال صالحہ اہل اسلام کے تمام دنیا سے افضل

Marfat.com

ہیں ہرچند دنیوی اعمال میں اہل اسلام دوسرے اقوام سے پیچھے ہیں لیکن اعمال اخروی میں اہل اسلام کو سب پر فضیلت ہے مسلمانوں میں توبہ واستغفار و دعا و توحید سب قوموں سے بہتر ہے مسلمانوں کو بدکاری و بدتہذیبی و فحش و کذب و فریب وغیرہ پر اس قدر اصرار و استحکام نہیں جس قدر کہ دوسری قوموں کو ہے۔

سوال:۔ دین اور دنیا میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ دین ایسی تعمیل کو کہتے ہیں جس سے انسان کو آخرت میں کامیابی حاصل ہو اور دنیا کھیل اور تماشا اور سج دھج بناؤ سنگار اور تفاخر کرنا اور اموال اور اولاد پر اترانا ہے دیندار آدمی دنیا کو اسی قدر اختیار کرتا ہے جس کی شرع شریف میں اجازت ہے تیر اندازی کی مشق کرنا اور گھوڑے کو ہموار کرنا اور اپنی بیوی سے کھیل کرنا شرع میں جائز ہے لیکن نہ اس قدر کہ نماز وغیرہ ضروری احکام کو ترک کیا جائے اور زیب و زینت بھی بقدر ضرورت جائز ہے لیکن وہ زینت جائز نہیں جو خلاف شرع ہو مثلاً مردوں کو ریشمی لباس پہنا اور سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا اور داڑھی منڈوانا یا چڑھانا یا پاجامہ ٹخنے سے نیچے رکھنا یا کتا پالنا یا مونچھیں بڑی رکھنا یا دوسری قوموں کا لباس پہنکر اسلامی لباس کی تحقیر کرنا یا کفار سے تشبہ

Marfat.com

پیدا کرنا یا سامان دنیوی پر اترانا اور فخر کرنا ممنوع ہے ایک امیر اس بلد میں عنقریب گزرے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص صرف کنگھی کرنیوالا سو سو روپیہ ماہوار پر نوکر تھا ایک روز اتفاق سے وہ نہیں آیا اس دن وہ امیر صاحب باہر برآمد نہیں ہوئے اور جو شخص ملنے کو آتا اس سے یہ عذر کر دیتے کہ کنگھی کرنے والے صاحب نہیں آئے اس لئے معافی چاہتا ہوں اور دوسرے امیر تھے جنکے پاس ایک شخص صرف مونچھیں مروڑنے پر ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کا نوکر تھا جب تک خوب مونچھوں کو ان کی وہ شخص نہیں مروڑتا گھر ہی میں بیٹھے رہتے غرض زیب و زینت کے سامان جمع کرنے میں بہت کم آدمی ہیں جو شرع شریف کے مطابق کرتے ہوں اکثر امراؤں کے مکانوں میں تصاویر اور سونے چاندی کے ظروف موجود ہیں اور باوجود یکہ جانتے ہیں کہ شرع میں تصویر رکھنا اور سونے چاندی کا استعمال کرنا منع ہے پھر بھی ذرا خوف نہیں کرتے بلکہ ناچ رنگ کھیل تماشہ شراب کباب مزامیر وغیرہ لوازم امارت سے ہو گیا ہے ہر چند طبیعت انسانی میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زینت دی ہوئی چیزوں سے نفرت کرے لیکن حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اختیاری فعل ہے جس سے انسان منع کیا گیا ہے اور جب آدمی حقوق مال ادا کرتا ہے مثلاً زکوٰۃ دیتا ہے اور اہل و عیال اور والدین اور مساکین کی

Marfat.com

حاجت روائی کرتا ہے اور یتیم اور بیوہ اور محتاج کی خبر گیری کرتا ہے اور ضروریات دین میں اپنا مال خرچ کرتا ہے تو ایسا مال نیک مرد کے لئے اچھا ہے اسی طرح اولاد صالح بھی دین کی معین ہوتی ہے غرض ذات اشیاء دنیا نہیں جب تک اُن کی محبت ایسی نہو کہ آدمی کو احکام شرع سے غافل کر دے اور جبکہ دنیاوی اشیا انسان کے واسطے دین میں اعانت کرتی ہیں اسلئے ان کو مزرعۃ الآخرۃ کہنا بجا ہے جیسا کہ تلوار کو کسی ظالم یا مجنون کے ہاتھ میں دینے سے فساد کا اندیشہ ہے اسی طرح دنیا کو بیدین کے پاس ہونے سے تخریب دین ہے جو شخص موقع اور بے موقع بلا لحاظ شرع کے مال میں تصرف کرے اس کے حق میں وہ مال مزرعۃ الآخرہ نہیں بلکہ وبال ہے اور جو شخص موقع اور بے موقع کو پہچانتا ہے اور حدود شرعیہ کے مطابق تعمیل کرتا ہے اس کو مال و دولت سے کوئی ضرر نہیں لیکن حتی الامکان کسب دنیا بقدر کفایت کافی ہے اور حرص دنیا طلبی میں اندیشہ ہے کہ حد اعتدال سے کہیں تجاوز نہ ہو جائے دیکھو انبیا علیہم السلام میں کس قدر زہد و تقویٰ تھا کہ دنیا سے سب کو ایسا ڈرلاتے تھے جیسا کہ شیطان اور نفس سے خوف دلاتے تھے کیونکہ یہ تینوں چیزیں جب ملجاتی ہیں تو پھر انسان شیطان مجسم بن جاتا ہے اور حق تعالی سے دور پڑ جاتا ہے اور تفاخر یعنی اترانا بہت برا ہے بعض صاحبونکو

Marfat.com

اپنے علو نسبی پر غرہ ہے اور اس کو سب فضائل میں سے افضل
جانتے ہیں اور بعض مال و دولت کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں اور بعض
اپنے لباس اور سواری کو دیکھکر اکڑ جاتے ہیں اور بعض کو اپنی
قوت بیانیہ پر اور بعض کو شاعری پر اور بعض کو کتب خانون پر اور
بعض کو پختہ محل اور فرش جھاڑ فانوس پر اور بعض کو اپنے آباؤ اجداد
پر بڑا فخر ہے خود تو شریف بن گئے اور باقی غربا میں کچھ نہ کچھ نقص نکالدیا
غرض جو کام خلاف شرع ہے وہ دنیائے دنی میں داخل ہے
کسی مسلمان کے نقصان یا مصیبت یا عیوب سنکر دل میں خوش ہونا
رشوت خیانت جھوٹی گواہی جوا زنا شراب سرقہ غصب ربوا لہو و لعب
وجملہ محرماست و ممنوعات دنیا میں شامل ہیں الدنیا جیفۃ وطلابہا کلاب
یعنی دنیا مثل مردار کے ہے اور اس کے طلبا مثل کتوں کے
ہیں لیکن دنیا کی جڑ یہ نفس امارہ اور اس کی ناجائز خواہشیں ہیں
جنکی وجہ سے انسان دنیا کے جال میں پھنس گیا اور جو کام نکرتے
تھے کرنے لگا اور خدا و رسول سے لڑنے لگا قرآن مجید
اور احادیث شریف کے نصائح ایسے پر تاثیر ہیں کہ بجز محروم
ازلی کے کوئی انکار نہیں کرسکتا اور بجز بندۂ ہوا و ہوس کے کوئی غیر
مستفید نہیں ہوسکتا دنیا کو بعض کاسہ لیس عین دین بتلاتے ہیں
یہ ان کی فہم کا قصور نہیں بلکہ صرف تقلید اس کی باعث ہے صحبت
کا اثر جسقدر ہندوستان میں جلد ترقی کر گیا کہیں ایسا نہیں کیا خدا جانے

Marfat.com

اسلامی عقائد ان مسلمانوں کے دل میں راسخ ہوئے تھے یا نہیں اگر راسخ الاعتقاد ہوتے ہرگز تاویلات پر دین کی بنیاد نہ رکھتے کیا پہلے لوگ مخالفین کے اقوال و افعال کو نہیں سنتے تھے اور نہیں دیکھتے تھے اُن کو اس قدر دلچسپی نئی روشنی سے نہ تھی جسقدر کہ اس زمانہ میں اہل ہند کو ہے مخالفین کی ترقی دنیا نے اہل ہند کو ایسا دیوانہ اور فریفتہ کرلیا ہے کہ ان کے پیچھے پیچھے ترقی میدان میں دوڑے چلے جاتے ہیں اور ٹھوکریں کھاتے ہیں اور مرتے چلے جاتے ہیں مگر ان کی برابری نہیں کرسکتے انجمنیں اور سوسائٹیاں اور کانفرنس اور مسلم لیگ اور کالج ایجاد کرتے ہیں لیکن ہنوز روز اول بھلا دن اگرچاہے کہ میں رات کو دوڑ کر پکڑ لوں ہرگز نہیں پکڑ سکتا ہاں جب دن بھی مثل رات کے ہو جائے تو پھر لگا زنگ قومی کا مزہ آجائے کوئی مذہب سچا مثل جھوٹے مذہب کے ترقی دنیا نہیں کرسکتا یہود و نصاریٰ نے جب تک اپنا مذہب ترک نکیا ترقی دنیا ہرگز نہ سکے چندروز میں یہ نام کے مسلمان بھی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی کرینگے بلکہ مشتے نمونہ خروارے بعض نام کے مسلمانوں نے آج کل مذہب اسلام کو چھوڑ بھی دیا ہے اور اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور مہذب اور بھلا آدمی سمجھتے ہیں اور غریب مساکین مسلمانوں کو جاہل اور غیر مہذب اور بدکار جانتے ہیں انکی تقلید میں اکثر نوجوان بھی مذہب حق کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور اکثر جہال کو اپنی تقریر و تحریر کا

Marfat.com

گردیدہ بنالیا ہے اور اپنی لکچر اور اسپیچ رکھا ہے جسکے الفاظ چست اور معانی سست بلکہ لایعنی ہوتے ہیں۔ یہ تقریر اور فصاحت الفاظ سنکر عوام الناس کے خیال میں جم گیا ہے کہ جب الفاظ ایسے ہیں تو معانی بھی عمدہ ہوں گے اس لئے تھوڑی معاش والے بھی ترقی ترقی پکارتے پھرتے ہیں ایک عالم ہے کہ ترقی کا نام سنکر بلا سوچے سمجھے دوسری قوم کے پیچھے دست بستہ اور پا شکستہ ٹھوکریں کھاتا چلا جاتا ہے اب کتنا ہی چیخو چلاؤ کہ ادہر آؤ کون سنتا ہے جو نیت امام کی وہ میری کا مضمون ہے خدا تعالی کے یہاں سے قلم اور ہل اترا کہ دونوں میں سے جس کو چاہو لیلو گاؤں کے گنوار ہل کو بڑا دیکھکر جا لپٹے اور عقلا نے قلم کو لیلیا اسی طرح سامان دنیا کا مقلدین یورپ کی نظر میں بڑا معلوم ہوا وہ اس کو لپٹ گئے اور سچے پکے مسلمان چھوٹا سامان بقدر ضرورت لیکر آخرت میں سعی کرنے لگے بیشک عقلا اور دوراندیش یہی لوگ ہیں اعضا میں سب برابر ہیں مگر عقول میں مختلف ہیں۔

سوال:۔ جب دنیا مزرعۃ الآخرۃ ہے تو بدون حصول دنیا کے آخرت کے واسطے کیونکر سعی ہوسکتی ہے اور بدون حصول سلطنت کے اسلام کو کیسے غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔

جواب:۔ حصول آخرت کے واسطے دنیا میں سے صرف بقدر کفایت ضرور ہے جسکے اسباب ہرجگہ ہر شخص کے واسطے

Marfat.com

موجود ہیں مثلاً انسان کو طعام ولباس ضرور ہے اس کو ترقی دینا اور عمدہ کھانے اور قیمتی لباس کی فکر میں پریشان پھرنا اور تیری میری خوشامد کرنا کیا ضرور ہے کوئی کام یا ہنر یا تجارت یا زراعت یا مشقت کرنے سے مایحتاج حاصل ہو سکتا ہے بریانی اور مزعفر اور شاہی اور شکمپور کیا ضرور ہے کیا ارزاں قیمت لباس اور کم قیمت کپڑے سے ستر بدن نہیں ہو سکتا کیا قیمتی لباس ہی آدمی کی آبرو منحصر ہے اگر ایسی انسانیت ہے کہ بدون لباس فاخرہ کے قابل تعظیم وتکریم نہیں تو ایسے انسان سے بہایم بہتر ہیں دوسرا سبب ضروری ہوا ہے وہ ہر جگہ بلا وقت ہر متنفس کو میسر آتی ہے تیسرا سبب ضروری سونا اور جاگنا ہے وہ بھی وقت طلب نہیں چوتھا سبب ضروری حرکت اور سکون بدنی ہے پانچواں سبب ضروری حرکت اور سکون نفسانی ہے یہ دونوں بھی خریدنے نہیں پڑتے چھٹا سبب ضروری احتباس واستفراغ ہے یعنے اس شے کا بدن میں رہنا جو قابل بدن ہے اور اس شے کا نکلنا جو بدن کے کار آمد نہیں پس پیچھے سبب ضروری تین جنہیں صرف کھانے اور کپڑے کے واسطے انسان کو سعی کرنی پڑتی ہے باقی پانچوں سبب مفت ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان اور اس کی معیشت کا سامان پیدا کیا ہے اگر بذریعہ نوکری یا تجارت یا زراعت یا حرفہ وغیرہ کے انسان کو کھانا کپڑا میسر آوے تو انسانیت سے بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے مشغلہ میں بھول جاوے

صرف ایک سبب ضروری کی تلاش اور ترقی میں احکام آلہیہ سے غفلت کرنا بڑی نادانی اور بدقسمتی ہے حالانکہ کھانا کپڑا، ایسا ضروری نہیں جیساکہ باقی پانچ سبب نہایت ضروری ہیں جن کو اللہ تعالے نے بلا محنت ومشقت انسان کے حضرت انسان کو عطا فرمایا ہے حیف صد حیف کہ آدمی کھانے کپڑے کی خاطر سے اللہ تعالے اور اُس کے رسول کی فرماں برداری میں کوتاہی کرے اور بادشاہ اور امیر اور کچہری کی حاضری میں ضروریات دین کو چھوڑ بیٹھے اور حاضری دربار آلہی پر انسانی دربار کی حاضری کو مقدم سمجھے باوجود اینہمہ دعوے اسلام کیا کرے اور اسلامی کام نکرے۔

جاننا چاہیئے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے پہلے اس امر کا سچا اقرار کرنا کہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اُس کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز۔ تیسرے زکواۃ۔ چوتھے روزے۔ پانچویں حج ہے ان امور کا ادا کرنا بادشاہت اور سلطنت پر موقوف نہیں۔ اسلام تو حقتعالیٰ کی سلطنت اور بادشاہت ثابت اور ظاہر کرنے کو آیا ہے اور دنیا کی سلطنتوں کو مذموم بتلاتا ہے اسلام اس لئے نہیں آیا کہ اسلام کے حیلہ سے لوگ عیش دنیاوی میں مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ بعض بادشاہ مسلمانوں میں ایسے بدکار اور ظالم ہوئے ہیں جب اسلام میں ضعف وقصور واقع ہوا اگر اُن کے مقابلہ میں کسی نے اپنی جان کو خدا کے واسطے صرف کر دیا اور شہید

Marfat.com

ہو گیا تو اُس سے زیادہ کون شہید ہو سکتا ہے۔ غرض دنیا کی بادشاہت میں اکثر افراط و تفریط ہو جاتی ہے۔ جس خیال کا بادشاہ ہوتا ہے وہی خیال رعایا میں سرایت کرتا ہے اور طرح طرح کی بدعات مذمومہ داخل دین کر لئے جاتے ہیں۔ تعزیہ پرستی و قبر پرستی کو جاہل بادشاہوں نے کیسا رواج دیا کہ ابتک ایک مخلوق اُس میں مبتلا ہے اور شعار اسلام سمجھتی ہے اور بعض بادشاہ ایسے آزاد ہوئے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کو حق جانتے تھے۔ بھلا اُن سے اسلام کو کیا غلبہ حاصل ہوا بلکہ انہیں بادشاہوں سے اسلام کو تنزل ہو گیا۔ پس اول اصلی اسلام قائم ہونا ضرور ہے جیسا کہ قرن اول میں تھا۔ پھر بادشاہت اور حکومت اور حب جاہ کے ولولے سب فنا ہو جائینگے۔ آج کل بعض صاحبوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں چونکہ سلطنت اور حکومت نہیں اس لئے اُن کے اسلام میں نقصان ہے یہ خیال محض غلط ہے کیونکہ اسلام کے ضعف کا باعث صرف حکومت و بادشاہت دنیوی ہے۔ جس قدر اسلام میں تنزل واقع ہوا سب دولت و حکومت و حب جاہ کی بدولت ہوا اگر پورا اسلام قائم رہتا تو ہرگز ایسی لغو آرزوئیں نہ ہوتیں اور اگر کوئی جاہل دنیا دار سلطنت کی آرزو بھی کرتا تو اہل علم اُسکو مضحکہ بنا لیتے اور شیخ چلی کا لقب اُن کو دیتے اسلام کی شان ان سب خیالی پلاؤ سے بالاتر ہے نہ اُسکو دولت کی پرواہ ہے اور نہ افلاس کا ڈر ہے صحابہ نے افلاس کی حالت میں اسلام کی شان کو وہ ترقی دی

جو اُن کے بعد کسی دولت سے نہ ہوسکی وہ صرف کھجور اور پانی پر گذارا کرتے تھے اور نوا یجاد کھانے اُن کے کانوں تک بھی نہیں پہونچے تھے۔ غرض اسلام کو کما ینبغی ترقی افلاس ہی کے وقت میسر آئی اور جس قدر مسلمانوں میں دولت اور ثروت کو ترقی ہوتی گئی اسیقدر اسلام کو تنزل ہوتا گیا اب بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ جس قدر غربا اور مفلس مسلمانوں میں خدا ترسی اور دینداری کا مضمون ہوتا ہے اُس قدر امرا میں نہیں ہوتا اب جو دولتمند ہیں اُن سے بھلا اسلام کو کیا فائدہ ہے جو دولت کی آرزو کی جائے۔ البتہ بھانڈ، قوال، رنڈیاں، ناچ رنگ میں اُن کا بڑا خرچ ہے۔ امیری میں اسلام سے واقف ہونا عیب جانتے ہیں اور اذان وامامت کا تمسخر کرتے ہیں اور مسجد میں مرنے کے بعد ایک بار لوگوں کے کاندھے پر سوار ہو کر آتے ہیں شکستہ حال غریب مسکین کے برابر نماز میں کھڑا ہونا باعث عار ہے اور اگر اتفاق سے مسجد میں چلے گئے اور سائل اور حاجتمند اُن کو لپٹے تو پھر کبھی مسجد کی طرف رخ نہیں کرتے۔ بلکہ گھر میں بھی نماز نہیں پڑھتے عیاشی میں باکی کہاں جو نماز ادا ہو اور حدیث میں وارد ہی حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی محبت دنیا کی سب خطاؤں کی اصل ہے پس اکثر امرا ہی مسلمانوں کے خیر خواہ بنکر دنیا کی ترغیب دلاتے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں ہم تو ڈوبے ہیں مگر تم کو بھی لے ڈوبینگے وہ لوگ اسلام کی حقیقت سے بالکل واقف نہیں جو اسلام اور دولت کو

Marfat.com

لازم و ملزوم اور توام جانتے ہیں اُنہیں کا اسلام ایسا ہے کہ دولت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے اور افلاس میں پژمردہ اور افسردہ رہتا ہے وہ دراصل اسلام نہیں بلکہ نفسانی اور شیطانی فریب ہے کہ کفار کو عیش و عشرت میں دیکھکر یہ خیال آتا ہے کہ مسلمانوں کو جو مطیع و فرمانبردار اور حقدار ہیں اگر کفار سے زیادہ نہیں تو برابر ہی دولت و حشمت کیوں نہیں دی گئی اور اکثر مسلمانوں کو مفلس اور اکثر کافروں کو دولتمند کس واسطے کیا گیا اس خیال کی وجہ سے بعض جاہلوں کو اسلام کی حقیقت میں ہی تردد پیدا ہو گیا اور رفتہ رفتہ کفار کا چال چلن اور اخلاق اور تہذیب اور اقوال اور افعال اُن کے پسند کرنے لگے ان مسلمانوں کا قول تو اسلام کی حمایت کرتا ہے مگر فعل ان کا بالکل اسلام کے خلاف ہے پھر کفار نے اُن پر ایسا منتر پڑھا ہے کہ انہیں کا کلمہ پڑھتے ہیں اور اُن کی تقلید کو عین اسلام سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہماری یہ تہذیب اور یہ علمیت مسلمانوں سے ہی لی گئی ہے اسی لئے انہوں نے شعار اسلام چھوڑ کر شعار کفار اختیار کیا ہے حالانکہ یہ تہذیب اور یہ ایجاد و اختراع دنیاوی مسلمانوں میں ہرگز نہ تھا البتہ ترقی اسلام کفار کی ترقی دنیا کا باعث ہوئی ہے سو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے بلکہ ترقی کا ترقی سے مقابلہ ہے کجا یہ ترقی اور کجا وہ پہلے مسلمانوں کو مقصود بالذات ترقی دین و اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ اور ترقی دنیا بالطبع اُس کے ضمن میں ظاہر ہوگئی اور حال کی ترقی میں مقصود بالذات نفس پرستی اور

Marfat.com

جب جاہ ہے اور خداپرستی بالکل ندارد۔ پس مسلمانوں کی ترقی اور کفار کی ترقی میں بڑا فرق ہے۔

سوال:۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اختلاف میری امت کا رحمت ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ تم اختلاف نکرو اگر کروگے تو تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے ان دونوں حدیثوں میں کیونکر تطبیق ہوسکتی ہے؟

جواب:۔ اختلاف امت سے اختلاف اجتہادی مراد ہے یعنی اُن مسائل میں درمیان علمائے دین کے اختلاف واقع ہو جو اجتہاد اور استنباط سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ صریح آیات واحادیث منصوصہ میں کسی کو اختلاف کرنا نہیں چاہئیے کیونکہ اُن آیات واحادیث سے جو احکام صریح معلوم ہوتے ہیں اُن میں اجتہاد کو کچھ دخل نہیں البتہ جو احکام بصراحت معلوم نہیں ہوسکتے اُن میں اجتہاد ہوسکتا ہے اس اجتہاد کے قواعد وشرائط کو اصول فقہ میں خوب مفصل لکھا ہے پس ائمہ دین نے مسائل اجتہادیہ جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے استنباط کئے ہیں اگر ایسے مسائل میں اختلاف ہوجاوے اور ہر امام کا مقلد اُن مسائل پر عمل کرے تو ایسا اختلاف رحمت ہے کیونکہ اس میں مخلوق کو بہت سہولت اور آسانی ہے لیکن ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ جس طرح چاہے مسائل جدید نکالا کرے بلکہ مجتہد کے واسطے شرائط ہیں جبتک وہ شرائط نہوں استنباط کرنا جائز نہیں

Marfat.com

دیکھو باوجود اس اختلاف کے چاروں امام کے مقلدین میں باہم اتفاق ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اور باوجود بحث باہمی کے ایک دوسرے کا دشمن نہیں۔ لہذا یہ اختلاف عین رحمت الٰہی ہے اور شافعی اور مالکی اور حنبلی سب آپس میں متفق ہیں۔ دینی اختلاف جو بنی اجتہاد پر ہو ہرگز قبیح نہیں ہاں جس اختلاف کی بنا نفسانیت پر ہو وہ مذموم ہے اس کی سخت ممانعت آئی ہے اور آیات و احادیث میں نفسانی اختلاف کی برائی کا ذکر جابجا موجود ہے۔ چنانچہ صحابہ میں نفسانی اختلاف بالکل نہ تھا وہ ناجائز اختلاف سے بہت پرہیز کرتے تھے اتباع رسول اُن کی جمع پونجی تھی اگر وہ عامل قرآن وحدیث نہ ہوتے تو دین اسلام اس قدر شائع کیونکر ہوتا البتہ بعض صحابہ کو خطائے اجتہادی واقع ہوئی جو شرعاً گناہ نہیں اور وہ جو بعض محبین نے باقتضائے حب بعض صحابہ کے خطائے منکر کہا ہے اُن کا تخطیہ اکثر محققین نے کیا ہے غرض صحابہ کی صلح و جنگ نفسانی نہ تھی صحابی کی شان بہت برتر ہے ادنیٰ صحابی کا مرتبہ غوث و قطب سے بھی اعلیٰ ہے اور جن صاحبوں نے صحابہ کی شان میں گستاخی اور بدگمانی کی اُنہوں نے رسالت کی کچھ قدر نہ کی بلکہ رحمت الٰہی کا دائرہ بہت تنگ کر دیا آج کل مجتہدین کی وہ کثرت ہے کہ ہر شخص الا ماشاء اللہ اپنے آپ کو مجتہد جانتا ہے اور نئی نئی باتیں شرع شریف میں اضافہ کرتا ہے جو کبھی نہیں سنی گئیں کوئی نبوت کا دعوے کرتا ہے کوئی اسلام کے احکام اپنی رائے سے بتلاتا ہے کوئی چاروں

Marfat.com

امام کو خلاف حدیث کہتا ہے کوئی سرپرست، کوئی قبر پرست، کوئی شیطان مجسم، کوئی تبرائی، کوئی بندۂ ہوا و ہوس، بھلا یہ اختلاف کیونکر محمود ہو سکتا ہے انہیں اختراعات کی وجہ سے جھوٹ، فریب، مکاری، خودسری، نفس پروری، مخالفت شرع شریف، دنیا سازی، بددینی، ان میں پھیل گئی ہے۔ پس یہ اختلاف مذموم ہے۔ با ایں ہمہ حیران ہیں کہ مسلمانوں میں افلاس اور اختلاف کیوں ہو گیا بھلا اگر سب کی ایک غرض خدا طلبی ہوتی تو کیوں اختلاف باہمی ہوتا بلکہ مختلف اغراض کر یہ اختلاف باہمی پیدا ہو گیا اس اختلاف کے اسباب بہت ہیں۔ بعضے قریب ہیں اور بعضے بعید ہیں جب تک اسباب بعیدہ کی بندش اور روک نہ کی جائے۔ اسباب قریبہ کا ازالہ نہایت دشوار ہے اور اتفاق باہمی کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ مثلاً احسان اور کمال اور جمال اور توالد بھی باعث اتفاق ہوتا ہے اور اتحاد دین و حرفہ و تجارت و راست بازی و اتحاد و اغراض و اخلاق و عقل و فہم وغیرہ بھی اسباب اتفاق ہیں اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو برا جاننا اور غیبت میں کسی کے عیوب بیان کرنا اور خود غرضی اور نفسانیت اور جہالت اور حماقت وغیرہ یہ سب اسباب اختلاف ہیں اور مسلمانوں کے اختلاف کا بڑا سبب بیدینی اور جہالت ہے۔ مذہب اسلام میں غیبت اور بے علمی اور ہوا پرستی کی سخت ممانعت ہے اگر یہ عیب مسلمانوں سے تائید ہو جائے تو سب شخص واحد بن جائیں مذہب اسلام میں مومن کی غیبت کرنا حرام ہے اگرچہ وہ گنہگار یا بدبختی

Marfat.com

یہ وہابی ہو محمدی اور احمدی اور نیچری اور حنفی وغیرہ میں یہ بلا پھیل گئی ہے کہ ایک دوسرے کی برائی علانیہ بیان کرتا ہے۔ اور طرہ یہ ہے کہ اسکو غلیبت نہیں سمجھا جاتا بلکہ دینداری اور تقویٰ شمار کیا جاتا ہے اگر کوئی شخص طواف مزار اور سجدۂ قبور نکرے اُسکو وہابی کا خطاب ملتا ہے اور جو شخص قیام مولود میں کلام کرے یا رسوم ہنود کو منع کرے یا تعزیہ پرستی یا نذر و نیاز میں بحث کرے وہ بھی نجدی تصور کیا جاتا ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ عرس و نیاز کو فرض جاننے والے اپنے وعظ میں وہابی کی ایسی برائی بیان کرتے ہیں کہ کفار کی بھی ایسی نہیں کرتے اور اپنے معتقدین کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ وہابی وہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر سمجھے اور پیغمبر علیہ السلام اور اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کی تحقیر اور اہانت کرے ایسے وہابی کی یہ شناخت ہے کہ بارھویں اور گیارھویں اور فاتحہ اور چہلم اور عرس اور مزامیر کو منع کیا کرتا ہے اس لئے جب ایسی گفتگو شروع کی جائے تو جہال کو یقین ہو جاتا ہے کہ بیشک یہی وہابیت کی علامت پیر صاحب نے بتلائی ہے۔ اب اس کا بدلہ وہابیوں نے یہ کیا کہ اُن سے سلام و کلام و ملاقات ترک کر دے۔ اگر میل جول رکھکر اُن کو اپنی خوبیں بتلاتے تو کیا قباحت تھی۔ اسیطرح کسی نے اپنا نام عامل بالحدیث رکھا اور کسی نے عامل بالقرآن اپنا نام رکھا وہ ان کو مشرک کہنے لگے اور یہ

Marfat.com

اُن کو چھوٹے شیعہ کہنے لگے۔ غرض بدعات و رسوم اس زمانے میں فرائض و واجبات سے بڑھ گئے ہیں۔ بعض شہروں میں جب لڑکی کا پیغام آتا ہے تو لڑکا کیسے ہی مذہب کا ہو کچھ تحقیق نہیں کرتے مگر اتنا ضرور معلوم کر لیتے ہیں کہ کہیں وہ وہابی تو نہیں ہے۔ خواہ نیچری ہو یا بیدین یا قبر پرست شادی اُس سے کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہابیوں کو دشمن رسول اللہ و اولیاء اللہ اپنے اعتقاد میں جانتے ہیں اسلئے کہ وہابی لوگ غیر اللہ کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔ پھر اگر کوئی مسلمان ان صاحب کو سلام نکرے جو اپنے ذہن میں عالی مرتبے سے ممتاز ہیں یا اُن کی تعظیم و تکریم میں ذرا قصور کرے تو اس سے خفا ہو جاتے ہیں اور موقع پا کر بدسلوکی کرتے ہیں بعض صاحب صدر مجلس میں بیٹھنا اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ اور غرباء کے برابر بیٹھنا یا کھڑا ہونا تحقیر اور ذلت جانتے ہیں اور بعض اپنے علم لاطائل کے غرے میں ایسے مستغرق ہیں کہ جدید فنون کو علوم قدیمہ پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ علم الٰہیات سے بڑھکر کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ یہ بات وہی سمجھتا ہے جو علم باللہ سے آشنا ہوتا ہے۔ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ ایک دوسرے سے بغض اور حسد مت کرو اور غیبت اور عیب جوئی مسلمانوں کی مت کرو اور سب مسلمان بندے اللہ تعالیٰ کے اور باہم بھائی بھائی بنجاؤ اور مسلمان کی جان و مال و آبرو مسلمان پر حرام اور مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے

Marfat.com

مسلمانوں کو امن ہو اور جو شخص بھائی مسلمان کی اعانت کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کی اعانت کرتا ہے اور محبت دنیا کی سب برائیوں کی اصل ہے اور جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دل سے یقین کر کے کہا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور ایک زمانہ آئیگا کہ جو شخص دسواں حصہ تمہارا دین کے کام کریگا نجات پا جائیگا۔ اور میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے واسطے ہے۔ اور گناہ سے توبہ کرنے والا مثل اُس شخص کے ہے جو گنہگار نہیں۔ اور بندہ کی توبہ سے اللہ تعالےٰ ایسا خوش ہوتا ہے جیسا کہ وہ شخص خوش ہوتا ہے جو جنگل بیابان میں اپنی سواری کو جس پر کھانا، پانی ہو گم کر دے اور مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے مرنے کو لیٹ جائے اور غلبہ نیند سے سو جائے جب جاگے تو اپنی سواری کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے۔ اُس وقت مارے خوشی کے یوں بول اُٹھے کہ اے خدا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے اور اگر تم سب گناہ کرنے چھوڑ دو تو اللہ تعالےٰ نے تم کو فنا کر کے دوسرے لوگ پیدا کرے جو گناہ کیا کریں اور حق تعالےٰ سے مغفرت مانگا کریں۔ اور ایمان خوف و امید کے درمیان ہے۔ ایک شخص مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو جھڑکا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ مت کہو پیشاب کر لینے دو تم لوگ آسانی کرنے والے ہو نہ کہ دشواری میں ڈالنے والے

Marfat.com

اور ایک ڈول پانی کا منگوا کر اُس مقام پر ڈلوا دیا - بعض اعرابی گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کو تکلیف دیتے کہ ہمیں مال دلاؤ آپ نہایت ترحم فرماتے اور خفا نہوتے اور مال دلوا دیتے کوئی بدوی آکر سوال کرتا کہ کیا آپ کے باپ کا مال ہے لاؤ ہمکو بھی دو آپ مسکرا کر اُسکو بھی جو کچھ میسر آتا دلوا دیتے اور بڑے بڑے گنہگار خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے کبھی کسی پر خفا نہیں ہوتے بلکہ کمال شفقت اور مہربانی فرماتے اور اطمینان اور تسلی دیتے - زانی، سارق، شرابی وغیرہ پر حد شرعی سے کوئی زیادتی ملامت وغصہ نہیں کرتے تھے اور محدود پر ہمیشہ نظر شفقت رکھتے تھے کبھی کسی بات پر آپ کو سوائے دو باتوں کے غصہ نہیں آتا تھا ایک جبکہ حدود شرعیہ کی ہتک ہو اور دوسرے جبکہ باہم کوئی نزاع اور اختلاف پیدا ہو - آج کل بعض مسلمانوں نے تقوی فرضی کو بہت مہتم بالشان سمجھا ہے جو ذرا بھی اُس کے مخالف ہو اُس سے میل ملاپ کو خلاف تقوے جانتے ہیں - قرآن و حدیث میں تقوی اور بدعت کا ذکر ہے لیکن اصل تقوی اور اصل بدعت کو چھوڑ کر بعض عمال کو داخل تقوی و بدعت کر لیا ہے بلکہ بڑی بدعت مسلمانوں کا اختلاف ہے اور بدخلقی اور نفسانیت سے یہ بلا پھیلی ہے شرع میں جن باتوں کی سختی نہیں اُن کو کیوں ضروریات میں داخل کر کے جھگڑا مول لیا اور جن امور کو شرع نے ضروری بتلایا ہے اُن کو غیر ضروری کیوں کیا گیا - احکام الٰہی کے مراتب مختلف ہیں

Marfat.com

ہر حکم کو اُس کے مرتبہ پر رکھنا سنت ہے اور اُس مرتبہ سے کم و بیش کر دینا بدعت ہے۔ آمین بالجہر اور رفع یدین کی وجہ سے مسلمانوں میں کس قدر تو تو میں میں ہے کہ رشتہ و سلام و کلام مسلمانی نہیں رہا اور عداوت اور بغض اور غیبت پر کمر بستہ ہو گئے صرف ترک سنت یا مستحب سے ترک فرائض ہو گیا اور سب سے زیادہ ضروری مسلمانوں میں اتفاق تھا جسکو غیر ضروری امور نے تسلط کر کے فنا کر دیا اب نہ تقوی ہے نہ اتفاق ہے۔ اسماء الرجال کی کتابوں سے اور ضعیف حکایات اور خیالات فاسدہ سے غیبت کو مباح کر لیا حتے کہ حد شرعی سے تجاوز ہو گیا۔ حدیث شریف میں صرف اس قدر ایک شخص کی نسبت وارد ہوا ہے کہ یہ شخص قبیلہ میں بُرا ہے۔ اس پر نفس کی خواہشوں نے خوب حاشیے چڑھائے کہ بدعتی اور وہابی وغیرہ کی برائیاں اور عیوب بیان کرنا خلاف شرع نہیں حالانکہ صریح نص موجود ہے کہ غیبت کرنا مثل بھائی مردہ کے گوشت کھانے کے ہے پس ظنی کو یقینی پر ترجیح دینے سے یہ خرابی پیدا ہو گئی۔ بالخصوص مولویوں میں غیبت کا بازار بہت گرم ہے کیونکہ مولوی میں اگر فیض صحبت اثر نہ کیا یا بُری صحبت میسر آئے تو وہ نفس کے اشارے اور فریب نہیں جانتا اور جس بات کی خواہش ہو اُسکو اپنے خیال میں مدلل کر کے بلا خوف کر لیتا ہے اور دوسروں کی بدعت اور وہابیت اُسکو جلد معلوم ہو جاتی ہے اور اپنے کو سب برائیوں سے منزہ سمجھتا ہے۔ بالنہمہ جاہل بے علم

Marfat.com

سے گنہگار مولوی بہتر ہے بشرطیکہ علم دین سے آگاہ ہو اور عمل بھی بقدر ضرورت کرتا ہو۔ ورنہ آج کل کی اصطلاح میں ہر معلم کو مولوی کہتے ہیں جیسے کہ بکو اسی کو شمس العلماء کا خطاب دیا جاتا ہے۔ دین اسلام میں بعض مسائل فروعی کے اندر ائمۂ دین نے اختلاف کیا لیکن باہم اتفاق تھا علمائے سلف میں کبھی جنگ وجدال و غیبت و عداوت نہ تھی اور مخالفین سے عمدہ برتاؤ کیا جاتا تھا اور ہر ایک دوسرے کا خیر خواہ اور دلسوز تھا وہ اختلاف باعث رحمت تھا اور یہ اختلاف جو مسلمانوں میں نفسانیت سے ترقی کر گیا ہے دینی نہیں مگر دین کی آڑ میں خواہش نفسانی کی تکمیل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بھی اختلاف تھا لیکن اختلاف اجتہاد کی وجہ سے مشاجرت واقع ہوئی ورنہ دل سے دونوں متحد تھے چنانچہ جب شاہ روم نے دونوں کی مخالفت سنکر قصد دمشق کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسکو لکھ بھیجا کہ میں نے ایسا سنا ہے کہ تمہارا ارادہ دمشق پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ تمکو معلوم رہے کہ جس وقت تم اُس طرف آؤ گے تو مجھکو اُن کی فوج کا سپہ سالار پاؤ گے۔ یہ سُنکر بادشاہ روم نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ غرض صحابہ کا برتاؤ اور دانشمندی اور فہم و فراست اور اخلاق ایسا تھا کہ مخالف بھی اُن کی بنجاتا تھا کیونکہ اُن کے اخلاق میں نفسانیت شریک نہ تھی دوستی اور دشمنی محض اللہ کے واسطے کرتے تھے اور نفس کو بالکل مطیع

Marfat.com

احکام الٰہی کر لیا تھا وہ نفس کو خدا کے واسطے فنا کر چکے تھے ایک بار
لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کافر کے سینہ پر بیٹھکر اُس کی
گردن کاٹنے کا ارادہ کیا اُس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوکا آپ
فوراً علیحدہ ہو گئے وہ شخص حیران ہوا کہ ایسی گستاخی کی حالت میں
تو ضرور ہی قتل کرنا تھا انہوں نے کس لئے چھوڑ دیا چنانچہ سوال
کیا اور عدم قتل کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں خدا کے واسطے
تجھکو قتل کرتا تھا جب تو نے یہ حرکت ناشائستہ کی تو میرے نفس کو
برا معلوم ہوا ایسی حالت میں نفس کی شراکت سے بچنا چاہیئے حقتعالیٰ
کے کام میں دوسرے کو شریک کرنا خلاف اسلام ہے یہ سُنکر وہ کافر
اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔

سوال:۔ تقلید شخصی کا ثبوت کس آیت اور کس حدیث سے ہے؟

جواب:۔ مطلق تقلید پر سب کا اتفاق ہے خواہ مقلد ہوں یا
غیر مقلد اور یہ ظاہر ہے کہ مطلق تقلید کے دو فرد ہیں ایک خاص۔
دوسرا عام چنانچہ آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی
الامر منکم سے مطلق تقلید اولی الامر کی ثابت ہے خواہ خاص کی تقلید
کیجائے یا غیر خاص کی پس تقلید عام کو جائز رکھنا اور تقلید خاص اور شخصی کو
ناجائز بتلانا نہایت بے انصافی ہے اور بخاری شریف میں آیا ہے
لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق یعنے کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے خالق
کی نافرمانی میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر خالق کی نافرمانی نہوئی

Marfat.com

ہو تو کسی مخلوق کی اطاعت کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مخلوق سے مراد ہر ہر فرد ہے پس عدم معصیت خالق کی حالت میں ایک فرد کی اطاعت بھی جائز ہوگی جس سے تقلید شخصی ثابت ہوتی ہے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جبکہ خلیفہ ہوئے سب صحابہ اور تابعین انکی اطاعت کیوں کئے کسی نے یہ نکہا کہ ہم تقلید شخصی نہیں کرینگے اسیطرح حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت میں کسی نے تقلید شخصی میں چون وچرا نہیں کی خواہ خلافت منصوصہ ہو یا اجماعی کیونکہ اگر خلافت منصوصہ تھی تو صریح نص سے تقلید شخصی کا ثبوت ہوگیا اور اگر اجماعی خلافت تھی تو کل صحابہ نے کیوں مان لیا اور تقلید شخصی میں کلام نکیا دیکھو حضرت عمرؓ نے اور حضرت عثمانؓ نے جابجا حاکموں کو روانہ کیا جو ملک فتح ہوتا ایک حاکم ضرور وہاں رہتا تھا۔ کیا اسکی اطاعت سے ممانعت کی جاتی تھی اگر ممانعت کیجاتی تھی تو اسکی سند بتلاؤ اور اگر اس کی اطاعت کیواسطے حکم دیا جاتا تھا تو تقلید شخصی کا ثبوت ملگیا اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب عاملوں کو روانہ فرماتے تھے تو وہاں کے باشندے اپنے ہی عامل سے سب مسائل دریافت کرتے تھے یا سب عاملوں سے خط وکتابت کیجاتی تھی امر اول سے تقلید شخصی کا ثبوت ہے اور امر ثانی محتاج سند ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر عامل کو کل احادیث نہیں پہونچی تھیں بعض بعض حدیثیں جلیل القدر صحابہ کو بھی معلوم نہ تھیں پس ضرور ہے

Marfat.com

جہاں صریح نص اُن کو معلوم نہ ہو وہاں اجتہاد سے جواب دیا جائیگا اور ضرور ہے کہ ایسے مسائل بھی ان کے روبرو پیش ہوں جنکی تصریح کسی آیت اور کسی حدیث میں نہو لہذا ایسے مسائل میں بدون اجتہاد کے چارہ نہیں اور مسائل مجتہد فیہا میں کسی خاص مجتہد کی اطاعت کرنے کا نام ہی تقلید شخصی ہے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حاکم اجتہاد کرکے اگر صواب کو پہونچے تو اُس کے لئے دو اجر ہیں اور جو اجتہاد میں خطا کرے تو اُس کے واسطے ایک اجر ہے البتہ صریح نصوص میں کسی شخص کی تقلید روا نہیں صرف امور اجتہادیہ میں تقلید ضرور ہے کیونکہ مجتہد سے دس امور کے اندر مثلاً اگر ایک غلطی ہوگی تو غیر مجتہد سے ایک صواب کی بھی امید نہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ایک شخص کو سریہ کا حاکم مقرر کرکے روانہ کیا تھا اور ان سب سے فرمایا تھا کہ اپنے حاکم کی اطاعت کرنا جب اُس حاکم نے کسی وقت غصہ میں آکر آگ جلوائی اور سب سے کہا اس میں جا پڑو تو بعض نے قصد کیا اور بعض نے کہا ہم آگ سے بچنے کو ایمان لائے ہیں ہم آگ میں ہرگز نہ جائیں گے اس حدیث سے بھی تقلید شخصی کا ثبوت ہے اور کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ تم لوگ خاص شخص کی تقلید مت کرو بلکہ ایک مسئلہ کو جب تک تمام علماء سے دریافت نکرلو ہرگز عمل مت کرو۔ اور اگر مسائل اجتہادیہ میں علماء کے اندر اختلاف پاؤ

Marfat.com

تو خود اجتہاد کر لیا کرو اور اگر کوئی حدیث اس مضمون کی کسی طالب کو ملے تو مجھکو بھی ضرور اطلاع کرنا چاہیے تاکہ میں بھی تقلید چھوڑ کر مجتہد بنجاؤں۔ البتہ وہ تقلید شخصی جائز نہیں کہ مقلد یہ اعتقاد اپنے امام سے رکھے کہ اگرچہ صحیح غیر ماؤل حدیث ملیگی تب بھی قول امام کو نہ چھوڑونگا یہ تقلید مذموم ہے اسی تقلید کی مذمت اور برائی بعض متاخرین نے کی ہے۔ اور جب کہ معصیت الٰہی شخص معین کی اطاعت میں نہو لا ایسی اطاعت اور تقلید کو اگر کوئی شخص منع کرے تو بالیقین جان لو کہ وہ شخص قرآن اور حدیث ہی سے واقف نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تمام شد

Marfat.com